

ڈاکٹر سیف رضی

عبداللہ بن مسعود اور ان کی فقہ

بسی و اہتمام

محمد اسلم

اُستاد شعبہ تاریخ، پنجاب یونیورسٹی

ندوة المصنفین

سمن آباد ○ لاہور

عبداللہ بن مسعودؓ اپنے ہم عصر
صحابہ میں اپنی قرآن فہمی، ادراک سنت،
ہلندی فکر اور اجتہاد میں ممتاز تھے۔ آپ
کا شمار ان علمائے صحابہ میں ہوتا ہے جن
کے چشمہٴ علم سے ایک جہاں سیراب ہوا
ہے۔ امام اہل سنت والجماعت ابوحنیفہؒ
تین واسطوں سے اور امام قرأت عاصمؒ
ایک واسطے سے آپ ہی کے شاگرد ہیں۔
امام اعظمؒ نے اپنے مسلک کی بنیاد اکثر
انہی احادیث پر رکھی ہے جو ابن مسعودؓ
کے واسطے سے ان تک پہنچی ہیں، اس لئے
ابن مسعودؓ کی فقہ کا مطالعہ درحقیقت
حنفی فقہ کا مطالعہ ہے۔ ہمارے خیال میں
یہ کتاب اہل فکر و نظر کے لئے غور و فکر
کی بہت سی راہیں کھولے گی۔

ادارہ اس کتاب کی طباعت کے سلسلے
میں شیخ میاں محمد فاؤنڈیشن کی مالی اعانت
کا مشکور ہے۔

محمد اسلم

135446

135446

عرض ناشر



علوم اسلامیہ کی خدمت خدا تعالیٰ کی بہت بڑی دین ہے اور اپنے بندوں میں سے جسے وہ چاہتا ہے یہ سعادت عطا فرماتا ہے۔ گذشتہ چند برسوں میں مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے شعبہ وینیات نے استاد العلماء مولانا سعید احمد اکبر آبادی کی سربراہی میں تحقیق و تصنیف کا جو اعلیٰ معیار قائم کیا ہے وہ ہم جیسے دو راقتادگان کے لئے باعث صدر شک ہے۔ موصوف نے جہاں علمی کام کرنے والے جو ہر قابل و صوفیہ نکلے وہاں یونیورسٹی کے ارباب اختیار ایسے محققین کے لئے معقول و ظالمانہ بھی مقرر کر لئے۔ مولانا کی اسی کوشش کا نتیجہ ہے کہ ریسرچ سکا لرز ہر طرح کے تفکرات سے بے نیاز ہو کر مفید علمی کاموں میں منہمک ہیں۔ ایسے ہی ولدا و گان علم میں سے جناب اقبال حسن خان نے شیخ الہند حضرت محمود حسن امیر الٹا کی سوانح حیات اور ان کے فضائل و کمالات پر ایک بصیرت افروز مقالہ پیش کر کے پچھلے دنوں پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔

اسی شعبہ کے ایک فاضل استاد جناب قاری رضوان اللہ صاحب نے حضرت علامہ محمد انور شاہ محدث کشمیری کی سوانح حیات اور ان کے علمی کمالات اور تحقیقی خصوصیات پر ایک مبسوط مقالہ لکھ کر پی ایچ ڈی کا اعزاز حاصل کیا۔

آج کل مولانا اکبر آبادی کی زیر نگرانی جو نیور کے ایک فاضل طالب علم احسان الحق صاحب "اسلامی قانون میں عرف کی حیثیت پر کام کر رہے ہیں، ان کا کام اب ٹیمپل کے آخری مراحل میں پہنچ چکا ہے۔

اس شعبہ کے ایک فاضل استاد جناب قاضی مظہر الدین بلگرامی کی زیر نگرانی "امام اوزاعی و حذیفہ کے مابین کی جتنی کام ہو رہا ہے، جو امید ہے ہر لحاظ سے معیاری ہوگا۔

مولانا مظہر رضی نے مولانا اکبر آبادی کی نگرانی میں "عبداللہ بن مسعود اور ان کی فقہ" پر ایک فاضل مقالہ لکھ کر پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ موصوف اب مستقل طور پر پاکستان

4

چلی آئی ہیں، اس لئے ندوة المصنفین ان کی علمی تحقیق شائع کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے۔
 محترمہ سہر حنیفہ رضی انہا عنہا عالم فاضل باپ کی عالمہ و فاضلہ بیٹی ہیں۔ ان کے والد بزرگوار
 مولانا افضل اللہ شاہ، مولانا محمد علی منوگیری، بانی ندوة العلماء لکھنؤ کے پوتے ہیں اور مدت دراز تک
 خٹمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد میں شعبہ علوم اسلامیہ کے سربراہ رہ چکے ہیں۔ آپ دارالعلوم دیوبند کی مجلس
 شوریٰ کے رکن بھی ہیں اور دیوبند کے گرد و نواح میں ان کے مریدین ہزاروں کی تعداد میں پھیلے ہوئے
 ہیں۔ مولانا موصوف کا آخری مکتوب ہمیں مکہ مکرمہ سے موصول ہوا ہے جہاں وہ مدرسہ صوفیہ میں
 درس و تدریس میں مشغول ہیں۔ جب ہم نے عبداللہ بن مسعود اور ان کی فقہ کی اشاعت پر آمادگی ظاہر کی
 تو مولانا افضل اللہ شاہ نے از رہ محبت و شفقت مسوؤہ پر نظر ثانی فرمائی۔ اس کرم فرمائی کے لئے ہم ان کے
 بے حد ممنون ہیں۔

اس مقالہ کی تالیف میں محترمہ حنیفہ رضی نے تین سال تک جو محنت کی ہے اس کا صحیح اندازہ تو اس
 مقالہ کے مطالعہ کے بعد ہی ہو گا۔ ایک شادی شدہ خاتون کا امور خانہ داری اور بچوں کی دیکھ بھال
 کے بعد فاضل اوقات میں اس طرح کے اوق موصوع پر قلم اٹھانا، مختلف کتب خانوں میں جا کر
 مواد جمع کرنا اور اسے ترتیب دینا بجائے خود ایک بڑا کارنامہ اور ہم ایسے سہل انکار طالب علموں
 کے لئے ایک تازیانہ کا حکم رکھتا ہے۔

ہمارے ملک میں جہاں اسلامی آئین تیار کرنے کی سعی سپہم ہو رہی ہے، فقہائے اسلام
 کے کارناموں سے عوام کو روشناس کرانے کی از حد ضرورت ہے۔ خود ہماری یونیورسٹیوں کو یہاں
 کے ریسرچ اسکالرز سے ہمارے اکابر فقہا مثلاً الشیبانی، اوزاعی، زفر، اعش، ابن ابی لیلیٰ،
 مجاہد، ابن المبارک، سفیان ثوری، طاووس، الرانی، امام خواہر زادہ، الجصاص، امام بخاری اور
 صدر شہید پر کام کرنا چاہیے۔ اس سے نہ صرف فقہ اسلامی کا ایک نایاب ذخیرہ ہمارے
 سامنے آئے گا بلکہ ہمارے لئے ہدایت کی بہت سی راہیں بھی کھل جائیں گی۔

وما توفیقی الا باللہ

بعونہ تعالیٰ

گذریش احوال واقعی

جو بھی ریسرچ کرتا ہے اس کا سب سے پہلا کام ایسے علمی موضوع کا انتخاب ہے جس پر اب تک کام نہ ہوا ہو۔ اگر کچھ اور فائدہ رسائی کی توقع اس ریسرچ سے ہو تو یہ ریسرچ اسکالر کی خوش بختی ہے۔

موضوع کے انتخاب کے بعد دوسری چیز جو ریسرچ کی قیمت بڑھاتی ہے موضوع کے متعلق تمام مواد کی یکجائی اور اس میں سے اپنے کام کے مواد کا انتخاب پھر انتخاب شدہ مواد کی علمی ہیچ پر ترتیب۔

اپنے موضوع کے متعلق تمام مواد کو یکجا کرنا اور ایک چھوٹی سے چھوٹی بات کو بھی نہ چھوڑنا یہ ریسرچ اسکالر کا پہلا فرض ہے۔ مگر وہ باتیں کہ جس کے بغیر ریسرچ کا حق ادا نہیں ہو سکتا اور تحقیق اسی وقت تحقیق کہلائے گی جب جمع شدہ مواد کو سارے رکھنے سے جو سوالات اٹھتے ہیں ان کو مدلل بیان کیا جائے، پھر ان کا علمی حل اس سے زیادہ قومی، دیبلول سے پیش کیا جائے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود کے متعلق مواد جمع کیا گیا اور سوانح اور تذکرہ کے

مختلف نمونے سامنے رکھ کر پورے غور و خوض کے بعد اپنی علمی استطاعت

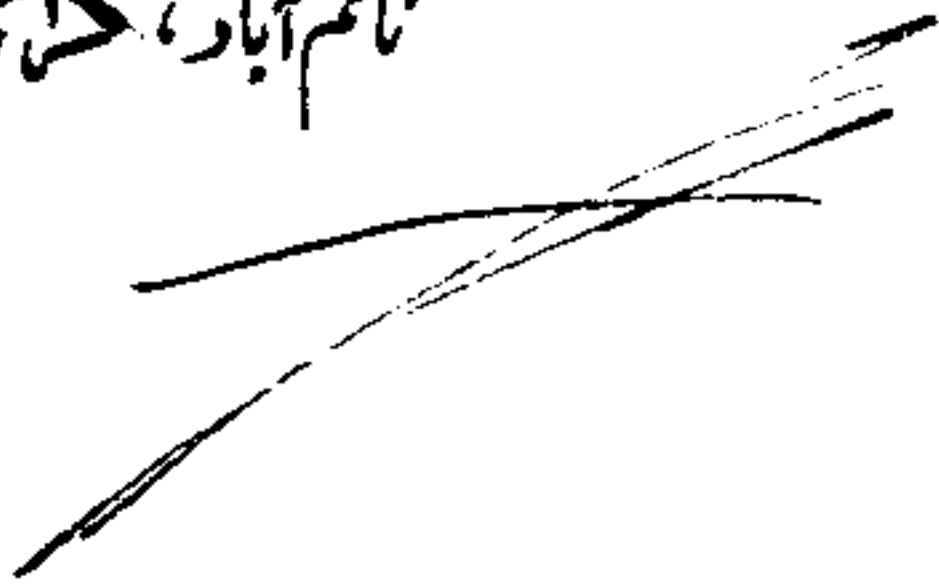
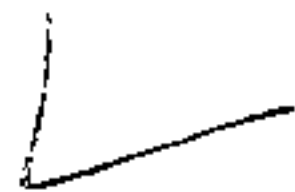
کے مطابق بہتر ترتیب دی گئی، لیکن اب جس ترتیب سے مقالہ آپ کے سامنے پیش ہے یہ کہ مقالہ کے پانچ حصے ہیں۔ ہر حصہ علیحدہ علیحدہ ایک مستقل مضمون ہے اس تنوع سے مقالہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود کے متعلق تمام علمی باتوں اور آپ کی عملی زندگی کا جامع مواد یکجا ہو گیا۔ صحابہ میں آپ کا جو علمی مقام ہے اس کے متعین کرنے میں کوئی دشواری باقی نہ رہی صرف پورا مقالہ ایک نظر میں اگر آپ پڑھ لیں تو آسانی سے فیصلہ کر سکتے ہیں کہ یہ مقالہ انفرادیت کے امتیاز کا حامل ہے یا نہیں۔

مجھے اس کا اعتراف ہے کہ تمام خوبیاں حضرت الاستاذ مولانا سعید صاحب اکبر آبادی کے ماہرانہ مشورہ کی رہیں منت ہیں۔ اب مقالہ آپ کی اصلاح اور آپ کی ہدایتوں کا منظر ہے۔ میں بہت بہت شکر گزار ہوں لیکن اس موقع پر اس کا اظہار صرف ادائے شکر کے لئے نہیں بلکہ انسانی فرض ادا کرنے کے لئے ہے۔ ہر سچے انسان کا فرض ہے کہ وہ بغیر توریہ، استعارہ اور کنایہ کے صاف صاف الفاظ میں امر واقعہ کا اعتراف کرے۔

ڈاکٹر حفیظہ رضی اللہ عنہا، اے (دعویٰ)، ایم، ٹی۔ ایچ (دینیات)

پی۔ ایچ۔ ڈی

ناظم آباد، کراچی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نَحْمَدُكَ وَنُصَلِّيُّ عَلَى رَسُوْلِكَ الْكَرِیْمِ

پورا مقالہ ایک نظر میں

مقالہ عبداللہ بن مسعودؓ اور ان کی فقہ جس علمی بیج پر مرتب کیا گیا ہے وہ نہ صرف اسلامی تاریخ میں آپ کی بلند حیثیت اور انفرادیت کو ظاہر کرتا ہے بلکہ علمی ہونے کے ساتھ ساتھ زبان و بیان کی سلاست اور موضوع کے تنوع کی وجہ سے کافی دلچسپ بھی ہے۔

یوں تو آپ کی حدیثوں کا ذخیرہ بھی کچھ کم نہیں ہے۔ آپ کے ہم عمر صحابہؓ ہیں ان میں سے کسی کی حدیثوں کا اتنا ذخیرہ نہ صحاح ستہ میں ہے، نہ حدیث کی دوسری کتابوں میں بخاری، مسلم، ابوداؤد، نسائی، ترمذی، ابن ماجہ، مؤطا امام مالک، مسند امام احمد بن حنبل، مسند دارمی، امام بخاری کی الادب المفرد، خطیب تبریزی کی مشکوٰۃ المصابیح، سنن دارقطنی، مستدرک حاکم کی چار جلدیں، السنن الکبریٰ بیہقی کی دس جلدیں، مجمع الزوائد کی دس جلدیں، فتح الباری حافظ ابن حجر کی ۱۳ جلدیں، نصب الرایہ کی چار جلدیں، درایہ ابن حجر عسقلانی، تخریج الکشاف ابن حجر عسقلانی

سے جو حدیثیں جمع کی گئی ہیں وہ اس کی شہادت اور اس کا ثبوت ہیں۔
صرف صحاح ستہ کی حدیثوں کو طرز ذیل پر مرتب کیا گیا ہے۔

(۱) وہ حدیثیں جو صحاح کی ان چھ کتابوں میں سے ہر ایک کتاب میں ہیں۔ ان کو ایک جگہ جمع کیا گیا ہے۔

(۲) وہ حدیثیں جو ان چھ کتابوں میں سے صرف پانچ میں ہیں یہ چھ قسم کی حدیثیں علیحدہ علیحدہ جمع کی گئی ہیں۔

(۳) اسی طریقہ سے ان چھ کتابوں میں سے صرف چار میں ہیں یہ پندرہ علیحدہ علیحدہ جمع کی گئی ہیں۔

(۴) پھر ان چھ میں سے جو صرف تین میں ہیں ان کو بیس جگہ جمع کیا گیا ہے۔

(۵) ان چھ میں سے جو صرف دو میں ہیں ان کو پندرہ جگہ جمع کیا گیا ہے۔

(۶) ان چھ میں سے صرف ایک میں ہیں ان کو چھ جگہ جمع کیا گیا ہے۔

اگر حضرت عبداللہ بن مسعود کی ان حدیثوں کو جو صحاح ستہ میں سے کسی میں نہیں ہیں صرف ایک جگہ جمع کیا جائے تو چونسٹھویں قسم ان حدیثوں کی ہو جائے گی اور ان

سے علامہ طحاوی کی شرح معانی الآثار سے بھی حدیثیں جمع کی گئی ہیں لیکن ان میں ایسی کوئی حدیث

نہ ملی جو ان کتابوں میں آئے گئی ہو۔ اس لئے ان کو شمار نہیں کیا گیا۔ بعض کتابوں سے بھی

حدیثیں جمع کی گئی ہیں مگر کام کو اس قدر وسیع کر دینا کہ اگر یونیورسٹی کی طرف سے اس پر فحہ کو

متعین کیا جائے تو اس کا سمیٹنا دشوار ہو مناسب نہیں اس لئے ان کا ذکر حذف کر دیا گیا۔

کنوز الحقائق فرانس دہلی کی حدیثیں حضرت عبداللہ بن مسعود کی بلند حیثیت کو پیش نظر رکھنے

کی وجہ سے جمع نہیں کی گئیں۔ کنز العمال کی پایہ کی حدیثیں کتب بالا میں آگئیں۔ جو ان کتابوں میں

نہیں ان کو پیش کرنا کچھ دل کو نہیں مہاتا۔

سے صحاح ستہ کی حدیثوں کو ۶۳ قسموں پر تقسیم کیا گیا ہے۔

سب قسموں سے بڑھی ہونے کی توقع ہے۔ مشترک اور غیر مشترک حدیثوں کی تعداد ان سب کتابوں کی علیحدہ علیحدہ نہیں کی گئی۔ ان سب کتابوں کی مشترک و غیر مشترک حدیثوں کو علیحدہ علیحدہ چن لیا جائے اور ان کو نفع بخش ترتیبوں سے مرتب کر دیا جائے۔ تو اس کی فائدہ رسانی بہت بڑھ جائے گی یہ موضوع بھی اس کا مستحق ہے کہ اس کو ایک مستقل رسیرچ کا موضوع بنایا جائے۔ اس مقالہ کے پانچ حصوں میں سب سے اہم حصہ آپ کی فقہ کا ہے۔ آپ کو اپنے ہم عصر صحابہ میں فقہی اور اجتہادی مسائل میں ایک خاص امتیاز حاصل ہے۔ اس لئے ہم نے حدیثیں جمع کرنے کی بجائے آپ کی فقہ کو رسیرچ کا موضوع قرار دیا ہے۔ پس منظر میں آپ کے ذاتی حالات پیش کرنے ضروری تھے اس لئے ان کے سوانح کو مقدم رکھا۔ اس کے بعد تین حصوں سے آپ کی علمی وقعت پر روشنی پڑتی ہے۔ ان کو اگر مقالہ کا جز نہ بنایا جاتا تو یہ مقالہ تشنہ رہ جاتا۔ پانچویں حصے میں آپ کی فقہ جمع کی گئی ہے۔ ہر حصہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود کے کسی نہ کسی علمی نوعیت کے حالات یا علمی انادات مثلاً آپ کے خطبے اور اقوال اور آپ کے مسائل اور فتاویٰ پیش کئے گئے ہیں جن میں کسی کو علیحدہ پڑھیں تو وہ مستقل مضمون معلوم ہوتا ہے اور اگر اس کے ساتھ والا حصہ بھی پڑھیں تو بھی بے بطنی محسوس نہ کریں گے۔ یہاں اجمالی کیفیت کے ساتھ چند باتوں کی طرف خاص طور پر آپ حضرات کی توجہ مبذول کرائی ہے جو اس سے پہلے اس مقالہ ہی کے ذریعہ مرتب شکل میں مدلل طریقہ سے منصفہ مشہود پر آرہی ہیں۔ اُمید ہے کہ اس مقالہ کے مندرجہ ذیل اٹھارہ امتیازات اہل علم حضرات میں قدر کی نگاہ سے دیکھے جائیں گے۔

پہلا حصہ

اس میں آپ کے ذاتی حالات ہیں، ان میں آپ کا اسلام میں درجہ اور آپ کے

ایمان کی قوت کا پتہ تو چلتا ہی ہے مگر،

دا قرآن و سنت کا وہ طرزِ تعلیم جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کے لئے اختیار کیا تھا جس سے صحابہؓ میں بے پناہ یقینِ آخرت پیدا ہوتا تھا اور اس یقین کے نتیجے میں صحابہؓ کے دلوں میں خیرِ آخرت کی تمنائیں اُمنڈتی رہتی تھیں۔ اس جذبہ کی عکاسی آپ اس مقالہ میں پائیں گے۔ صحابہؓ کی یہ خصوصیت وہ تھی جو کثرت سے صحابہؓ میں پائی جاتی تھی۔ صحابہؓ کی سیرت و حالات کی کتابوں میں اس کے اُجاگر کرنے کی طرف توجہ بہت کم کی گئی ہے۔ اس مقالہ میں اس اہم بات کا خاص لحاظ رکھا گیا ہے۔ خیرِ آخرت کی طلب میں آپ کی مسلسل جدوجہد، آپ کا ذوقِ علم، علم کی طلب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ہر وقت حاضری، پھر آپ کی بے مثل اور بے نظیر خدمت پر روشنی پڑتی ہے اور حبِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے جذبہ میں آپ کی جاں نثاری اور آپ پر فدا ہو جانے کی جو انگلیں آپ کے دل میں اُبھرتی تھیں اور اس کے حاصل کرنے میں جو شوقِ جہاد پیدا ہوتا تھا ان تمام بالوں کا نقشہ اس مقالہ میں آپ کو ملے گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کی اپنی خوبیوں کی وجہ سے ان کی قدر افزائی فرماتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے بہترین قرآن پڑھنے کے ساتھ ساتھ صحیح صوت کی نعمت سے بھی آپ کو نوازا تھا۔ ایک شب آپ تہجد میں قرآن پڑھ رہے تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم دیر تک کھڑے ہوئے آپ کا قرآن پڑھنا سنتے رہے پھر آپ نے فرمایا: مانگو جو تم مانگنا چاہتے ہو۔ یہ بار بار ارشاد ہوا۔ اس کے بعد جو دعا آپ نے مانگی ہے وہ آپ کی عالیٰ وصلگی، دنیا سے بے پروائی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے شیفتگی اور بلند فراسات کی یقینی شہادت ہے۔

دعا یہ ہے۔

اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ إِيمَانًا
لَا يَرْتَدُّ وَنَعِيمًا لَا يَنْقُذُ
مِرَافِقَةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ فِي أَعْلَى دَرَجَةِ الْجَنَّةِ
حَبْنَةَ الْخَلْدِ

اے اللہ! ایمان کی وہ دولت مانگتا
ہوں جو مجھ سے واپس نہ لی جائے وہ
نعمت مانگتا ہوں جو کبھی ختم نہ ہو اور
جنت الخلد میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
کی رفاقت کا خواستگار ہوں۔

جس طرح اس زندگی میں آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک لمحہ کے لئے
دور نہ ہوئے اسی طریقے سے جنت میں بھی جس نعمت کی طلب آپ نے کی وہ تیرا
صحبت بنوئی کی نعمت ہی تھی۔

۱۲) کسی صحابی نے کب اسلام قبول کیا، اسلام قبول کرنے میں کون کس سے پہلے
اور کون کس کے بعد ہے یہ مفصل بحث صرف اسی مقالے میں پیش کی جا رہی ہے
اور "عہد نبوی" کا ہر وہ واقعہ جس سے حضرت عبداللہؓ کا لگاؤ رہا ہوا انشاء اللہ
آپ کو اس مقالہ میں ضرور ملے گا۔

۱۳) اظہارِ حق میں بیباکی

اس عنوان میں یہ واقعہ آپ کو ملے گا کہ ایک دن جماعت کی نماز کے وقت
کوثر کا گورنر نہیں آیا تو آپ نے نماز پڑھا دی، گورنر ناراض ہوا اور آپ پر اعتراض
کیا مگر آپ نے بالکل پروا نہ کی بلکہ اس کی بے پروائی پر اس کو تنبیہ کی، اس سلسلے
میں مخالفت امیر کا الزام آپ پر قائم نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ ایک دن حضور اکرم
صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا تذکرہ فرمایا تھا کہ آئندہ ایسے حاکموں سے تم کو واسطہ
پڑے گا جو نماز میں بہت دیر کرنے کی بدعت شروع کریں گے اس وقت حضرت
عبداللہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تھا کہ اگر مجھے ایسے حاکموں
سے واسطہ پڑے تو کیا کروں اس کے جواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اسے ابن مسعودؓ تم مجھ سے پوچھتے ہو کہ کیا کرو گے؟

تسألنی ابن ام عبد کيف تصنع؟ لاطاعة لمن عصى الله
(جو اللہ کا نافرمان ہے اس کی اطاعت کی ذمہ داری نہیں، السنن لکبری ج ۳ ص ۱۲۶-۱۲۷)

۱۲) عہد عثمانی میں اظہارِ حق اور اطاعتِ امیر میں آپ دیکھیں گے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے اپنے عملی اور علمی اور دینی ذمہ داری ادا کرنے میں کیا توازن باقی رکھا اور اس دور کے فتنہ کے لاوے کو اپنے سے روکنے میں آپ کی عملی سعی کا کیا انوکھا طرز رہا یہ آپ کا کمال ہے کہ علم کی ذمہ داریوں کو پورا کرتے ہوئے بھی فتنہ سے اپنے آپ کو دور رکھا۔

رہا حضرت عثمانؓ پر یہ الزام کہ آپ کی تنخواہ بند کر دی گئی تھی کیسے صحیح ہو سکتا ہے؟ اس مقالہ میں آپ پڑھیں گے کہ حضرت ابن مسعودؓ نے خود ہی وظیفہ لینا چھوڑ دیا تھا۔ دوسرا سوال اس سلسلے میں یہ ہو سکتا ہے کہ خود ہی وظیفہ لینا چھوڑ دیا تو حضرت عثمانؓ کو اصرار کرنا چاہیے تھا کہ اہل بدر کا جو حق ہے وہ تو آپ لے ہی لیں لیکن اس اصرار کی ذمہ داری حضرت عثمانؓ پر نہیں عائد ہوتی کیونکہ کوفہ کا خزانہ جب آپ کے سپرد تھا تو ایک دن صبح صبح آپ نے اعلان کیا کہ لاکھ سو لاکھ درہم خزانہ میں سے کم ہیں۔ ایک طرف تو یہ واقعہ اور دوسری طرف خود اپنے حق سے دست برداری ایسی باتیں تھیں کہ جب تک تحقیقات سے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی بے قصور می ثابت نہ کر دی جاتی اس وقت تک حضرت عثمانؓ کا تنخواہ لینے پر اصرار اپنے دوست کی جنبہ داری قرار پاتا ہے۔ حضرت عثمانؓ اور آپ کے حالات بیان کرنے میں اپنی تاریخ نے ایک سے زیادہ موقعاں پر واقعات ایسے انداز سے پیش کئے ہیں کہ ان سے حضرت عثمانؓ کی سیاست بلکہ دیانت داری پر بھی حریف آتا ہے۔ اور خود آپ کی شخصیت بھی بے داغ نہیں رہتی۔

اس مقابلہ میں ان گوشوں کو اجاگر کیا گیا ہے کہ اگر ان پر نظر رکھی جائے تو نہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شخصیت مورد الزام رہتی ہے اور نہ آپ کی ذات پر کوئی حرف آتا ہے۔

آپ کے صاحبزادے عبدالرحمن اور ابو عبیدہؓ کی آپ سے روایتیں متصل ہیں یا نہیں فن حدیث میں اس تنقح کی بڑی اہمیت ہے اس کا جو فیصلہ کیا گیا ہے گودہ بڑے مورخین کے قول کے خلاف ہے مگر اصول حدیث کے فن کے قواعد پیش نظر ہیں تو وہ واجب التسلیم و ناقابل انکاس ہے۔

دوسرا حصہ

دوسرے حصہ میں آپ کی علمی فضیلت اور علمی خدمتوں کا تذکرہ ہے۔ علم حاصل کرنے اور علم کی اشاعت میں (درس قرآن اور تعلیم حدیث و فقہ) میں آپ کی جو جدوجہد رہی اس پر تفصیلی بحث ہے ہر زمانہ کے علماء میں آپ کا کیا وقار رہا۔ صحابہ کبار حضرت ابو بکر صدیقؓ، حضرت عمرؓ، حضرت ابوالدرداءؓ، حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ، حضرت معاذ بن جبلؓ وغیر ہم آپ کو کس نظر سے دیکھتے تھے؟ آپ کے تفقہ اور اجتہاد کے بارے میں ان سب کا کیا فیصلہ تھا؟ اور آپ کے شاگردوں میں آپ کی کیا قدر و منزلت تھی۔

بعد کے ائمہ اور علماء نے آپ کو کس وجہ کا مقتدا مانا ہے، تفقہ میں کس درجہ پر رکھا ہے۔ اس کا بھی تذکرہ ہے آپ کے ان شاگردوں کے نام بھی آپ کو اس حقیقہ میں ملیں گے جن کو اللہ تعالیٰ نے فقہ و حدیث میں اپنے اپنے زمانے کی امامت کا درجہ عطا کیا اور وہ امت کے پیشوا قرار پائے۔

(۷) جس طرح آپ علماء صحابہؓ میں ایک امتیاز رکھتے تھے اسی طرح آپ کے شاگرد

آپ کے معاصر صحابہؓ کے شاگردوں میں ایک امتیاز رکھتے تھے، پھر حیب یہ واقعات ہیں اور پکے ثبوت کے ساتھ تو پھر آپ کی شخصیت رلیسرچ کے لئے بالکل موزوں اور صحیح مستحق قرار پاتی ہے۔

(۸) اگر دنیا کے تمام مسلمانوں کو تین حصوں میں تقسیم کیا جائے تو ان میں سے دو تہائی سے زیادہ حصہ امت کا ہمیشہ وہی رہا ہے جو نبی علوم اور احکام میں آپ کے اور آپ کے شاگردوں کا خوشہ چیں اور قبح رہا ہے پہلی صدی ہجری سے لے کر اب تک یہ سلسلہ برابر قائم ہے۔

اس میں آپ کو وہ واقعہ بھی ملے گا جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود تقریر فرمائی تھی، پھر حضرت ابو بکر صدیقؓ کو تقریر کا حکم دیا، حضرت ابو بکر صدیقؓ نے امتثال حکم میں تقریر کی مگر اتنا ادب ملحوظ رکھا کہ آپ کی تقریر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تقریر کے برابر نہ ہو بلکہ کچھ کم ہی ہو، پھر حضرت عمرؓ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تقریر کا حکم دیا تو انھوں نے حضرت ابو بکرؓ کا بھی یہ ادب ملحوظ رکھا کہ ان کی تقریر حضرت ابو بکر صدیقؓ سے بھی مختصر ہو، پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن مسعودؓ کو تقریر کرنے کا حکم دیا تو آپ نے تینوں مقدس سنیوں کا ادب ملحوظ رکھا۔ ان سب سے مختصر تقریر کی اور اس قدر جامع کی کہ بڑی خوبصورتی سے اس میں اسلام کی تعلیم آگئی جس سے حضورؐ بہت خوش ہوئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کے ساتھ آپ اپنے رفقاء صحابہ کا بھی کس قدر احترام فرماتے تھے، اس کا بھی اندازہ ہونے لگا۔ (۱۰) اور اسی حصہ میں شرک و بدعت کی مماثلت پر بالکل نئے انداز میں بحث ہے۔ حدیث میں بدعت کا وہی انجام بتلایا گیا ہے جو قرآن میں شرک کا انجام ہے نتیجہ میں مماثلت کیوں ہے۔ اس نکتہ پر کسی کی نظر پہنچی ہو، بڑی تلاش

کے بعد بھی اس کا پتہ نہیں چلا۔ سب سے پہلے اس مقالہ میں یہ بات پیش کی جاتی ہے کہ شرک لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کے منافی اور ضد ہے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رسالت کے دائرے میں کیا کیا باتیں داخل ہیں جن میں دخل اندازگی کی انت کو اجازت نہیں بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے روکا ہے اور کون کونسی باتیں اس دائرہ حدود سے خارج ہیں جن میں ہم کو آزادی ہے کہ جو نفع بخش راستے اصول اسلام کے مطابق ہو ہم اختیار کریں۔ ان حدود میں سے ایک سے بھی ناواقفیت یا تو دین کی کسی نعمت سے ہمیں محروم کر دے گی یا بدعت کا شکار اس طرح بدعت اور شرک اپنی حقیقت اور نتیجہ دونوں کے اعتبار سے ایک دوسرے کی مماثل ہیں بدعت کے گرفتار کی بڑی بدستوری ہے کہ وہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی پیش کردہ شریعت کی صحیح قدر دانی سے محروم ہو جاتا ہے۔

حضرت محی الدین اکبر ابن عربیؒ نے بالکل صحیح لکھا ہے۔
 الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَمَّتْ خَلْقِكُمْ نِعْمَتًا وَبِعْدَانِيَّةٍ
 الْكَمَالُ لَا يُقْبَلُ الزِّيَادَةُ وَالزِّيَادَةُ فِي الدِّينِ نَقْصٌ لَهُ
 فِي الدِّينِ وَذَلِكَ هُوَ الشَّرْعُ الَّذِي لَمْ يَأْذَنْ بِهِ اللَّهُ.
 دین میں کتبہ بیعت کا نام ہے اور یہ وہ راہ ہے جس پر چلنے کی اجازت
 اللہ تعالیٰ نے نہیں دی ہے۔

کسی جائز کام میں کتنی من مانی شریک کر کے اس مشروع عمل کو بدعت بنا دیا جاتا ہے ان کی صرف دعا ایک مثالوں کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ تمام بدعات کو گناہ یا نہیں کیا ہے۔ مقالہ میں شرک و بدعت کی حقیقت پر صرف علمی بحث ہے۔

عبداللہ بن مسعود نے قرآن و سنت کی روشنی میں جو فیصلے کئے ہیں صرف ان کو پیش نظر رکھ کر بحث کی گئی ہے۔ اس سے آپ کی علمی وسعت کا اندازہ کیجئے کہ حقیقت رسی میں بالکل نشنگی نہ پائیے گا۔

تفسیر اِحصہ

تیسرے حصے میں آپ کے اقوال و خطبے ہیں۔

عربی میں صرف حلیۃ الاولیاء اور اس کے خلاصوں میں صحابہؓ کے اقوال پیش کرنے کا اہتمام ملتا ہے۔ اُردو میں سیرت صحابہ کی جو کتابیں اشاعت پذیر ہوئی ہیں ان میں بطور نمونہ چند اقوال ملیں گے۔ سب سے پہلے اس مقالہ میں علمی بلکہ تعلیمی یہ اہتمام نظر آئے گا۔ آپ کی نصیحتوں اور ملفوظات کو پیش کیا گیا ہے ان سے درس و ہدایت تو مقصود ہے ہی اس کے ساتھ اس اہم امر کی طرف بھی توجہ مبذول ہے کہ صحابہؓ کے ملفوظات اور تیسری، چوتھی صدی کے بعد کے بزرگوں کے ملفوظات میں کیا فرق ہے۔ صحابہ کے افکار و خیالات نے جن اعمال کو جنم دیا تھا اس سے اُمتِ مسلمہ تمام اقوام عالم میں ممتاز رہی اور عالم میں امن کی نفاذ قائم ہوئی سب تک آخرت کا یقین اور اس یقین کی بنا پر صحابہ کے عمل ظہور پذیر ہوتے رہے۔ اُمت ترقی کرتی رہی۔ ان دونوں زمانوں کے افکار و خیالات کے فرق کا کیا اثر امت کے اعمال پر ہوا۔ اور امت اس تبدیلی سے زوال کے رُخ پر پہنچ گئی۔ اس حصے کے ابتدائی صفحات میں آپ کے کلام کی خوبیاں اور اس کی اہمیت کا بیان ہے، ان اقوال اور خطبوں کے پیش کردہ حصوں سے نہ صرف آپ کی فصاحت و بلاغت، قدرت کلام اور فہم و فراست پر روشنی پڑتی ہے بلکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمنشینی سے جو تمنا میں اور آرزو میں آپ کے

دل و دماغ میں جاگزیں ہو گئی تھیں ان کا بھی پتہ چلتا ہے۔ آپ کی صحبت سے آپ میں خیر و اخوت کی وہ تڑپ پیدا ہو گئی تھی کہ جس سے دنیا کی سر بلندیوں کو اس کی طلب میں قربان کرنا آپ کے لئے بڑا آسان ہو گیا تھا۔ آپ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خوب اس قدر بس گئی تھی کہ آپ کے اقوال پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال کا دھوکا ہوتا ہے۔

چوتھا حصہ

(۱۲) چوتھے حصے میں پہلے ان وجوہ اور اسباب کا ذکر کیا گیا ہے کہ جس میں ایک ہی مسئلے کے متعلق حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مختلف حدیثوں کی روایات ہیں؟ پھر اس اصولی مسئلہ پر بحث ہے کہ حدیث کے قومی اور ضعیف ہونے کا دار مدار روایت کے قومی و ضعیف ہونے کے جو اصول ہیں ان کی مطابقت اور راویوں کے حالات پر ہے یا خاص خاص کتبوں میں ان روایات کے پائے جانے پر اور ان میں درج ہونے پر کیا ان اصولوں سے قطع نظر کر کے صرف خاص خاص محدثین کے فیصلوں کے آگے سپر ڈال دی جائے اور ان کی تقلید جامد کی جائے؟ حدیث پر فنی نقطہ نظر سے کام کرنے والے حضرات اس نتیجے کی اہمیت سے واقف ہیں۔ حدیث کے اصول و قوانین جس فیصلے کے متقاضی ہیں وہی مستحکم فیصلہ پیش کیا گیا ہے۔ مگر ہر قسم کی گروہی عصبیت سے خالی الذہن اور شخصیت پرستی سے بالاتر ہو کر جب تک یہ اصول ذہن میں رکھ کر ہم غور نہ کریں تو مقالہ میں پیش کردہ فیصلہ خاص عصبیت والے گروہ پر سخت گراں گذرے گا۔

یہ اصولی بحث بطور پس منظر کے ہے۔ اس حصے میں تیسری صدی کے ایک

عالم حافظ ابو بکر بن اسحاق بن ایوب نیشاپوری کے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ پر جو چلے
اعتراضات ہیں ان کو پیش کیا گیا ہے۔ پہلے ان چھ اعتراضات کی تفتیح کی گئی ہے
پھر اس پر گفتگو کی گئی ہے کہ ان میں سے کس کس اعتراض کی نسبت حضرت عبداللہ
بن مسعودؓ کی طرف صحیح ہے اور کس اعتراض کو آپ کے ذمہ لگانا صحیح نہیں ہے۔
اس بحث سے یہ بات آئینہ ہو گئی کہ ان میں کئی باتیں ایسی ہیں کہ ان کو اعتراض
کہنا ہی صحیح نہیں ہے۔ ان دونوں تفتیحوں سے اعتراضات کی تعداد آدھی رہ
گئی۔ اعتراضات پڑھنے کے بعد جوابات آپ پڑھیں تو ان کا وزن معلوم
ہو جاتا ہے۔ قومی پہلو سامنے آجاتا ہے۔

(۱۳) جوابات کے طرز سے پتہ چل جاتا ہے کہ حضرت ابن مسعودؓ کا نقطہ نظر قابل
قبول ہے یا علامہ نیشاپوری کے شبہ میں جان ہے۔

(۱۴) معوذتین کے سلسلے میں قرآن کے تواتر اور مصحف ابن مسعودؓ پر مفصل
بحث ہے۔

پانچواں حصہ

اس حصے میں آپ کے فقہی مسائل اور فتاویٰ جمع کئے گئے ہیں جو بلاشبہ آپ کے
امیازی علم کا خزانہ ہیں۔ آپ کے بیان کردہ مسائل آپ کی وسیع دسترس اور وقت
نظر کی زبردست شہادت ہیں۔ صرف حنفی فقہ کی کتابوں سے یہ مسائل و فتاویٰ
جمع نہیں کئے گئے ہیں بلکہ شافعی محدثین کی بڑی سے بڑی کتابوں سے
اور ایسے ہی حنبلی فقہاء و محدثین کی بڑی سے بڑی کتابوں سے بھی ان مسائل و فتاویٰ
کو جمع کیا گیا ہے ان کتابوں کو سامنے رکھ کر مواد جمع کیا گیا ہے۔ نقل و نقل کی
شکل نہیں آنے دی گئی۔

135446

حنفی مکتب خیال کی کتابوں کے علاوہ دوسرے مکاتب خیال کی قابلِ اعتماد کتابوں سے استفادہ میں یہ بات پیش نظر رہی ہے کہ کوئی مسئلہ صرف حنفی کتابوں میں حضرت کی طرف منسوب ہوا اور دوسرے مکتب خیال کے علماء اس کو تسلیم نہ کرتے ہوں تو اس کی تفتیح ہو جائے۔

(۱۶) اس حصّہ کے دیباچہ میں سب کتابوں کے نام اور تعداد کا ذکر کر دیا گیا ہے۔ اسی حصّے میں پہلے فقہ کی حقیقت اور ضرورت کا مختصر بیان ہے جو حضرات قیاس و اجتہاد کو صرف انسانی ذہن کی نکتہ آفرینی اور سخت طرازی باور کرتے ہیں ان کا اعتراض ہے کہ قرآن کے قَبِيَانًا لِكُلِّ شَيْءٍ اور حسبنا کتاب اللہ کے بعد خود حدیث کی ضرورت محل بحث بن جاتی ہے اور اگر حدیث و سنت کا منصب تو ضیح احکام قرآن و تبیین آیات الہی تسلیم بھی کر لیا جائے تو بھی فقہ کا علوم دینیہ میں شمار کرنے کا حکم دیا ہے۔ بڑے بڑے صحابہؓ بھی دین میں رائے سے حکم لگانے سے بچتے نظر آتے ہیں اور فقہ کا بڑا ذخیرہ اسی قیاس و اجتہاد کا مروجہ کی منت ہے تو فقہ کا دینی علوم میں شمار کرنا صحیح نہیں ہو سکتا اس کا مفصل جواب دیا گیا ہے کہ قیاس و اجتہاد صرف خیال آسانی اور شخصی اُپچ کے اظہار کا نام نہیں ہے بلکہ رُوحِ شریعت کو سامنے رکھ کر قرآن و سنت کے وسیع ذخیرے سے خاص دینی اصول کی پابندی میں بالغ نظری سے کام لے کر دُررِ رَسَنِ نَتَائِجِ صُرُودِ مَنَّا کے وقت اُمت کے سامنے پیش کرنا ہیں تاکہ اُمتِ معرکہ آرا و مسائل میں کسی وقت بھی دین کی رہنمائی سے محروم نہ رہے۔

تفصیل فقہ ابن مسعود کے پیش لفظ میں ملاحظہ کیجئے۔
آپ کے اقوال اور فتاویٰ کو بہت سے صحابہؓ اور ائمہ و فقہاء کی موافقت و تائید حاصل ہے۔ یہ حصّہ زیادہ ضخیم نہ ہو جائے اس لئے ان موافقوں اور

تائیدات کا استیعاب نہیں کیا گیا۔ سالفین اولین صحابہ کرامؓ نہیں اتنے فتوے اور فقہی اقوال کسی اور صحابی کے نہیں گئے۔ حضرت علیؓ، حضرت ابن مسعودؓ کے انتقال کے بعد مدت تک زندہ رہے۔ اس طرح قدرتی طور پر حضرت علیؓ کے فتوؤں کا ذخیرہ زیادہ ہی ہونا چاہیے تھا۔ مگر آپ سے زیادہ محبت کے دعویدار فرقہ نے انہیں مستند نہ رہنے دیا۔ ضرورت ہے کہ آپ کے مستند فتاویٰ بھی معتد ذرائع سے جمع کر دیئے جائیں۔

صحابہ کے فتاویٰ اور فقہی مسائل سے فقہ کس طرح وجود میں آئی اور اس میں ابن مسعودؓ کے شاگردوں کا کتنا حصہ ہے یہ بحث آپ کے دور کے بعد والے عہد کی ہے۔ اس لیے یہاں اٹھانی مناسب نہیں سمجھی گئی۔

اس دیباچہ میں (۱۶) حدیث ثقلین۔ اور (۱۸) حضرت معاذؓ کی اجازت اجتہاد والی حدیثوں پر جو بحثیں ہیں ان سے ان کے استناد کا درجہ متعین ہوتا ہے ان حدیثوں کے مختلف مباحث پر جو جامع و فائر نظر ڈالی گئی ہے ان سے نیکو پر پہنچنا آسان ہو جاتا ہے علماء سے ان کے قدر افزائی کی توقع ہے۔

الحمد لله الذی بنعمته وحیالہ تتم الصالحات

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حضرت عبداللہ بن مسعود ^{رضی اللہ عنہ}

نام و نسب

آپ کا نام عبداللہ ہے۔ والد کا نام مسعود تھا اور سلسلہ نسب یہ ہے۔
مسعود بن غافل بن حبیب بن شمیخ بن فاربن مخزوم بن صابہ بن کابل بن الحارث بن تیمم
بن سعد بن ہذیل ابن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان۔

سہ اسلام کی اشاعت سے پہلے (۶۲۷ء) انھیں کا نام عبداللہ تھا اور سب سے بے شرف باسلام ہو کر صحبت نبوی کی سعادت سے بہرہ ور ہوئے حضرت عبداللہ بن مسعود بھی ان ہی میں ہیں۔ ان میں حضرت عبداللہ بن عباس حضرت عبداللہ بن حضرت عبداللہ بن زبیر حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص کو بہت حاصل ہوئی (۲۳۳) اصابت طبع قدیم ص ۱۲۶ (۲۶۱) ص ۱۲۷ النبلاء للعلامة الذہبی ص ۲۲۱ ابن سعد البیہقی ص ۱۰۶ مستدرک حاکم جلد ۳ ص ۳۱۲۔
۱۳ عرب میں عزت کا بڑا ذریعہ شعر و شاعری تھا قبیلہ کلابی رو سی ہوا کرتا تھا جو شاعر موقنا تھا آپ کے قبیلہ ہذیل میں بہت شاعر گنتے ہیں آپ کے قبیلہ کے شعرو کے اشعار کو ایک حکم جمع بھی کیا گیا ہے۔ ان کو اس قدر اہمیت دی گئی ہے کہ درساؤر سا پڑھا جاتا تھا چنانچہ اہمعی اتنے بڑے لغوی و ادیب نے نام شاعری سے اشعار انہیں لیاں کا درس لیا (ابن خلکان تذکرہ امام شافعی) ان اشعار کی قدیم ادب نے اہتمام سے شرح بھی لکھی ہے۔ شرح اشعار الہذلیوں میں آپ کے قبیلہ کے ۱۹ اشعار کے ۱۲۷ فقید جمع کئے گئے ہیں۔ ادیب ابو سعید بن اسحق العسکری نے اشعار الہذلیوں کے نام سے جو شرح لکھی ہے اس کا ترجمہ لوریپ کی مندرجہ ذیلوں میں موجود ہے۔ اس کا ایک انگریزی ترجمہ بھی ہماری نظر سے گذرا ہے جو ۱۸۵۷ء میں لندن سے شائع ہوا تھا۔ بغداد میں احمد ناجی خدیجہ عبدالرزاقی نے اس کا مکمل تیار کیا اس کا نام ہے التمام فی تفسیر اشعار ہذیل سما انقلہ ابو سعید العسکری۔ عرب کا مشہور قبیلہ ہذیل بھی قبیلہ بنی ہذیل ہی کی شاخ ہے۔ اس لئے آپ کا قبیلہ معزز قبائل میں شمار ہوتا ہے۔

والدہ کا نام

ام عبد ہے سلسلہ نسب یہ ہے۔ ام عبد بنت عبد ود بن سواہ بن فریم بن صاہلہ بن کابل۔ اس شجرہ نسب سے ظاہر ہے کہ پانچویں پشت میں حضرت عبداللہ کی والدہ کا خاندانی سلسلہ ان کے والد مسعود سے جانتا ہے بعض لوگوں کو حضرت عبداللہ کی والدہ ام عبد کے ناہنالی شجرہ نسب سے غلط فہمی ہوئی ہے کہ ان کی والدہ بنو زہرہ سے تھیں حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ حضرت عبداللہ کے والدین ایک ہی خاندان کی دو مختلف شاخوں سے تعلق رکھتے ہیں مسعود کے والد غافل جاہلیت (اسلام کے پہلے زمانے میں) اپنی ساس کے باپ عبد بن الحارث بن زہرہ کے حلیف بنے اور مکہ میں سکونت اختیار کر لی اور حضرت عبداللہ کی نانی یعنی مسعود بن غافل کی ساس بنو زہرہ سے تھیں۔ اس طرح آپ کے والدین اور آپ کی سکونت مکہ میں ہو گئی۔ ام عبد کی ماں ہندہ بنت عبد بن الحارث بن زہرہ بن کلاب تھیں۔ لوگوں نے حارث بن تمیم اور حارث بن زہرہ میں کوئی امتیاز نہیں کیا اور ام عبد کو بنو زہرہ میں شمار کر لیا یا ان کی ماں چونکہ بنو زہرہ سے تھیں اس لئے دھوکہ ہوا اور خود ان کو بنو زہرہ سے کہہ دیا۔

آپ کے والد کا انتقال اسلام سے پہلے ہی ہو گیا تھا۔ اللہ آپ کی والدہ ایمان لائیں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کا شرف بھی حاصل کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ازواج مطہرات کی بڑی خدمت گزار تھیں، طبری اور ابن عبد البر استیعاب میں روایت کرتے ہیں۔

۱۔ تاریخ طبری طبع لوبپ ص ۲۳۷ و طبقات ابن سعد جلد ۳ و مستدرک حاکم جلد ۳ ص ۳۱۲۔

۲۔ طبقات الکبریٰ ابن سعد ص ۱۳۱ اول ۳۲۔ ۳۔ فتح الباقی جلد ۷ ص ۷۰ مناقب عبداللہ ص ۷۰۔

بخاری۔ ۴۔ طبری طبع یورپ استیعاب حال ام عبد۔

وروت انہا بات عند ہم
لیلة فقام النبی صلی اللہ
علیہ وسلم قرأته قنت
فی الوتر قبل الركوع^۱

انہوں نے روایت کی ہے کہ ایک شب آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے مکان میں گزاری تو آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ رکوع سے پہلے
اپنے وتر میں دعائے قنوت پڑھی۔

۳۔ آپ کے قبیلے کے اور مسلمان

آپ کے قبیلے کے آپ کے بھائی عتبہ کے علاوہ سات صحابی اور ہیں۔

(۱) اسامۃ الہندی والد ابی الملیح الہندی خزیم کے موقعہ پر بارش ہونے پر آپ نے فرمایا
تھا۔ صلواتی رحا لکم، اس واقعہ کو آپ ہی نے روایت کیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کے روایف ہونے کا شرف بھی آپ کو حاصل ہوا ہے۔ اسی وقت اونٹ نے مھٹو کر
کھائی تو بے ساختہ اُٹھوں نے کہا نفس الشیطان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم
دی لغزش کے موقعہ پر بددعا کے طور پر بھی شیطان کا نام نہ لو بلکہ بسم اللہ کہو (۲)
ابو الملیح الہندی۔ ابو الملیح کا نام عامر بن اسامہ ہے بصرہ میں آکر سکونت اختیار کی۔
”صلواتی رحا لکم“ ان ہی کی روایت کردہ حدیث ہے۔ (۳) سلمہ بن الحبیب الہندی جو بن
بن قتادہ نے ان سے روایت کی ہے ان کے والد کا نام صخر ہے محقق قال نیک کے
طور پر اس کو کہتے تھے جو اپنے دشمن کا ایسا پیچھا کرنے والا ہو کہ ڈر سے دشمن کی بھاگتے
بھاگتے بے اختیار ہوا سرکنے لگے، انہ یضطرطعدا وین خین میں شریک
رہے میدان جنگ میں ان کے صاحبزادے سنان کی پیدائش کی خوش خبری سنائی
گئی تو فرمایا۔ بِسْمِ اللّٰهِ رَمِیۡتِیۡ فِی سَبِیْلِ اللّٰهِ عَنِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلٰی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ
احب الی مما یبشرتمونی بہ (اصابہ) پھر ان میں بھی شریک رہے (۴) ابوسنان

۱۔ ترمذی کتاب لعل میں ہے روی سفیان الثوری عن ابان بن ابی عیاش قال عبد اللہ بن مسعود أخبرنی انی انہا بات
عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم قرأت النبی صلی اللہ علیہ وسلم قنت فی وترہ قبل الركوع ص ۲۲۶ ج ۲ طبع مجتبائی ۱۳۱۵ھ

بن عبد اللہ الہندی (۵) معقل بن خریبہ بن واثلہ بن عمرو بن عبد یاسیل الہندی (اصحابہ)
 (۶) ابو عزرہ بن لیث بن عبد اللہ الہندی۔ بصرہ میں گھر بنا یا بعیۃ الرضوان میں شریک
 رہے۔ خمسة لا یعلمہا الا اللہ کی حدیث کے راوی ہیں۔ (۷) سفیان الہندی
 ابو النضران کے والد عبد المطلب کے رفیق سفارت تھے جب عبد المطلب ابرہہ
 کے پاس گئے تھے۔ یہ شاعر تھے شاعری میں قریش پر چوٹ کرتے تھے تو آنحضرت
 صلی اللہ علیہ وسلم نے روکا (اصحابہ) (۸) آپ کے بھائی عتبہ بن مسعود الہندی مشہور
 صحابی ہیں حبشہ کی ہجرت ثانیہ میں حضرت عبد اللہ بن مسعود کے ساتھ تھے پھر مدینہ
 واپس آئے جنگ احد اور اس کے بعد کے غزوات میں شریک ہوئے ان کے
 انتقال پر حضرت کو بہت رنج ہوا۔ عبد اللہ بن مسعود کے بہت رنجیدہ ہونے پر
 حضرت سے لوگوں نے سوال کیا تو فرمایا کہ میرے بھائی اسلام میں میرے رفیق
 تھے، تبیری بابت یہ کہ حضرت عمر کو چھوڑ کر سب سے زیادہ مجھے محبوب تھے
 سیرت محمدیہ میں ہے کہ آپ حضرت عبد اللہ سے پہلے مسلمان ہوئے۔ علقمہ بیان
 کرتے ہیں کہ میں حضرت عبد اللہ کے ساتھ ان کے بڑے بھائی عتبہ کی عیادت
 کے لئے گیا تو حضرت عبد اللہ نے دیکھا کہ بیماری کی وجہ سے وہ سجدہ نہیں کر رہے
 ہیں ایک پنکھا ہاتھ میں لے رکھا ہے اس پر سجدہ کرتے ہیں۔ آپ نے ان کے
 ہاتھ سے پنکھا لیا اور فرمایا زمین پر سجدہ کرو اور اگر زمین پر سجدہ نہ کر سکو
 تو سجدہ کا اشارہ کرو اور سجدہ کا اشارہ رکوع کے اشارہ سے زیادہ جھکا ہوا ہو
 (بیہقی ج ۲ ص ۳۰۷)۔

۴۳۔ کنیت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کی کنیت ابو عبد الرحمن رکھی جب شاہ

لہ اسد الغابۃ والانساب ۳۷۱ الادب المفرد باب ۳۲۶ و باب ۴۱۹

ہیں آپ کے صاحبزادے پیدا ہوئے تو اسی مناسبت سے آپ نے ان کا نام
عبدالرحمن رکھا ابھی گذرا کہ آپ کی والدہ کا نام ام عبدمقنا اسی وجہ سے ابن ام
عبدآپ کی دوسری کنیت ہے آپ نے اس دوسری کنیت سے زیادہ شہرت
پائی۔

۵۔ حلب

آپ کا جسم لاغر اور قد چھوٹا تھا۔ رنگ گہرا گندمی تھا۔ آپ خضاب نہیں
کرتے تھے۔ آپ کے بھائی عتبہ کے پوتے حضرت عید اللہ کا بیان ہے کہ
کان عبد اللہ رجلا آدم
نحيفا قصيرا الشدا لاد
وکان لا یغیر
ابن خزیمہ کے الفاظ ہیں۔
حضرت عبد اللہ بہت دبلے پتلے چھوٹے قد
کے تھے۔ اور بہت سا اونگڑا رنگ تھا۔
خضاب نہیں فرماتے تھے۔

کان عبد اللہ رجلا آدم
علیہ مسحة اعرالی لطیف
الجسد خفیف اللحم (کتب الحج)
حضرت عبد اللہ گندمی رنگ کے تھے
بدو جیسے معلوم ہوتے تھے دبلے تھے
بہت ہلکا جسم تھا۔

۱۔ مستدرک حاکم ج ۲ ص ۳۱۲ حافظ ابن حجر عسقلانی کا خیال ہے کہ اس کنیت کے کم شہرت پائی اس حضرت
سلی اللہ علیہ وسلم اور کبار صحابہ کے زمانہ میں تو ابن ام عبد کی کنیت زیادہ رائج پائی جاتی ہے صحابہ کے
آخر دور میں اور تابعین اور اس کے بعد ابو عبد الرحمن کی شہرت بالکل صحیح ہے۔

۲۔ میر اعلام النبلاء ص ۲۳۳ ج ۱۔

۳۔ منقول از اتحاف الہرہ فی اطراف الشہر نسخہ خطی (حدیث عربی نمبر ۳۵ ج ۱) کتب خانہ صفیہ
مسند عبد اللہ بن مسعود۔

آپ کی زلفیں نہایت نرم خوبصورت تھیں جو آپ کے کانوں تک اس طرح
 ٹکنتی رہتی تھیں کہ ایک بال بھی ادھر ادھر نہیں ہو پاتا تھا۔ ہبیرہ بن یزید کہتے ہیں۔
 کان لعبد اللہ شعریرفہ عبداللہ بن مسعود کے بال کانوں سے اٹھ
 علی اذنیہ کا فاجعلی بعسل^۱ رہتے تھے گویا شہد سے جمائیے گئے ہیں۔
 بعض اوقات آپ کے بال بڑھ کر شانوں تک آجاتے تھے جنہیں آپ نماز
 کے وقت کانوں کے پیچھے کر لیتے تھے۔

کان شعر عبد اللہ بن مسعود حضرت عبداللہ بن مسعود کے بال گرین
 یبلغ ترقوتہ نرائیہ اذلی تک لٹک آتے تھے، نماز پڑھتے وقت
 یجعله وراعی اذنیہ^۲ آپ دونوں کانوں کے پیچھے کر دیا کرتے تھے۔
 آپ کا شکم نسبتاً بڑا اور ٹانگیں بہت پتلی تھیں۔ آپ کو اپنی کمزور اور پتلی ٹانگیں
 کا احساس تھا اس وجہ سے آپ ہمیشہ انھیں چھپائے رہتے تھے۔
 ام مریسی کہتی ہیں۔

سبعت علیا یقول أمر النبی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم ابن مسعود کو حکم دیا کہ درخت پر چڑھ کر
 مسعود ان یصعل شجرة کچھ سوائل لے کر آئیں ان کے
 نباتیہ بشتیٰ منها منظر اصحابہ ساتھ ان کے پیروں کا پتلا پن دیکھ
 الی حموشة ساتیہ فضحوا کر سنسنے لگے آنحضرت صلی اللہ علیہ
 منها فقال النبی صلی اللہ وسلم نے فرمایا تم کیا سنتے ہو۔ قیامت
 علیہ وسلم ان تصحکون میں ان کی ٹانگیں میزان میں احر سے
 لکر جل عبد اللہ یوم القیمة زیارہ وزنی ہوں گی۔
 فی المیزان انقل من احد^۳

۱۔ طبقات ج ۳ ق ۱۱۱۔ ۲۔ ایضاً ص ۱۱۲۔ ۳۔ طبقات ج ۳ ق ۱۰۹

مزاج بہت شگفتہ تھا۔ بہت ذکی و ذہین تھے۔

۶۔ لباس

آپ کا لباس نہایت سادہ لیکن سامتھری نہایت صاف اچھا اور بے داغ ہوتا تھا۔ آپ کے خادم نضیع کا بیان ہے کہ حضرت پوشاک عمدہ سفید پہنتے تھے۔

کان عبد اللہ بن مسعود حضرت عبد اللہ بن مسعود بہت عمدہ
من اجود الناس ثوباً بضع اور نہایت سفید لباس پہنتے تھے
من اطیب الناس رجاء اور بہتر خوشبو استعمال کرتے تھے۔

۷۔ غذا

آپ کا کھانا پینا بہت سادہ ہوتا تھا۔ کھانے کے بعد آپ عموماً کھجور بھگو کر اس کا پانی پیتے تھے ایک مرتبہ آپ کے شاگرد حلقمہ نے عرض کیا اللہ آپ پر رحم کرے آپ امت کے پیشوا اور مقتدا ہیں اور کھجور کا پانی پیتے ہیں۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کھجور کو بھگو کر اس کا شربت پیتے دیکھا تھا، اگر میں آپ کو نہ دیکھتا تو ہرگز نہ پیتا۔

۸۔ آپ کے مزاج کا وقار اور سنجیدگی

آپ طبعاً نہایت سنجیدہ واقع ہوئے تھے لیکن اس سنجیدگی میں خشکی اور دشتی نہ تھی بلکہ عالمانہ وقار و تمکنت ظاہر ہوتی تھی۔ کسی کا مذاق اڑانے اور عیب جوئی کو بہت بُرا سمجھتے تھے۔ انسان تو انسان ناپاک جانور کا مذاق اڑانا بھی بُرا سمجھتے تھے۔ فرماتے ہیں۔

لو سخرت من کلب الخشیت اگر میں کتے کا مذاق اڑاؤں تو اور ہے کہ
ان اکون کلباً کہیں کتا نہ بنا دیا جاؤں۔

سیر اعلام النبلاء۔ مسند امام اعظم ص ۲۰۱۔ سیر اعلام النبلاء ص ۳۵۲

ہنسی مٹھا کھیل کو اور لایعنی باتیں کرنے والے لوگوں کو آپ بے عمل کہہ کر ان سے اظہارِ بے زاری کیا کرتے تھے۔ فرماتے ہیں۔

انی لا کرکان اری الرجل
فارغالیس فی عمل الاخر
ولا فی عمل الدنیا۔
اور نہ دنیا کا۔

۹۔ خوشبو کا شوق

اپنی طبعی نفاست پسندی کی وجہ سے آپ خوشبو کثرت سے استعمال کرتے تھے دن رات میں کہیں سے آپ گزرتے تو بھی آپ محض اس خوشبو کی وجہ سے پہچان لئے جاتے جو فضا کو معطر کر دیتی تھی حضرت طلحہ فرماتے ہیں۔

کان عبد اللہ یعرف ۱ راتوں میں حضرت عبداللہ کو ان
باللیل بدریح الطیب۔
کی خوشبو کی وجہ سے پہچان لیا جاتا تھا۔

۱۰۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پہلا دیدار

عثمان بن المغیرہ بن عبد بن دہب سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار سے پہلے پہل آپ کے مشرف ہونے کا حال خود ان کی زبان سے یوں بیان فرماتے ہیں کہ میں اپنے چچاؤں (یا اپنی قوم کے چند لوگوں) کے ساتھ خوشبو کی پیزیں خریدنے مکہ آیا۔ حضرت عباسؓ (جو خوشبو و عطریات کی تجارت کرتے تھے) کے پاس پہنچا۔ وہ اس وقت چاہ نہ مزوم پر تھے۔ خریداری کی گفتگو کے لیے ہم بھی وہیں بیٹھ گئے۔ اتنے میں دیکھا ایک صاحب باب الصفا سے داخل ہوئے۔ نہایت گورارنگ، سپیدی پر سرخی دوڑ رہی تھی، سامنے کے دانت بڑے چمکتے ہوئے تھے۔ سینہ سے لے کر ناف تک بارہک بالوں کی

ایک دھاری مٹھی، ہتھیلیاں پر گوشت تھیں۔ واڑھی گھنی، سفید لباس میں ملبوس، چہرہ گویا ماہ شب چارو دم، واسنی جانب ایک خوبصورت کم عمر لڑکا مٹھا اور پیچھے ایک خاتون جو اپنے آپ کو ڈھانکے ہوئے تھیں۔ تینوں حجر اسود کے پاس آئے اور انھوں نے علی الترتیب اس کو بوسہ دیا، پھر سات مرتبہ طواف کیا۔ اس کے بعد رکن یمانی کے سامنے آکر ہاتھ اٹھائے، تکبیر کہی اور نماز پڑھی۔ ہم نے لکھ میں یہ نئی بات دیکھی۔ حضرت عباس رضی سے دریافت کر لے پر آپ نے بتلایا کہ میرے بھتیجے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بن عبداللہ ہیں دوسرا لڑکا بھی میرا بھتیجا علی (رضی اللہ عنہ) بن ابی طالب ہے وہ بی بی خدیجہ (رضی اللہ عنہا) ان کی بیوی ہیں۔ اس دین کے پیرو اس وقت ساری دنیا میں یہی تینوں ہیں۔

۱۱۔ آپ کا قبول اسلام

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری بار زیارت اور پہلی مرتبہ بالمشافہ گفتگو کا واقعہ اس طرح بیان کرتے ہیں کہ :-

کنت غلاما یا فعاذ علی غنما	میں چڑھتی جوانی کی عمر کا ایک لڑکا تھا اور
لعقبۃ بن ابی معیط ف جاء البنی	عقبہ بن ابی معیط کی بکریاں چرائی تھیں ایک
صلی اللہ علیہ وسلم وقد فرامن	مذنبہ آنحضرت صلعم اور ابو بکر شریف لائے
المشرکین۔ فقال یا غلام	یہ دونوں مشرکین سے بھاگ کر آئے تھے
هل عندک من لبن تسقینا	اور مجھ سے دودھ مانگا۔ میں نے عرض
فقلت انی مؤمن ولست ساقیما	کیا (میں بکریوں کا ناک نہیں ہوں) میرے
فقل البنی صلی اللہ علیہ وسلم	ذمہ بکریاں ہیں اور میں امین ہوں میں دودھ
هل عندک جدعة لم یبز	آپ لوگوں کو نہیں بلا سکتا حضور اکرم صلعم

عليها الفحل قلت نعم
فانذهم ما بها فاعتقلها
النبي صلى الله عليه
وسلم ومسح الضرع و
دعا فحفل الضرع ثم
انكأ ابو بكر صبخرته
متفعرته فاحتلب فيها
فشرب ابو بكر ثم شرب
ثم قال للضرع اقلص
فقلص قال فانيت
بعد ذلك فقلت علمني
من هذا القول قال انك
غلام معلم

۱۲۔ اسلام میں آپ کا وجہ
استیعاب ہے۔

کان اسلامه قد یمافی جین اسلام
سعید بن زید و زوجة فاطمة
بنت الخطاب قبل اسلامه عمر بن
ابو سلمہ

نے فرمایا کہ تیرے پاس کوئی ایسی بکری بھی ہے
جس کا بھی تک نہ سے میل نہ ہو اور میں نے کہا ہاں
میں ایسی بکری آپ کے پاس لے کر آیا۔ آپ نے اس
بکری کو باندھ لیا اور تھن پر پاتھ پھیرا اور دعا کی
تھن دودھ سے بھر گیا پھر حضرت ابو بکر ایت تھن
لے کر گئے جس میں گرہا تھا اس میں دودھ پلما
ابو بکر نے دودھ پیا اور پھر میں نے پیا پھر اپنے
تھن کو حکم دیا کہ سکاڑھا۔ وہ سکا گیا اس کے بعد میں
آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ سے درخواست
کی کہ یہ بات مجھ کو بھی تعلیم کیجئے تو آپ نے مجھ کو
بشارت دی انشاء غلام معلم تم بہتوں کو
پڑھانے والے ہو گے عبداللہ بن مسعود کے
دل پر اس واقعہ کا بڑا اثر ہوا اور آپ نے فوراً

اسلام قبول کر لیا اس وقت آپ کی عمر شہزادہ حسین سال کے درمیان تھی

۱۔ مشہور جبر بن جبریل جلد ۱ ص ۲۶۹ نمبر ۲۱۲ مسند کے الفاظ ہیں ایک عظیم معلم ۱۲۔ سیر اعلام النبلاء طبقات
ابن سعد ص ۱۱۱ ج ۲ علامہ ابن قیم کہتے ہیں کہ وہ شہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عبد اللہ بن مسعود عظیم معلم
الاعلام المؤمنین جلد ۱ ص ۱۶۱ طبع بی الدین عبد الحمید ص ۱۳۷ مسند کے جلد ۳ ص ۳۱۲ ط ابن سعد جلد ۲ ص ۱۰۹

متدرک حاکم اور طبقات ابن سعد میں ہے کہ عبداللہ بن مسعود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دارالرقم میں داخل ہونے سے پہلے اسلام لائے تھے۔ وہ خود کہتے ہیں کہ وہ اپنے کو چھٹا مسلمان جانتے تھے۔ ان چھ کے علاوہ کوئی اور مسلمان نہ تھا ابن اسحاق کی تحقیق ہے کہ آپ ۳۳ ویں مسلمان ہیں۔ سیر اعلام النبلاء میں جو سلسلہ منبر دیا ہے اس میں

ملہ (سیر اعلام النبلاء) اس موقع پر مذکور ہے کہ مخقر نہرست ان صحابہ کی درج کی جائے جن کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دارالرقم میں داخل ہونے سے پہلے مسلمان ہوئے اس کے ساتھ یہ بھی یاد رہے کہ ارقم یا تو ساتویں مسلمان ہیں یا گیارہویں۔ ان کے اسلام کے بعد آنحضرت صلعم کی مجلس ان ہی کے گھر میں ہوتی تھی جو کوہ صفا پر تھی، اور اس مکان میں تمام اسلامی فرائض انجام دیے جاتے تھے یہاں تک کہ اللہ کے حبیب کی دعا قبول ہوئی اور حضرت عمرؓ بعثت کے چھٹے سال مسلمان ہوئے (اصحاب جلد ۱ ص ۱۷ مطبوعہ کلکتہ)

۱۔ ابو بکر صدیقؓ ان تینوں کے متعلق علیحدہ علیحدہ یہ تصریح موجود ہے کہ سب سے پہلے یہ مسلمان ہوئے۔
۲۔ علی مرتضیٰؓ تاریخ کامل و طبقات ابن سعد۔
۳۔ زید بن حارثہؓ

۴۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ حضرت سعد کا دعویٰ ہے کہ آنحضرت صلعم کو بلا کہ نمبر مسلمان میں ہوں۔
۵۔ عمرو بن عبیدہؓ مورخین نے مقبر ذرا لبح سے ان چاروں میں سے ہر ایک کے متعلق بیان کرتے ہیں یہ
۶۔ ابوذر غفاریؓ چوتھے مسلمان ہیں یا پانچویں۔ اس کے ساتھ یہ بھی کہ ان کے قبل حضرت بلالؓ مسلمان
۷۔ زبیر بن العوامؓ ہو چکے ہیں۔
۸۔ خالد بن سعدؓ

۹۔ عمار بن یاسرؓ ان میں سے ہر ایک اس امر کا دعویدار ہے کہ پانچ ہستیاں تو ضرور ایسی ہیں جن کو قبل اسلام
۱۰۔ مقدادؓ میں مجھ سے تقدم اور سبقت کا شرف حاصل ہے اور ان پانچ کے بعد تقدم میں ہوں
۱۱۔ عبداللہ بن مسعودؓ حضرت عبداللہ بن مسعود کے متعلق حافظ ابن حجر کہتے ہیں: قدر وی ابن حبان
۱۲۔ جناب ابن اللاتؓ من طریقہ کان ساکس ستہ فی السلام۔

۱۰۱۳۔ ارقم بن الارقمؓ۔ یہ ساتویں مسلمان ہیں یا گیارہویں۔ (باقی صفحہ ۳۶ پر)

۱۹واں مسلمان آپ کو شمار کیا ان حکایات سے پڑھتا ہے کہ سابقین اسلام میں آپ کا کیا درجہ تھا

حاشیہ بقیہ صفحہ ۳۵

یہ سب وہ حضرات ہیں جن میں سے ہر ایک کے متعلق ابن سعد کے یہ الفاظ ہیں "اسلم قبل ان یدخل صلی اللہ علیہ وسلم دار ارقم" آپ کے دار ارقم میں داخل ہونے سے قبل مسلمان ہوئے، اس سے قبل نیزہ لغویں کے نام آپ پہلے پڑھ چکے ہیں علامہ ذہبی نے سیر اعلام النبلاء میں سابقین اولین کی فہرست میں ۵۳ حضرات کے نام دیئے ہیں جس میں صرف حمزہ کا نمبر ۵۲ وال ہے اور حضرت عمر کا نمبر ۵۳ وال ہے۔ اس میں وہ آٹھ عمدتیں داخل نہیں ہیں جو سابقین اسلام میں سے ہیں جن میں سے بعض پیسول کا نمبر ان میں سے کسی صحابیوں سے پہلے ہے۔ ان خواتین کے نام یہ ہیں۔

- ۱۴۔ عثمان بن عفان
- ۱۵۔ عبدالرحمن بن عوف
- ۱۶۔ ابو عبیدہ
- ۱۷۔ سعید بن زید
- ۱۸۔ طلحہ بن عبد اللہ
- ۱۹۔ عثمان بن مظعون
- ۲۰۔ قدامتہ بن مظعون
- ۲۱۔ عبد اللہ بن مظعون
- ۲۲۔ ابو حذیفہ
- ۲۳۔ عامر بن فہیرہ
- ۲۴۔ معمر بن الحارث
- ۲۵۔ عبیدہ بن الحارث
- ۲۶۔ ابوسلمہ بن عبد اللہ
- ۲۷۔ خنیس بن حذافہ
- ۲۸۔ ورقثہ بن عبد اللہ
- ۲۹۔ عامر بن سعید بن مہر
- ۳۰۔ عبد اللہ بن جحش
- ۳۱۔ ابو احمد بن جحش
- ۳۲۔ عبد اللہ بن جحش

- ۱۔ حضرتنا خدیجہ
- ۲۔ اسماء بنت ابوبکر
- ۳۔ اسماء بنت سلامہ
- ۴۔ اسماء بنت عمیس
- ۵۔ فاطمہ بنت الحلال العامریہ
- ۶۔ نلیہ بنت یسار
- ۷۔ رملہ بنت ابی عوف
- ۸۔ امیہ بنت خلف خزاعیہ

آپ کی صاحبزادیوں کو فہرست میں داخل کیا جائے تو چار عدد اور پڑھ جائیں گے سیرت محمدیہ میں بعض اور بی بیوں کے نام بھی ہیں جو دار ارقم سے قبل مسلمان ہو چکی تھیں۔ سابقین اولین میں وہی حضرات ہیں جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کے دار ارقم سے باہر نزلت انجام دینے سے پہلے مسلمان ہو چکے تھے۔ علامہ ذہبی نے سیر اعلام النبلاء میں یہ فہرست صفحہ ۹۹ سے لے کر ۱۰۹ تک پھیلائی ہے یہ میری قیاسی بات نہیں۔ حافظ ابن حجر عسقلانی حضرت ابوبکر کے اول المسلمین ہونے کی بحث کے سلسلہ میں لکھتے ہیں

ولکن مراد عامر بن ذک مہن اظہر حیثین اسلامہ والا لقد کان جماعۃ ممن اسلام لکنہم یخفونہ من اقا ربہم و سیاتی قول سعد، انه کان ثلث الاسلام و ذلک بالنسبۃ الی من اطلع علی اسلامہ ممن سبق اسلامہ۔ (فتح الباری ج ۷، فضل ابی بکر ص ۱۶)

سیرت حبیبیہ السیرۃ المحمدیہ مولینا کرامت علی صاحب زلمی کو دیکھا جائے تو ۵۳ ناموں کا شمار دشوار نہ ہوگا۔ واقعہ یہ ہے کہ سابقین اولین اس اندیشہ سے کہ رفتہ رفتہ مشرکین کو ان کے اسلام کی خبر نہ ہو جائے اور پھر وہ اپنے آپ کو اپنے اسلام کو ہارنے پر اپنے سے اس وقت تک چھپاتے تھے جب تک ان کو ان کے اسلام کا بخند و ثوق نہ ہو جائے۔ اس وجہ سے بہت سے لوگ اپنے کو پہلا یا تیسرا جو تھا مسلمان سمجھتے رہے اس لئے اسلام لانے کے نمبر میں اس قسم کا اختلاف ہونا کوئی تعجب کی بات نہیں۔

۱۳۔ جوش ایمان

جس وقت حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ایمان لائے اسلام کا وہ بہت نازک دور تھا مسلمانوں کو کوئی قوت حاصل نہ تھی، مکہ کے مشرکین کے مظالم اور چہرہ دستیوں کا جو حال تھا اُس کے ہوتے ہوئے علی الاعلان بت پرستی کا انکار، بتوں سے نفرت کا اظہار اور ان کی مذمت اور حق کا کھلم کھلا اظہار مصیبتوں اور موت کو دعوت دینا تھا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی نے اب تک اس کلام کو آتش مزاج کفار عرب کے کانوں تک پہنچانے کی جرأت نہیں کی تھی جسے سنتے ہی وہ آگ بگولہ ہو جاتے تھے لیکن صحبت نبوی سے حضرت عبداللہ کے ایمان کی قوت کا یہ اثر تھا کہ اظہار حق کے معاملہ میں ڈر اور خوف ابن مسعود کے دل سے جاتا رہا تھا۔ ایک دن مسلمانوں میں دجن کی تعداد ابھی انگلیوں پر گنی جاسکتی تھی، آپس میں یہ گفتگو ہوئی کہ ہم میں سے کوئی آدمی قریش مکہ کو بہ آواز بلند قرآن پڑھ کر سنائے اس دلیلانہ تجویز سے سب نے اتفاق کیا جب یہ سوال پیش ہوا کہ وہ کون سا ہے جو اپنی جان متھیلی پر رکھ کر مشرکین مکہ کو قرآن سنائے تو جھٹ آگے بڑھ کر عبداللہ بن مسعود نے اپنے آپ کو پیش کیا۔ سارے مسلمان ان کی اس ایمانی جرأت و بخوفی پر ششدر ہو گئے پھر سب نے کہا کہ تم ایسا جان لیوا خطرہ مول لو یہ مناسب نہیں بلکہ یہ کام وہ کرے جس کا خاندان مکہ میں اتنا بااثر ہو کہ اگر خدا نخواستہ قرآن سنائے میں مشرکین بھڑکیں اور ایذا پہنچانا چاہیں تو اس کے خاندان کے افراد اس کو بچا سکیں۔ لیکن دین کے معاملہ میں اس قسم کی مصلحت بینی بھلا حضرت عبداللہ بن مسعود کے ایمانی تقاضے پورا کرنے میں کس طرح آڑے آسکتی تھی چنانچہ آپ نے پوری جرأت سے فرمایا مجھے کفار کے ظلم و ستم سے بچانے والا اللہ ہے۔ خدا کے لئے تم لوگ مجھے یہ شرف حاصل کرنے سے مت روکو۔ چنانچہ دوسرے روز دن چڑھے مقام

ابراہیم پہا کر آپ نے نہایت بلند آواز سے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھ کر سورہ رحمن کی تلاوت شروع کر دی۔ مشرکین کی مجلس اسی کے قریب تھی انھوں نے سنا تو ایک دوسرے سے پوچھنے لگے ابن ام عبدیہ کیا کہہ رہے ہیں؟ پھر ان میں سے اُس نے جو آپ کے ایمان لانے سے واقف ہو چکا تھا کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جو کتاب اُتری ہے اسی کو پڑھ رہے ہیں۔ یہ سن کر پورا مجمع غصّہ سے بے قابو ہو گیا اور آپ پر اس طرح ٹوٹ پڑا جیسے بھڑکے چھتے کو چھیر دینے کے بعد بھڑکے لپٹ باقی ہیں۔ آپ کو بے تحاشا مارنے لگے ظالم چہرہ پر مارتے تھے جس سے چہرہ بہت زخمی ہو گیا۔ آپ مار کھاتے رہے لیکن حق کا اعلان کرنے والی زبان اس وقت تک بند نہیں ہوئی جب تک کہ آپ لہو لہان ہو کر گر نہ پڑتے۔ پورا جسم خراب سے تر ہو گیا تھا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ خون آلود گوشت کا ایک بڑا لوتھڑا زمین پر پڑا ہے۔ ان شقی القلب لوگوں نے انھیں اپنی دانست میں مار ہی ڈالا تھا۔ مگر قدرت کے ہاتھوں روشن کی ہوئی علم کی یہ شمع جو آفتابِ علم سے آفتابِ علم کر کے دنیا کو روشنی بخشنے والی تھی خدا کے حکم کے بغیر کیسے بجھ جاتی زخموں سے چور چور ہو گئے، مگر زندہ رہے!

ظالموں اور جفاکاروں کا وہ گروہ آپ کو اسی حال میں چھوڑ کر وہاں سے چل دیا۔ محتوڑی دیر بعد آپ کو ہوش آیا اور کسی طرح گرتے پڑتے اپنے ساتھیوں کے پاس پہنچے تو ان لوگوں نے خفگی کے ساتھ کہا کہ اے عبد اللہ اسی انجام کے خوف سے ان درندہ صفت انسانوں کے پاس تمہیں جانے اور قرآن پڑھنے سے ہم منع کرتے تھے مگر تم نے نہ مانا۔ اللہ تم پر رحم فرمائے۔ دیکھو تو ان لوگوں نے

تمہارا کیا حال بنا کر رکھ دیا۔ دوستوں کی مشفقانہ ملامت سننے کے بعد کوئی
ضعیف الایمان یا وقتی جوش سے مغلوب ہو جانے والا انسان ہوتا تو شاید یہی
کہتا کہ مجھائی تم ٹھیک کہتے ہو اگر میں تمہاری بات مان لیتا تو اس نتیجہ کو نہ پہنچتا۔ خیر
اب تو جو ہوتا تھا ہو چکا آئندہ کے لئے کالوں پہ ہاتھ دھرتا ہوں۔ مگر اسلام کے
اس سرفروش مجاہد نے جو جواب دیا وہ سننے کے لائق ہے۔ فرمایا واللہ! خدا کے
یہ دشمن اتنے ذلیل میری نظریں پہلے کبھی نہیں تھے جتنا کہ آج ہیں اور تم کہو تو کل پھر
ہیں اسی طرح ان کے سامنے جا کر قرآن مجید بلند آواز سے پڑھوں۔ اس حال کو پہنچ
جانے کے باوجود آپ کا یہ ایمانی جذبہ دیکھ کر تمام سامتی مرحبا پکار اٹھے مگر کہا کہ
جانے دو ابن ام عبد یہی بہت ہے کہ یہ مشترکین جس چیز کا سننا پسند نہیں کرتے
تم نے اپنی جان خطرہ میں ڈال کر وہ ان کے کالوں تک پہنچا دی۔
غرض کہ ابتداء و آزمائش کی یہ پہلی منزل تھی جس سے حضرت عبداللہ کو حق کے
اظہار کے لئے گذرنا پڑا اور خدا کے فضل و کرم سے وہ اس امتحان میں پورے
اُترے۔

۱۲. خصوصی خدمت کا شرف

اسلام قبول کرنے کے بعد آپ خدمت نبویؐ میں برابر حاضر رہتے تھے اور یہ
شرف آپ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری حیات طیبہ میں حاصل رہا۔ طبقات میں آپ
کی خدمات کا تذکرہ اس طرح ہے۔

عن القاسم بن عبد الرحمن
قال کان عبد اللہ یستتر
عبداللہ بن مسعود پر وہ پکڑے رہتے تھے جب
مضورم نہایا کرتے تھے اور عمامے کراگے

ملہ میرت ابن ہشام ۱۲۔ ۱۳ طبقات ابن سعد جلد ۳۔ ص ۱۸۱

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 اذا غسل یمشی امامہ
 بالعصا حتی اذا بلغ مجلسہ
 نزع نعلیہ فادخلہما فی ذراعیہ
 واعطاه العصا فاذا اراد رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم ان یقوم البسہ نعلیہ
 ثم مشی بالعصا امامہ حتی
 یدخل الحجوزۃ قبل رسول اللہ صلی
 علیہ وسلم۔

آگے چلا کرتے تھے اور آپ جب جوتے اتارتے
 تو آپ کے جوتے سنبھال لیتے اور پھر بغل میں
 دبا لیا کرتے اور وعظ کے وقت عصا آپ کے
 حوالے کر دیتے وعظ کے اختتام پر چربا بچھرتے
 صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہونے کا ارادہ کرتے تو آپ
 کو جوتا پہنتے اور عصا لے کر آپ کے
 آگے آگے چلا کرتے یہاں تک کہ آپ کے
 حجرہ مبارک میں آپ سے پہلے داخل
 ہو جاتے۔

ابو الملیح نے اس پر اتنا اضافہ کیا ہے۔ آپ سو جاتے تھے تو نماز کے لیے بیدار
 کرنے کی خدمت ابن مسعود کے سپرد تھی اور جب آپ سفر میں تنہا ہوتے تو بتیاری
 سے مسلح ہو کر آپ کے ساتھ رہتے اس تقریب کی وجہ سے وہ حضور کے گھریلو
 معاملات میں بھی اس درجہ دخیل تھے کہ حضور نے ان کو پردہ اٹھا کر راز کی باتیں
 سننے کی بھی اجازت دے رکھی تھی کہ جب تک تم کو نہ روکوں تم میری باتیں سن
 سکتے ہو۔ اس کے نقل کرنے کے بعد حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں: وہو خصوصاً

سہ عمدة القاری کتاب الایمان باب بی الاسلام علی خمس میں ہے۔ وہو صاحب نعل رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم کان یبسه فاذا جلس ادخلہما فی ذراعیہ ج ۱ ص ۱۱۵۔

سہ عن ابی الملیح قال ویوقظہ اذا نام ویمشی معہ فی الارض
 وحشا۔

سہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا نسا علی ان ترفع الحجاب وان
 تسمع سوادی حتی اغناک رسولہم شریف) بعض روایتوں میں ہے ان تسمع سوادی نزع الباری ج ۱ ص ۱۱۵

لابن مسعود۔ والحديث دال على ملازمة النبي صلى الله عليه وسلم وهو
 ليتلزم ثبوت فضله (جلوت اور خلوت میں کثرت حاضری کی اس خصوصیت
 کی وجہ سے نئے آنے والے حضرات انہیں اہل بیت ہی سمجھنے لگے۔ چنانچہ حضرت
 ابو موسیٰ اشعریؓ جب پہلے پہل اپنے بھائی کے ساتھ میں سے مدینہ آئے اور دربار
 رسالت میں حاضر ہوئے تو حضرت عبداللہؓ کو اس طرح اندر باہر آتے جاتے دیکھ
 کر انہیں خیال ہوا کہ عبداللہؓ حضور کے خاندان کے ایک فرد ہیں۔ ان خصوصیتوں
 کا ذکر کرنے کے بعد حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں کہ اس ذکر سے اس کا مقصد آپ کی
 تعریف ہے۔ اور چونکہ پابندی سے آپ کی خدمت میں رہتے تھے اور خاص خاص
 خدمتیں آپ کے سپرد تھیں اس لئے جن باتوں کا علم آپ کو ہو سکتا ہے اس علم کی
 وجہ سے آپ کا شاگرد کسی دوسرے صحابی کے علم سے مستغنی ہو سکتا ہے۔

۱۵۔ پہلی ہجرت

جب مسلمان آئے دن مشرکین کے طرح طرح کے مسائب کا نشانہ بننے لگے،
 ان کے خون سے سر راہ عام طور پر چلنا پھرننا دشوار ہو گیا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ
 وسلم نے مسلمانوں کو مکہ چھوڑ دینے کا حکم دے دیا اور فرمایا کہ تم لوگ فی الحاق
 حبشہ ہجرت کر جاؤ۔ حبشہ کا بادشاہ رحم دل اور منصف مزاج ہے اللہ تعالیٰ کی عبادت
 میں وہ اساس کی قوم رکاوٹ نہ ڈالے گی آزادی سے خدا کی بندگی کے فرائض
 انجام دے سکو گے۔ حکم ملتے ہی مسلمان عورتوں اور مردوں کا ایک مختصر سا قافلہ
 حضرت عثمان بن مظعونؓ کی سرکردگی میں حبشہ روانہ ہو گیا۔ حضرت عبداللہؓ بن
 مسعود اس میں شریک تھے۔ اگرچہ مشرکین مکہ کی دست درازیوں کا سلسلہ حبشہ تک

۱۵ فتح الباری کتاب المناقب ج ۱ ص ۱۱۱ ترمذی کتاب المناقب عبداللہ بن مسعود

بھی جاری رہا اور شمع نبوت کے ان سپدانوں کو وہاں سے نکلوا دینے کی اُنھوں نے بہت کوششیں کیں، مگر بادشاہ کی رحم دلی اور انصاف پسندی نے مسلمانوں کے وہاں کے قیام میں کوئی دشواری محسوس نہ ہونے دی اور مشرکین کے بھیجے ہوئے ایچی ناکام و نامراد واپس آگئے۔ اس کی تفصیل دوسری ہجرت کے بیان میں آرہی ہے یہ ہجرت رجب شہ نبوی میں ہوئی۔ شعبان رمضان دو ماہ صحابہ حبشہ میں رہے۔

خدا کی راہ میں گھر بار عزیز و اقارب سب کو چھوڑ کر صحابہ نے حبشہ میں پناہ لی تھی اور اپنے دل میں سمجھا تھا کہ پریشانی اور تکلیف کے دن ختم ہو گئے اب یہاں کفار کی چہرہ دستیوں سے محفوظ رہ کر آرام و اطمینان سے زندگی کے دن گزاریں گے اور بے روک ٹوک اللہ تعالیٰ کی بندگی کر سکیں گے۔ اور اطمینان کا سانس لے سکیں گے لیکن اللہ تعالیٰ کو ابھی ان کی اور آزمائش کرنی تھی ایک مثالی امت بننے کے لئے جس معیار کے صبر و استقلال کی ضرورت تھی، وہ درجہ مسلمانوں نے منور حاصل نہیں کیا تھا اس لئے موافق حالات پیدا ہونے میں دیر ہو رہی تھی۔ چنانچہ ابھی حبشہ کے قیام کو کچھ ہی عرصہ گزرا تھا کہ اچانک حبشہ میں یہ افواہ پھیل گئی کہ تمام مشرکین مکہ ایمان لے آئے۔ اس افواہ کے پھیلنے کی وجہ یہ ہوئی کہ آپ نے سورہ النجم کی تلاوت رمضان میں کی اس میں

أَفْرَأَيْتُمُ اللَّاتَ وَالْعُزَّىٰ وَمَنْوَةَ الْآخِرَىٰ أَلَا هُنَّ أَلَكُمُ الذِّكْرُ وَآلَةُ

الْأُنثَىٰ تِلْكَ إِذًا قِسْمَةٌ ضِيزَىٰ۔ کے سلسلہ میں لات منات اور عزیٰ کا تذکرہ تھا اور آخر سورہ میں حکم تھا کہ صرف اللہ تعالیٰ ہی کو سجدہ کرو اور اسی کی

علہ دنیخ الباری ج ۸ ص ۱۶۴ تفسیر سورہ النجم

بندگی کو اس سورت کے آخری حکم کی تعمیل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ کیا اور صحابہ نے آپ کی متابعت کی مشرکین پر اس کا اثر ہوا یا بتوں کے نام کی جڑ سے غلط نہیں کہ انہوں نے بھی سجدہ کیا۔ تمام مشرکین کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کے ساتھ سجدہ کرنے کو شاید دور کے لوگوں نے مشرکین کے اسلام سے تعبیر کر دیا اور یہی خبر شدہ شدہ حبش پہنچ گئی۔ مسلمانوں کو اس بات کا یقین ہو گیا یہ سن کر ان لوگوں نے سوچا کہ ہماری ہجرت کا سبب مشرکین کا ظلم و ستم تھا اور جب یہ سب مسلمان ہو گئے ہیں تو ہم بھی کیوں اپنے وطن واپس نہ چلے جائیں غرضیکہ اپنی سادہ دلی نیک بلجی کی وجہ سے جس دور یعنی احتیاط کی ضرورت تھی وہ احتیاط نہیں برتی اور اس خبر کی تصدیق کئے بغیر مکہ روانہ ہو گئے جب شوال میں صحابہ مکہ کے قریب پہنچے تو انہوں نے غلط ہونے کا پتہ چلا۔ کچھ لوگ چھپ چھپا کر کسی کی امان میں مکہ آ گئے۔ باقی دوبارہ حبش کو روانہ ہو گئے۔ حضرت عبداللہ ابن مسعود چھپ کر آئے اور چند دن قیام فرما کر دوسری بار پھر حبشہ کو ہجرت کی۔

۱۴۔ دوسری ہجرت

ابن مسعود فرماتے ہیں کہ۔

ہم (۱۰) آدمیوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے	بعثنا رسول اللہ صلی اللہ
نجاشی کے پاس حبش بھیج دیا جن میں میں جعفر ابن ابی طالب	علیہ وسلم الی النجاشی ثمانین
الہریری اشقری ابن ہشام عبداللہ ابن عرفطہ عثمان بن	رجلانا و جعفر و ابو موسیٰ
مظعون وغیرہ تھے قریش نے عمرو ابن العاص اور	و ابن ہشام و عبد اللہ بن
عمارة بن الولید کو ہدیہ دے کر حبشہ بھیجا۔ وہ ہدیہ کے	عرفطہ و عثمان بن مظعون و
نجاشی کے دربار میں آئے دونوں نے اس کو سجدہ کیا	بعثت قریش عمرو ابن العاص

وعاراً بن الوليد بهديته فقد
 ما على النجاشي فلما دخل
 سجد له وامتد رايه فقط
 واحد عن يمينه والآخر
 عن شماله فقال ان نضراً من
 قومنا نزلوا بارضك فرغبوا
 عن ملتنا قال ابن همام قالوا
 بارضك فارسل في طلبهم فقال
 جعفر انا خطيبكم فانتجوه فدخل
 فساهم فقالوا مالك لا تسجد للملك
 قال انا لا اسجد الا لله قالوا
 ولم ذلك قال ان الله ارسل
 فينا رسولا وامرنا ان لا نسجد
 الا لله وامرنا بالصلاة و
 الزكاة فقال عمر وانهم
 يخالفونكم في ابن مريم وامه
 قال ما تقولون في ابن مريم
 وامه قال جعفر نقول كما قال
 الله روح الله وكلمته القاها
 الى العذراء البتول الق لم
 يمسها بشر قال فرفع

اور دونوں جلدی جلدی کر کے ان میں سے ایک
 نجاشی کے واسطے اور دوسرا بائیں سمت بیٹھ گیا۔
 اور دونوں نے نجاشی سے شکایت کی ہماری تو
 کی ایک جماعت آپ کے ملک میں آکر پناہ گزین ہوئی
 ہے جس نے ہم سے مذہب کو چھوڑ دیا ہے۔ نجاشی
 نے پوچھا وہ کہاں ہیں انھوں نے کہا وہ آپ کے
 ملک میں ہیں نجاشی نے صحابہ کو بلوانے کے لئے بھیجے
 حضرت جعفر نے مسلمانوں سے کہا کہ تمہاری طرف سے
 گفتگو کرنے والا میں ہوں گا تو تمام مسلمانوں نے
 ان کی بات مان لی حضرت جعفر آئے تو انھوں نے
 بادشاہ کو سلام کیا لوگوں نے کہا بادشاہ کو سجدہ کیوں
 نہیں کرتے تو انھوں نے کہا کہ ہم صرف اللہ کو سجدہ کرتے
 ہیں تو اس نے پوچھا یہ کیوں؟ حضرت جعفر نے کہا
 اس لئے کہ اللہ نے ہم میں ایک رسول بھیجا ہے اور انھوں
 نے ہم کو تعلیم دی ہے کہ اللہ کے سوا ہم کسی کو سجدہ نہ
 کریں اور ہم کو نماز اور زکوٰۃ کی تعلیم دی اور ابن العاصی
 نے کہا کہ عیسیٰ ابن مریم اور ان کی رال کے بارے میں
 ان کا عقیدہ آپ کے عقیدے کے خلاف ہے۔ بادشاہ
 نے ان سے پوچھا کہ ابن مریم اور ان کی ماں کے بارے
 میں تم کیلئے ہو؟ حضرت جعفر نے کہا جو اللہ نے
 کہا وہ ہم کہتے ہیں کہ عیسیٰ بن مریم اللہ کی روح تھا

النجاشی عوداً من الأرض
 وقال يا معشر الحبش
 والقيسيين والرهبان
 ما تريدون ما يسوءني
 هذا استهدانه رسول الله
 وانه بشريه عيسى في الجهل
 والله لولا ما اتانا به من
 الملك لا لينا ناسكون
 اننا الذي احمل نعليه
 واوضئه وقال انزلوا
 حيث شئتم وامر بهديته
 الا حزين فدرت عليهما
 قال ويقجل ابن مسعود
 شهد بدرًا

اور اللہ کا کلمہ میں جس کو اللہ نے کنواری میم جم جس میں
 دنیا کی کوئی رغبت نہ تھی اور جس کو کسی انسان نے
 چھو نہ تھا میں ڈالا۔ نجاشی نے زمین ایک ٹکڑاٹھا
 کہا کہ اے قوم حبش اے علماء و مشائخ صوفیا تم کیا
 کہتے ہو مجھ کو تو جعفر نے جو کچھ کہا برا معلوم نہیں ہوا۔
 میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے
 رسول ہیں اور یہ وہی ہیں جن کی عیسیٰ نے انجیل میں
 نبوت دی ہے خدا کی قسم اگر میں حکومت کے لشکر میں
 گھروا نہ ہوتا تو ان کی گفٹن برداری کرتا اور ان کو دھوکا دیتا صحابہ سے
 نجاشی نے کہا کہ آپ لوگ جہاں چاہیں رہیں
 اور شریکین کے ہدیہ کو واپس کر دیا۔ عبد اللہ بن مسعود
 نے حبش سے واپسی میں عجلت کی اور مدینے آگے
 اور غزوہ بدر میں شریک ہو سکے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی فتح الباری کتاب التفسیر سورۃ النجم کے آخر میں کہتے ہیں۔
 قد جزم الواقدي بانها
 كانت في رمضان سنة
 خمس وكانت المهاجرة
 واقدي اس بات کو وثوق سے بیان کرتے
 ہیں کہ حبش کی دوسری ہجرت رمضان ۵ھ
 بعثت میں ہوئی تھی جب مسلمانوں کو یہ خبر

۱۔ سند احمد منبل متدرک حاکم ج ۳ ص ۲۵۰ باب تثبتہ ابن مسعود کتاب الصحابہ ج ۲ ص ۶۲۳ باب
 ہجرت اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی النجاشی۔ ۲۲۰۰ و سیر اعلام النبلاء ص ۱۵۱
 ۳۔ ص ۲۶۳ طبع میری۔

الاولیٰ الی الحبشہ خرجت
 فی شہر رجب فلما بلغہم
 ذلک رجعوا فوجدوا ہم
 علی حالہم من الکفر
 فہاجروا الثانیۃ۔
 فتح الباری باب العمل فی الصلوٰۃ میں ہے۔

پہنچی کہ مشرکین مسلمان ہو گئے ہیں
 حبشہ سے واپس آگئے۔ اور جب
 مکہ پہنچے اور ان مشرکین کو اسی کفر کی
 حالت میں پایا تو دوبارہ حبشہ
 چلے گئے۔

وکان رجوعہم (المحلبہ)
 من عندہ (الحبشہ) الی مکة
 وذلك ان بعض المسلمين
 هاجروا الحبشہ ثم بلغہم
 ان المشركين اسلموا فرجعوا
 الی مکة فوجدوا الامر بخلاف
 ذلك ولشئذ الازی علیہم
 فخرجوا اليها ايضا فکانوا فی
 المرة الثانیۃ اضعاف الاولیٰ
 وکان ابن مسعود مع الفريقین

صحابہ کی واپسی حبشہ سے مکہ کو یوں
 ہوئی تھی کہ ان کو یہ خبر ملی کہ مشرکین
 مسلمان سوچ چکے ہیں لیکن جب مکہ آئے
 تو معاملہ برعکس پایا اور مشرکین اور زیادہ
 اذیت دینے لگے تو مسلمان پھر حبشہ
 واپس چلے گئے۔ اس ہجرت میں
 مسلمان پہلی ہجرت سے کئی گنا زیادہ
 تھے اور عبداللہ بن مسعود دونوں
 جماعتوں کے ساتھ تھے۔

۷۱۔ تیسری ہجرت

مکہ میں مسلمانوں کی تعداد میں اضافہ کے ساتھ ہی ان کے مصائب
 اور تکالیف میں بھی اضافہ ہونے لگا۔ یہاں تک کہ ہجرت کا حکم نازل ہوا اور

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کو مدینہ ہجرت کرنے کا حکم دیا تاکہ بلا امرِ جنت دین کے احکام ادا کر سکیں چنانچہ جب جب لوگوں کو موقع ملا مدینہ اس ارادہ سے روانہ ہوئے کہ زندہ رہیں گے تو وہیں اور پیوند خاک ہوں گے تو وہیں۔ مسلمانوں کے مدینہ ہجرت کرنے کی خبر جہشت پہنچی تو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ وہیں تشریف رکھتے تھے انھوں نے مدینہ کو ہمیشہ کے لئے اپنا امن و مسکن بنا لینے کا ارادہ کر لیا اور ہجرت کر کے ایسے وقت مدینہ پہنچے کہ غزوہ بدر میں شریک ہو گئے اس طرح اسلام کے لئے یہ آپ کی تیسری اور آخری ہجرت تھی جو آپ نے خدا کی راہ میں اختیار کی۔ مدینہ پہنچ کر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ حضرت معاذ بن جبلؓ (جبل علم) کے مہمان رہے۔

۱۸۔ مواخات

مکہ معظمہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زبیر بن العوام سے آپ کا مہبائی چارہ کرا دیا تھا۔ اور جب خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لائے تو پانچ ماہ بعد مسجد نبویؐ اور ازواجِ مطہرات کے حجروں کی تعمیر سے فراغت پا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مینرالوزل (النصار) اور مہالوزل (مہاجرین) کا ایک دوسرے سے مہبائی چارہ کرا دیا تھا۔ آپ نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا مہبائی ان کے مینربان حضرت معاذ بن جبلؓ کو کرا دیا۔

۱۹۔ مکان کی زمین

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو مسجد نبویؐ سے متصل مسجد کی پشت پر زمین عطا ہوئی اور سب کے ساتھ مکان کی حد بھی متعین فرمادی۔ انھوں نے نیز ان کے مہبائی عقبہ بن مسعودؓ نے وہاں اپنا مکان بنایا۔ یحییٰ بن جبہ سے روایت ہے کہ

حب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لے آئے تو مدینہ میں عبداللہ بن مسعود کو مکان کے لئے زمین عطا فرمائی بنو زہرہ کے متصل آپ کی زمین مٹی بنو زہرہ میں سے کسی نے کہا اے ابن ام عبد! ہمارے پاس سے دور ہو جاؤ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن لیا تو فرمایا کیوں؟ کیا اس وقت بھی اللہ مجھے مبعوث کرے گا اپنے منصب نبوت پر باقی رکھا جاؤں گا، جبکہ میں تمہارے تکبر اور ظلم پر خاموش رہوں، اللہ اس قوم کو برکت نہیں دیتا جو کمزور کو اس کا حق نہ دے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود کا مدینہ میں ایک مکان تھا جس میں ام مالک اپنے زمانہ میں کرایہ سے رہتے تھے کوفہ میں ایک مکان وہ تھا جس میں خود آپ کا قیام تھا اور رماہ محلے کا دوسرا مکان آپ نے ہمالوں کے لیے خاص کر دیا تھا۔

۲۰۔ دین کی باتوں سے شغف

حضرت ابن مسعود کی علمی و انتظامی مشغولیتوں کا بیان آگے آئے گا۔ ان کی مشغولیتوں نے انہیں کسی وقت بھی دین کے مقتضائے سے غافل ہونے نہ دیا۔ فرض نماز تو کبھی قضا نہ ہوتی۔ نوافل بھی کثرت سے پڑھتے، نماز سے آپ کے قلبی شغف کا تذکرہ اس مقالہ میں دوسری جگہ ملے گا۔ وقت پر نماز کے ادا کرنے کی پابندی کی وجہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ ارشاد ہے جو آپ ہی سے سب سے بہترین عمل کے سوال کے جواب میں فرمایا تھا۔

الصلاة على ميقاتها نماز کا اپنے وقت پر ادا کرنا

سب سے بہتر عمل کا علم ہو جانے کے بعد آپ سے کس طرح ممکن تھا کہ

نماز میں کسی قسم کی کوتاہی کرتے اور اس کو اپنی عملی زندگی کا اہم جز نہ بنا لیتے۔ وقت پر نماز ادا کرنے میں آپ نے کبھی کسی کا خوف نہیں کیا۔

۲۱۔ اظہارِ حق میں بے باکی

ایک مرتبہ امیر کونہ ولید بن عقبہ کو (جن کا عہدہ کونہ میں ان سے اونچا تھا، مسجد پہنچنے میں دیر ہوئی آپ نے ان کے خفگی کی پروا نہ کی جماعت سے نماز پڑھنے کا وقت ہو چکا تھا۔ آپ نے ولید کا انتظار کئے بغیر نماز پڑھا دی۔ ولید نے جب یہ سنا تو آپ سے پوچھا کہ آپ نے ایسا کیوں کیا؟ کیا امیر المؤمنین کا کوئی حکم ہے یا آپ نے اپنے جی سے ایسا کیا ہے آپ نے اس کے جواب میں عذر معذرت نہ کی اور صاف صاف کہلا بھیجا کہ یہ نہ تو امیر المؤمنین کا حکم ہے اور نہ میں نے اپنے جی سے ایسا کیا ہے اللہ تعالیٰ کو یہ بات سخت ناپسند ہے کہ تم اپنے مشاغل میں مصروف رہو اور لوگ تمہاری وجہ سے نماز کے انتظار کی زحمت گوارا کرتے رہیں۔

۲۲۔ نوافل کی کثرت

نوافل کی کثرت کا یہ حال تھا کہ رات کثرت سے نمازیں پڑھتے گذر جاتی دن میں بھی مختلف کاموں کی کثرت کے باوجود نفل نماز کے لئے وقت نکال لیتے۔ مگر نماز سے آپ کا یہ شغف قبولِ اسلام کے بعد ہی سے تھا جبکہ آپ نو عمر ہی تھے چاشت کی نماز کے متعلق حضرت عبداللہ بن مسعود خود فرماتے ہیں۔

مانمت الضحیٰ منذ اسلمت ^ﷺ جب اسلام لایا میں نے چاشت کی نماز نہیں چھوڑی

روزے کا بھی یہی حال تھا پھر بھی نماز کی کثرت کی نسبت سے آپ سے کم رکھتے اور اس کا سبب نماز سے آپ کا والہانہ عشق تھا۔ عبدالرحمن بن یزید کہتے ہیں۔

ما رأیت فقیہاً اقل صوماً
من عبد اللہ بن مسعود
فقیل لہ لم لا تصوم؟ نقلاً
انی اختار الصلاة عن الصوم
فاذا صمت ضعفت
عن الصلاة.

عبداللہ بن مسعود سے زیادہ کسی فقیہ کو کم
روزہ رکھنے والا نہیں دیکھا میں نے ان سے
دریافت کیا کہ آپ روزہ کم کیوں رکھتے ہیں
تو فرمایا کہ میں نماز کو زیادہ پسند کرتا ہوں
اور جب روزہ رکھتا ہوں تو کمزور ہو جاتا ہوں
اور نماز نہیں پڑھ سکتا۔

اس کے باوجود آپ (رمضان کے روزوں کے علاوہ) دو شنبہ اور جمعرات کو عموماً روزہ رکھا کرتے تھے یہ ہے کہ عاشورہ کا روزہ بھی پابندی کے ساتھ رکھتے۔ آپ کے اس دینی شغف و عبادت کی گہری چھاپ آپ کے گھر والوں پر پڑی تھی سارا گھر صبح سویرے بیدار ہو کر عبادت میں مشغول ہو جاتا اور خود حضرت ابن مسعودؓ طلوع آفتاب تک ذکر میں مصروف رہتے۔

ابو وائل کی روایت ہے کہ ایک دن ہم لوگ صبح کی نماز کے بعد عبداللہ بن مسعودؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ دروازہ پر کھڑے ہو کر سلام کیا۔ سلام کے جواب کے بعد حاضر ہونے کی اجازت ملی ہم نے توقف کیا اتنے میں ایک بانڈی آئی اور پوچھا کہ وہ (حضرت ابن مسعودؓ) اللہ کا ذکر فرما رہے تھے انہوں نے پوچھا کہ اجازت کے بعد بھی تم لوگ انڈر کیوں نہ آئے ہم لوگوں نے کہا کہ شاید گھر کے کچھ لوگ سو رہے ہوں اور اس خیال سے دیر کی۔ فرمایا کہ تم لوگوں نے ابن ام عبد کی اولاد پر غفلت کا گمان کیسے کیا؟ اس کے بعد ذکر میں

مشغول ہو گئے مہوڑی دیر بعد انہیں خیال ہوا کہ آفتاب نکل گیا ہو گا تو لڑکی سے کہا کہ دیکھو آفتاب نکل آیا؟ اس نے کہا ابھی نہیں نکلا پھر ذکر میں مشغول ہو گئے۔ پھر جب آفتاب طلوع ہو گیا تو آپ نے کہا کہ اس خدا کا شکر ہے جس نے ہم کو آج کے دن معاف کر دیا ایک دوسرے راوی ابن ہدی نے اتنا اضافہ کیا کہ آپ نے یہ بھی کہا کہ "اور ہمارے گناہوں کی پاداش میں ہم کو ہلاک نہیں کیا" رمضان کے مبارک مہینہ میں آپ کی عبادت اور بڑھ جاتی تھی خصوصاً آخری عشرہ اور قدر کی راتیں نماز تلاوت اور ذکر میں بسر ہوتیں۔

ابو عقرب بیان کرتے ہیں کہ میں ایک دن علی الصبح ان کی خدمت میں حاضر ہوا دیکھا کہ مکان کی چھت پر بیٹھے خوش ہو ہو کر فرما رہے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسول نے سچ فرمایا میں نے عرض کیا وہ کیا؟ کہا کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا تھا کہ لیلۃ قدر رمضان کے آخری عشرہ میں تلاش کرنا اس کی علامت یہ ہے کہ اس روز جب آفتاب طلوع ہوتا ہے تو اس میں شعاع نہیں ہوتی چنانچہ یہ بات آج آنکھوں سے میں نے دیکھ لی۔

۲۳۔ گھر پو زندگی

آپ نے دین و دنیاوی دونوں معاملوں میں اپنے گھر بھر کو اپنے رنگ میں رنگ دیا تھا۔ جس کی وجہ سے گھر کا ساحل دینی بن چکا تھا۔ نماز روزہ صدقہ زکوٰۃ اور ذکر کے علاوہ اٹھنے بیٹھنے کھانے پینے گفتگو وغیرہ غرض کہ ہر چیز

ماہ مسلم شریف جلد ۱ صفحہ ۳۰۵ مطبع دارالاجیال والکتب العربیۃ

سید احمد رضا ج ۱ ص ۴۶

میں کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کی پیروی کرتے اور گھروالوں پر بھی اس کی نگرانی رکھتے بیوی بچوں کے حقوق میں کبھی کوئی کوتاہی نہ فرماتے۔ بیوی بچوں کے ساتھ بات چیت شگفتگی سے فرماتے گھر میں داخل ہوتے تو پہلے گھنکار لیتے تھے تاکہ گھروالوں کو معلوم ہو جائے کہ آپ اندر تشریف لارہے ہیں۔ جو کچھ کہنا ہوتا آپ بلند آواز سے کہتے۔

ابی عبیدہ کہتے ہیں۔

کان عبد اللہ اذا دخل الدار
استأذن و رفع علامه
کی دستاںسوا۔
عبداللہ جب گھر میں آجاتے اجازت
لیتے اور آواز بلند کرتے تاکہ گھروالوں کو
معلوم ہو جائے کہ آپ اجازت طلب

کر رہے ہیں۔

ایک بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو صدقہ و خیرات کی ترغیب دی تو حضرت ابن مسعودؓ کی بیوی حضرت زینبؓ نے آپ سے کہا کہ تم یا دار آدمی ہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جاؤ اور پوچھو بیوی اپنے شوہر کو صدقہ دے دے تو یہ جائز ہے یا نہیں۔ کیونکہ میں جو صدقہ کرنا چاہتی ہوں اس کے بارے میں خیال ہے کہ تم کو ہی دے دوں۔ مگر آپ نے شاید غیرت کی وجہ سے انکار کیا اور کہا کہ تم غریبی جاؤ اور پوچھو چنانچہ وہ گئیں وہاں دوسری بی بی بھی اسی سوال کے لئے آئی تھیں۔ ان کا نام بھی زینب تھا اور وہ ابو مسعود انصاری کی بیوی تھیں چنانچہ دونوں نے حضرت بلالؓ کے ذریعہ دریافت کیا کہ دو عورتیں اپنے شوہروں اور ان کے بچوں پر جو ان کی کفالت میں ہیں صدقہ کرنا

چاہتی ہیں کیا یہ جائز ہے؟ آپ نے فرمایا کیوں نہیں۔ بلکہ ان کو دوسرا ثواب ہوگا
ایک صدقہ کا اور دوسرے اہل قرابت پر خرچ کرنے کا۔

۲۴۔ بہان نوازی

آپ بہت زیادہ بہان نواز تھے۔ بہان آجاتا تو آپ بہت خوش
ہوتے اور اس کو زیادہ سے زیادہ آرام پہنچانے کی کوشش کرتے۔ آپ کے
حسن اخلاق اور بہان نوازی کی وجہ سے آپ کے پاس کثرت سے بہان آتے
رہتے۔ خاص طور پر بہانوں کے لئے آپ نے کوفہ کے محلہ موضع الرمادہ کا
مکان خالی کر رکھا تھا۔

۲۵۔ تواضع وانکسار

علم و عمل کے کوہ گراں ہونے کے باوجود آپ بے حد متواضع اور منکسر
المزاج تھے۔ آپ کے شاگردوں اور قدر والوں کی جماعت آپ کے پیچھے پیچھے
چلتی فرماتے کہ۔

لو تعلمون ذنوبی ما طمعی عقی
اگر تمہیں میرے گناہوں کا علم ہو جائے تو دو
اشان ولحیتم التراب علی
آدمی بھی میرے پیچھے نہ چلیں اور میرے ستر
راسی ولوعدت ان اللہ غفر لی
مٹی ڈالنے لگو مجھے اس کی بڑی تندر سے اللہ
ذنباً من ذنوبی۔
میرے گناہ بخش دے۔

حارث بن سید کہتے ہیں کہ ایک روز بہت سے آدمی عبداللہ بن مسعود
پاس تھے انہوں نے کہا۔

۱۔ مسلم کتاب الزکوٰۃ باب النفقة علی الاقربین باب ترتیل القرآۃ کتاب الصلوٰۃ۔
۲۔ طبری ص ۲۸۴۲۔ ۳۔ سیر اعلام النبلاء ص ۲۵۳۔

والله الذي لا اله غيرك لو
 تعلمون علمي احببتم الزراب
 اس خدا کی قسم جس کے سوا اور کوئی دوسرا
 معبود نہیں اگر تم لوگ میری علمی حیثیت
 جان جاؤ تو میرے سر پر خاک ڈالو۔
 علی راسی علیہ

۲۶۔ استغناء

دنیا سے بے نیازی، تناسخت اور توکل میں بھی آپ بے مثل تھے۔ حضرت
 عثمانؓ نے آخری وقت میں جب انکار کیا ہوا و ظیفہ ادا کرنا چاہا تو اسٹھول نے
 نہایت بے نیازی سے اس کے لینے سے انکار کر دیا۔

دنیا کے مال سے بے نیازی اور توکل کے جذبہ نے ان سے انکار کرایا
 اور حضرت عثمانؓ سے کہلا بھیجا کہ آپ کو میری اولاد کے محتاج و دست نگر ہو جانے
 کی فکر ہے تو سنئے ہیں نے ان سے کہہ دیا ہے کہ وہ ہر شب سورہ واقعہ پڑھ لیا کریں
 میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جو ہر رات سورہ واقعہ پڑھ
 لیا کرے گا وہ کبھی ناقہ میں مبتلا نہ ہوگا۔

۲۷۔ دنیا اور آخرت کا موازنہ

ایک سچے مومن کی نگاہ میں دنیا زادِ آخرت ہے اس سے زیادہ اس کی
 کوئی حقیقت نہیں ہوئی جیسا کہ حضرت انسؓ فرماتے ہیں حضرت سلمان فارسیؓ
 کے انتقال کے وقت حضرت سعد بن ابی وقاصؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ
 ان کے پاس تشریف لے گئے تو وہ رونے لگے آپ سے پوچھا گیا کہ آپ
 کو کیا رنج ہے، آپ نے فرمایا کہ ایک معاہدہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے
 کیا تھا جس کی ہم نگہداشت نہ کر سکے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔

لیکن بلاغ احد عم من
 الدنيا هزاد الراعب
 وامانت ياسعد فاتق الله
 في حكمتك اذا حكمت وفي
 قمتك اذا قمت :-
 تمنا سے پاس دنیا کا اتنا سامان ہونا چاہیے
 جتنا ایک مسافر سفر میں اپنے ساتھ لگتا ہے
 اے سعد تم اللہ سے ڈرتے رہو اپنے
 فیصلہ کرنے میں تم جو فیصلہ کرو اور بات
 میں جب تم تقسیم کرو۔

حضرت ابن مسعودؓ لوگوں کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

من اراد الاخرة اضر
 بالدينا ومن اراد الدنيا
 اضر بالاخرة . يقوم بآخرها
 الفاني للباقي :-
 جو آخرت کو مقصود بناتا ہے وہ دنیا کے
 نقصان کی پروا نہیں کرتا اور جو دنیا کو
 مقصود بناتا ہے وہ آخرت کا ضرر نقصان
 کرتا ہے۔ اے میری قوم تم باقی (آخرت)
 کے لئے فانی (دنیا) کو پیچھے ڈالو۔

تیمم بن حذلم کا بیان ہے کہ مجھ کو اکثر اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 (ابوبکرؓ و عمرؓ) کی صحبت میں بیٹھنے کا شرف حاصل ہوا ہے مگر میں نے دنیا سے
 بے نیازی و طلب آخرت کے معاملہ میں عبداللہ بن مسعودؓ سے بڑھ کر کسی کو
 نہیں دیکھا۔

۲۸۔ خوفِ خدا

خدا کا خوف اور قیامت کا تصور انہیں ہمیشہ بے قرار کئے رہتا تھا۔
 اور بعض مرتبہ یہ خوف اس قدر بڑھ جاتا کہ آپ بے حد سہم جاتے۔ ایک
 مرتبہ اسی طرح گھبراہٹ میں آپ نے فرمایا۔

۱۰ اصابتہ تذکرہ عبداللہ بن مسعودؓ صفة الصفوة :-

و ددت انی اذ امامت
لما بعثت^ﷺ
مجھ کو اس کی تہا ہوتی ہے کہ مرنے کے
بعد اٹھایا نہ جاؤں۔

۲۹۔ رقت قلب

حضرت ابن مسعودؓ بہت زیادہ رقیق القلب واقع ہوئے تھے جہاں
کہیں آخوت اور حساب و کتاب جزا و سزا کا ذکر آتا آپ بے اختیار موجداتے
اس قدر روتے کہ آنسوؤں کی جھڑی لگ جاتی۔ ان کی کثرت بگا کے متعلق زید
بن وہبؓ فرماتے ہیں۔

رأيت بعيني عبد الله اشرب
اسودين من البكاء۔
آپ کی آنکھوں پر رونے کی کثرت سے دو
سیاہ نشان میں نے دیکھے۔

۳۰۔ عہد نبوی

آپ کے تحصیل علم اور علمی کارنامہ کا مستقل باب آگے آ رہا ہے یہاں
زندگی کے عام حالات بیان کئے جا رہے ہیں۔

اسلام کے فرائض و اعمال میں جہاد سب سے سخت ہے لیکن جب کبھی
حق کی حمایت اور باطل کے مقابلہ میں تلوار اٹھانے کی نوبت آئی تو حضرت
عبداللہ بن مسعودؓ باوجود ضعیف الاعضاء اور نحیف الجثہ ہونے کے اس کارِ عظیم
میں کسی سے پیچھے نہ رہے۔ چنانچہ جنگ بدر کے واقعہ کی تفصیل حضرت عبدالرحمن
بن عوفؓ اس طرح بیان فرماتے ہیں کہ میں بدر کے دن صف میں تھا کہ اچانک
مجھے اپنے واسنے اور بائیں جانب دو نو عمر لڑکے نظر آئے ان میں سے ایک نے
راز دارانہ طور پر مجھ سے پوچھا کہ چچا جان ابو جہل کون ہے مجھ کو تباہ کیجئے۔ میں نے کہا

میرے بھتیجے، تم ابو جہل کے ساتھ کیا کرو گے؟ اُس نے جواب دیا کہ میں نے اللہ سے عہد کر لیا ہے کہ جب میں ابو جہل کو دیکھوں گا تو اس کو قتل کر دوں گا خواہ اس کو شش میں میری جان جاتی رہے اور میں اللہ کی راہ میں کام آ جاؤں اسی طرح دوسرے نے بھی چپکے سے مجھ سے یہی پوچھا میں نے اشارے سے دونوں کو بتا دیا۔ دیکھو وہ ابو جہل ہے دونوں اس پر پھیر کے باز کی طرح جھپٹے اور حملہ کر کے اسے زمین پر گرا دیا یہ دونوں لڑکے معاذ اور معوذ عفراء کے بیٹے تھے۔ جنگ ختم ہونے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی شخص دیکھ کر آئے کہ ابو جہل کا کیا انجام ہوا، حضرت ابن مسعودؓ تعمیل ارشاد کے لیے روانہ ہوئے اور جا کر دیکھا تو ابو جہل دم توڑ رہا ہے اُنھوں نے اس کی داڑھی بکیر کر پوچھا "انت ابا جہل! تو ہی ابو جہل ہے۔" میں نے اپنا پاؤں اس کی گردن پر رکھا اس لئے کہ اس نے مکہ میں ایک بار بڑی سختی سے میری گردن پر گھونسنے سے اسے تھمے۔ اس پر اُس نے کہا اے بکری چرانے والے! تو ایسی جگہ چڑھ گیا جہاں تجھ کو نہیں چڑھنا چاہیے تھا۔ میں نے کہا اے دشمن خدا کیا تجھے اللہ تعالیٰ نے رسوا نہیں کیا؟ اُس نے کہا کیا تم نے مجھ سے بڑا مرتبہ رکھنے والے کسی انسان کو بھی قتل کیا ہے؟ پھر اس نے پوچھا بتاؤ آج زمانے کا چکر کس کے موافق ہے؟ میں نے جواب دیا اللہ تعالیٰ اور رسولؐ کے۔ اس کے بعد میں نے اس کا سر کاٹ لیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یہ کہہ کر پیش کیا کہ یہ دشمن خدا ابو جہل کا سر ہے۔ آپ نے اس پر اللہ تعالیٰ کی توحید کا نعرہ بلند کیا اور فرمایا اللہ للذی لا الہ غیرہ واللہ ہی وہ ذات ہے جس کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں، نہ

۱۰ بخاری ج ۲ ص ۵۶۵ سے میرزا ابن ہشام واقعہ بدر ص ۲

کتاب السنن
میرزا
بخاری

اپنے نحر کا نعرہ نہ اپنی امت کے نحر کا نعرہ۔ اس طریقے سے کانزوں کے سردار
الوجہل کا سر تین سے جدا کرنے کا سہرا آپ ہی کے سر رہا۔ ابوجہل کا بیان ہے
کہ ابوجہل نے یہ بھی کہا تھا کہ کاش مجھے کھیتی کرنے والے کے سوا کوئی دوسرا
قتل کہتا۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ غزوات بدر، احد، خندق، حدیبیہ، خیبر، نیر فتح
مکہ میں رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم رکاب رہے۔ اُحد میں آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کی غلط خبر پھیلنے سے مالوسی کے نتیجہ میں جو اذرافری
پھیل گئی تھی اس وقت بھی حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ثابت قدم رہے اور آپ
کے ساتھ ساتھ رہے۔ احد کے بعد ہی جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم
دیا کہ مسلمان ہتھیار نہ اتاریں اور آپ کے ساتھ ساتھ چلیں تو آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کی ہمرکابی میں حضرت عبداللہؓ بھی صحراء الاسد تک گئے تھے۔ غزوہ حنین
میں جب مسلمانوں میں بھگدڑ پڑی تو دس ہزار نئی جماعت میں صرف اسی آدمی
جاں نثار ثابت قدم رہ کر شمع نبوت کے ارد گرد پروانہ وار اپنی جان شامی کے جوہر
دکھا رہے تھے۔ ان میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بھی تھے۔ وہ فرماتے ہیں
کہ جب مشرکین نے اچانک سخت حملہ کیا تو ہم لوگ (۸۰) قدم پیچھے ہٹ
آئے پھر ہم کہ کھڑے ہو گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے آپ ایک مرتبہ
زمین کی طرف جھکے میں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، آپ سر بلند
رہیے نہ اپنے آپ کو رعبت عطا فرمائی ہے۔ آپ نے فرمایا مجھے ایسا مسمی
خاک اٹھا کر دے دو میں نے زمین سے خاک آپ کے دست مبارک میں

ملکہ زہرا بنت ابیہا ابن جبرئیل

دے دی آپ نے وہ خاک مشرکین کی طرت پھینکی جو ان کی آنکھوں میں بڑھی پھر ارشاد ہوا ہماجرین اور انصار کہاں ہیں؟ میں نے اشارہ سے بتایا تو حکم ہوا کہ انہیں پکارو میں نے بلند آواز سے پکارا یکا یک سب کے سب ایماں بگوش و خروش سے آئے یہاں نثاری کے ولولہ کے ساتھ دشمنوں پر ٹوٹ پڑے اس وقت ان کی تلواریں اس طرح چمک رہی تھیں جس طرح بادل میں بجلی چمکتی ہے۔ اس مرحلہ پر مشرکین میدان سے زک اٹھا کر مہاگ کھڑے ہوئے اور ان کی فتح شکست سے بدل گئی اور مسلمانوں کو فتح اور کامرانی نصیب ہوئی جب اسلام کا چہ چا زیادہ پھیلا اور مکہ سے باہر قریش کے علاوہ اور لوگ بھی اگاد کا اسلام میں داخل ہونے لگے تو مکہ کے سرداروں کو بڑی فکر ہوئی عقبہ بن ربیعہ اور شیبہ وغیرہ نے آپس کے مشورہ سے یہ نظلم کیا کہ حج کے زمانہ میں لوگ باہر سے آتے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تبلیغ و دعوت کا موقع مل جاتا ہے۔ ان نئے آنے والوں کو اس سے روکا جائے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملیں۔ اس کی تدبیر انھوں نے یہ کی کہ اپنے مختلف کارپروا اس کام پر مقرر کئے کہ باہر سے آنے والوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملنا کیا جائے یا کم از کم ان کے دلوں میں آپ سے ملاقات کا شوق و رغبت پیدا نہ ہو اور ان کو یہ سکھایا گیا کہ ہر آنے والے سے کہیں کہ اس نئے دعویٰ کرنے والے سے نہ ملو اور اس کی بات نہ مانو۔ یہ کامن ہے یہ شاعر ہے یہ مجنون ہے مختلف لوگ مختلف باتیں کہیں اور اس کے لئے مکہ میں پہنچنے کے جو مختلف راستے تھے ان پر مختلف آدمی مقرر کر دیئے گئے۔ اس جھوٹ کو ظاہر کرنے کیلئے

۱۱۱۱ باب نزول آیتہ السکینۃ، منہاجہ منیل جلد ۱ ص ۲۵۳

۱۱۱۱۱۱۱۱

امام حاکم

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنے صحابہ میں سے کچھ لوگوں کو مقرر کیا کہ ان کے جھوٹ کا جواب دیں اور کہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چل کر تم خود ان کی باتیں سن لو اس کے بعد فیصلہ کرنا چنانچہ قرآن میں اس کا تذکرہ ہے۔

كَمَا أَنْزَلْنَا عَلَى الْمُقْتَسِمِينَ
الَّذِينَ جَعَلُوا الْقُرْآنَ عِضِينَ
قُورَيْبًا لِنَسْتَلْهُمْ أَحْمَعِينَ

کہ ہم راستوں پر بٹ جانے والوں پر
اپنا عذاب اتاریں جنہوں نے قرآن ٹکڑے
ٹکڑے کر دیا ہے تمہارے رب کی قسم ہم
ان سے ضرور باز پرس کریں گے۔

سورہ حجر ۶ (آیہ ۹۲-۹۰)

ان راستوں سے ایک راستہ پر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بھی مقرر کئے گئے کہ ان جھوٹی باتوں کا جواب دیں۔

شق القمر کے واقعہ کی روایت بہت سے صحابہ نے کی ہے جس میں کم عمر صحابہ بھی ہیں جیسے حضرت عبداللہ بن عباسؓ، عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت انسؓ اور بڑی عمر والے صحابہ بھی۔ ان بڑی عمر والے صحابہ میں کچھ اصحاب وہ ہیں جو اس وقت سے بہت پہلے اسلام لائے تھے اس لئے آپ کی روایت صحیح اور مستند ترین سمجھی جاتی ہے۔ یہ روایت بخاری، مسلم اور ترمذی وغیرہ میں ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت کے الفاظ یہ ہیں۔

الشق القمر رمحن مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم فنصار فرقتین
نقال لنا الشہدوا

حضرت ابو عبیدہؓ کہتے ہیں کہ میرے والد حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا

۱۔ بیابان النبلاء۔ المجرنتہ طبع دائرة المعارف حیدرآباد دکن۔

۲۔ بخاری علامات النبوة فی الاسلام ص ۲۳۳ و کتاب التفسیر سورہ قمر مسلم و ترمذی کتاب التفسیر

اخلائی من اصحاب رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم ابو بکر و عمر
 و ابو عبیدہؓ
 حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ میں سے
 تین بڑے بڑے گارڈھے دوست ہیں ابو بکرؓ
 عمرؓ اور ابو عبیدہؓ۔

۳۱. عہد صدیقی

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ارتداد کا فتنہ جس تیزی سے پھیلنا
 اور حضرت ابو بکر صدیقؓ کی خدمت میں بعض قبیلوں کے وفد اس لئے آئے کہ زکوٰۃ
 کی معافی تسلیم کرالیں۔ حضرت ابو بکرؓ نے پوری قوت سے ان کی درخواست کو
 ٹھکرا دیا اور فرمایا کہ جو نماز و زکوٰۃ میں فرق کرے گا اس سے میں جہاد کروں گا
 اس قبیلہ والوں نے مدینہ آکر دیکھا کہ صحابہ کرامؓ کی بڑی تعداد حضرت اسامہؓ
 کے ساتھ جہاد میں جا چکی ہے اور مدینہ میں بہت مٹھوڑے صحابہ رہ گئے ہیں انھوں
 نے سوچا کہ اس کمزوری کو غنیمت سمجھنا چاہیے اور مدینہ پر جلد از جلد حملہ کر دینا
 چاہیے۔ حضرت ابو بکرؓ نے اس کا اندازہ پہلے ہی کر لیا تھا۔ آپ نے حضرت
 عبدالرحمن بن عوفؓ زبیر بن العوامؓ طلحہ بن عبد اللہؓ کی سرکردگی میں مدینہ کے
 مختلف راستوں پر حفاظت کے لئے دستے متعین کر دیئے تھے ان میں ایک
 دستہ پر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو بھی متعین کیا تھا حضرت ابو بکرؓ کی استقامت
 کی برکت سے جب در دراز کے مسلمان سردار زکوٰۃ لے کر مدینہ پہنچے تو جس
 راستہ سے حضرت عدیؓ آئے اس پر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ متعین تھے۔
 حضرت عبداللہ بن مسعودؓ حضرت ابو بکرؓ کی خدمت میں ان کی حاضری کی بشارت
 لے کر پہنچے۔

۱۵۱ سیر اعلام النبلاء ص ۱۵۱

۱۵۲ صدیق اکبرؓ

از سورہ ناسعہ احمد اکبر آبادی۔

۳۲۔ عہدِ فاروقی

حضرت ابو بکر صدیقؓ نے اپنے بعد حضرت عمر فاروقؓ کو خلیفہ نامزد فرمایا۔ ان کے دورِ خلافت میں جب فتوحات کا دائرہ وسیع ہوا تو حضرت ابن مسعودؓ حضرت عمرؓ کی فاتحانہ سرگرمیوں میں حصہ لینے کے لئے کمر بستہ ہو گئے چنانچہ ۱۵ھ میں یرموک کی فیصلہ کن جنگ میں شریک ہوئے اور خوب خوب اپنی تلوار کے جوہر دکھائے۔ حمص جب فتح ہوا تو اس کا جنس آپ ہی کے ہاتھ حضرت عمرؓ کو مدینہ روانہ کیا گیا۔

ابو عبیدہؓ کہتے ہیں کہ ایک سفر میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو پانی کی قلت کی تکلیف پیش آئی۔ لوگوں نے اس کا ذکر حضرت عمرؓ کے سامنے کیا تو آپ نے فرمایا۔

لھوان یفجر اللہ لہ عینا البتہ آپ کے متعلق یہ توقع ہے کہ اللہ تعالیٰ
لیسقیہ منها واصحابہ آپ کے لیے چشمہ جاری کر دے بجائے اس کے
اظن عندی من ان یقتلہ لکے آپ اور آپ کے ساتھی پیارے ختم ہو جائیں
عطشاً۔

تضایع کے تفرق میں سب سے اہم کام قابل اور مستدین حاکم کا انتخاب ہے چنانچہ حضرت عمرؓ نے اس اہم عہدہ کے لیے جن کا انتخاب کیا ان میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بھی تھے ۲۰ھ میں حضرت عمار بن یاسرؓ کو فزہ کا گورنر بنا کر بھیجا تو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو قاضی بنا کر ان کے ساتھ کر دیا اس کے علاوہ بیت المال کی نگرانی و ذمہ داری بھی ان ہی کے سپرد فرمائی۔ مسلمانوں کی تعلیم اور مذہبی امور کی

نگرانی اور امیر کوفہ کی وزارت کے فرائض بھی ان ہی کو سونپے گئے۔ اہل کوفہ کے نام حضرت عمرؓ نے (امیر عمارؓ اور حضرت عبداللہؓ قاضی) کے متعلق مندرجہ ذیل خیالات ظاہر فرمائے۔

انی بعثت الیکم عمار بن یاسر
امیراً و ابن مسعود معلماً و
وزیراً و قد جعلت ابن مسعود
علی بیت مالکم و انہما لمن
النجباء من اصحاب محمد
من اهل بصری فاسمعوا لہما
واطیعوا ہما۔

بیشک میں نے تمہارے لیے عمار بن یاسر کو امیر
رکھ دیا، ابن مسعود کو استاد و
وزیر بنا کر روانہ کیا ہے اور بیت المال کی
نگرانی بھی عبداللہ بن مسعود کے سپرد کی ہے
یہ دونوں حضرات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے
صحابہ میں بڑے شریف لوگوں میں سے ہیں۔
یہ شکر کا وقت ہے میں ان کی باتیں سنو اور ان کا

کہا مانو۔

حضرت عبداللہ پورے دس برس تک اپنے علمی اور انتظامی کاموں میں
مصروف رہے اور ان سب کو نہ فرائض منصبی کو بہ حسن و خوبی انجام دیا اور انھوں نے
علم کی اشاعت اس انہماک اور سرگرمی سے کی کہ کوفہ مکہ و مدینہ کے برابر کا تعمیر
دارالعلم بن گیا۔ اپنے ورع و تقویٰ اور علمی خدمت کی وجہ سے اہل کوفہ کی نظر
میں بھی اسی قدر ہرول عزیم ہو چکے تھے کہ دربار خلافت میں کسی نے نہ آپ کی شکایت کی
اور نہ برطرف کرنے کا مطالبہ کیا حالانکہ خود گورنر کے بدلنے کا مطالبہ کرتے تھے
لیکن آپ کی ذات کو اپنے لئے باعث سعادت سمجھتے تھے۔

حضرت عمرؓ جب دفن ہوئے تو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ جنازہ کی نماز پڑھا

۱۰۴۱ م فی الواقع ۲۵۸۰ھ

عزرا الدین

امیر بن ابی بکر بن ہشیم الجوزی

محمد عی الدین عبد اللہ محمد علی

۱۳۷۵ھ

تھے۔ دفن کے بعد ان کی قبر پکھڑے ہوتے جاتے تھے اور فرط غم سے چادر گرتی جاتی تھی۔ آپ فرماتے تھے اگر مجھے آپ پر نماز پڑھنے کا موقع نہیں ملا تو آپ کی تعریف تو کر سکتا ہوں۔ آپ حق کے مقابلے میں بڑے سخی تھے اور ناحق کے سلسلہ میں بڑے بخیل، خوشی کے موقع پر آپ خوش ہوتے تھے اور ناراضی کے موقع پر ناراض رہتے۔ بے جگہ عیب چینی نہیں کرتے تھے اور نہ بے موقع تعریف۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اسلام کی طرف سے بڑی جزا دے۔

۳۳۔ عہد عثمانی

حضرت عمرؓ ذی الحجہ ۲۲ھ میں شہید ہوئے اور حضرت عثمانؓ خلیفہ منتخب ہوئے یوں تو حضرت عمرؓ کے زمانہ ہی میں حکام و امراء ادا لیتے بدلتے رہے۔ بعض کی شکایتوں ہی کی بناء پر تبدیلی ہوئی مگر امیر المؤمنین کی قوت میں کوئی تزلزل نہ آیا تھا مگر حضرت عثمانؓ کے دورِ خلافت میں انقلاب سیاست کی پہلی ہوا چلی جس سے لوگوں کے قلب پر اطاعت امیر کا جذبہ کمزور پڑ گیا اور بار بار کے احتجاج پر یکے بعد دیگرے کوفہ کے والی بدلے گئے اور یہ تبدیلی امیر المؤمنین کی قوت سے نہ ہوتی تھی بلکہ گرفت کی کمزوری کی وجہ سے امیر المؤمنین امیر و حاکم کے بدلنے پر مجبور ہوتے تھے۔ یہ تھے وہ گونا گوں انقلابات جو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے اپنے عہد کی طویل مدت میں دیکھے۔

۳۴۔ حضرت سعدؓ کی معزولی

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے عہدہ قضا کے دوران کوفہ کے کئی گورنراہل کوفہ کی شکایت پر معزول کئے گئے۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کو بھی حضرت عثمانؓ

نے کوفہ کا گورنر بنایا۔ اپنی گورنری کے زمانہ میں اُمّوں نے ایک مرتبہ کسی ضرورت سے بیت المال سے کچھ رقم قرض لی۔ بیت المال کی نگرانی بھی حضرت عبداللہ بن مسعود کے ذمہ تھی۔ حضرت عبداللہ بن مسعود سے کوفہ کے کچھ لوگوں نے کہنا شروع کیا کہ بیت المال آپ کی نگرانی میں ہے اور سعد بن ابی وقاص بڑی حیثیت کے آدمی ہیں جو بیت المال کی رقم ادا کرنے میں بلاوجہ تساہل سے کام لے رہے ہیں آپ ان سے مطالبہ کیجئے۔ ادھر سعد بن ابی وقاص سے ان کے حاشیہ نشینوں نے کہنا شروع کیا کہ آپ سابقوں اور لوگوں میں سے ہیں اور آپ نے اپنی ضرورت کے لئے رقم لی ہے اور اس زمانہ میں مسلمان صرفہ الحال ہیں۔ ایسی کوئی ضرورت نہیں کہ جلد رقم بیت المال کو واپس کی جائے ان بزدلوں کو ان دو طرفہ ریشہ دوانیوں کا علم نہ تھا جب بہت روز ہو گئے تو اُمّوں نے حضرت سعد سے رقم واپس کرنے کا مطالبہ کیا۔ ایک روز اسی سلسلہ میں حضرت سعد اور حضرت عبداللہ کے درمیان تلخ کلامی کی لوبت آئی اور حضرت سعد نے غصہ میں اپنا عصا زمین پر پھینک دیا اور عبداللہ بن مسعود پر بددعا کے لئے دونوں ہاتھ اٹھائے مگر ابھی ان کی زبان سے اسی قدر الفاظ نکلے تھے کہ آسمان اور زمین کے پیدا کرنے والے "حضرت عبداللہ نے ان سے درخواست کی کہ مجھے بددعا نہ دیجئے، حضرت سعد نے جواب دیا کہ مجھے اگر خدا کا خوف نہ ہوتا تو یقین جانوں میں تمہارے لیے سخت بددعا کرتا اس کے بعد حضرت عبداللہ بغیر کچھ کہے وہاں سے چلے آئے۔ اس واقعہ کی خبر حضرت عثمان کو ہوئی تو آپ

۱۰ فتح الباری جلد ۱ مناقب عثمان ۱۰۵

۱۱ اس واقعہ کا اخیر ٹکڑا بھی فتح الباری ص ۱۰۵ میں ہے۔

۱۲ شہاب الدین بن حجر العسقلانی ص ۱۰۵

دونوں سے بہت ناخوش ہوئے اور حضرت سعدؓ کو کوفہ سے مدینہ بلا لیا۔
یہ ۲۶ھ کا واقعہ ہے۔

۳۵۔ حضرت عثمان (خلیفہ وقت) اطاعت

حضرت عثمانؓ نے آپ کا قرآن آپ سے طلب کیا آپ نے اختلاف کیا اور دلی رنج کا بھی اظہار کیا۔ مگر امیر کے حکم کی تعمیل میں اختلاف المسلمین کے فتنہ کو روکنے کے لئے آپ خاموش ہو گئے قرآن پر عمل عادت اس قدر مستحکم ہو گئی تھی کہ آپ نے امیر المؤمنین کے حوالگی مصحف کے حکم کی تعمیل کی گوکہ اپنے مصحف کا برباد کرنا نا طبع لطیف پر بید شاق تھا اور آپ نے حضرت عثمانؓ کو سمجھانے کی کوشش کی، مگر جب حکم باقی رکھا گیا تو اس کی تعمیل کی اس سلسلہ میں حضرت عبداللہؓ کو سخت گھٹن سے دوچار ہونا پڑا مگر نہایت کامیابی سے اس دشوار منزل سے گزر گئے۔

۲۹ھ کا واقعہ ہے کہ حج کے موقع پر حضرت عثمانؓ نے منیٰ میں بجائے دو کے چار رکعتیں پڑھیں۔ چونکہ یہ عمل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ کی سنت کے خلاف تھا۔ اس لئے صحابہ میں بڑی برہمی پھیل رہی تھی۔ عبداللہ بن مسعودؓ البوزر اور عبدالرحمن بن عوفؓ ایک طرف آپس میں اظہارِ تعجب اور اسٹوس کر رہے تھے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی زبان پر بار بار یہ فقرہ آ رہا تھا۔

حظی من اربع رکعات ان چار رکعتوں میں سے اللہ تعالیٰ میری

رکعتان متقبلتان۔ دو ہی رکعتیں قبول کرے۔

لیکن خلیفہ وقت کی اطاعت کو ان کی دقیق ایمانی بصیرت ان تمام باتوں

پر ترجیح دے چکی تھی اگرچہ عثمان غنیؓ کے اس عمل پر ان کو تعجب ہوا اور زبان سے اس پر ناپسندیدگی کا اظہار بھی کیا لیکن عمل میں اُنھوں نے خلیفہ کا اتباع ہی کیا یعنی خود بھی منیٰ میں بجائے دو رکعتوں کے چار رکعتیں ادا کیں اور جب لوگوں نے خصوصاً حضرت عبدالرحمنؓ نے اس پر حیرت ظاہر کی کہ آپ نے وہی کیا جو حضرت عثمانؓ نے کیا حالانکہ آپ اس پر اظہار ناپسندیدگی کر چکے ہیں تو حضرت عبداللہؓ کا جواب یہ تھا۔

الخلاف شرقاً و غرباً	اختلاف بری چیز ہے مجھ کو خبر ملی کہ حضرت
صلیٰ اربعاً فصلیت مع	عثمانؓ نے منیٰ میں چار رکعت نماز پڑھی ہے
اصحابی اربعاً	میں نے بھی اپنے ساتھیوں کے ساتھ چار ہی
	رکعت نماز پڑھی۔

لوگوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی ناراضگی کے سلسلہ میں یہاں تک لکھ دیا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے آپ کی تنخواہ دو سال تک روک دی۔

۳۶۔ ولید بن عقبہ کی گورنری

حضرت عثمان غنیؓ کے آخری زمانہ میں کوفہ میں آئے دن سازشیں ہوتی رہتی تھیں۔ اس طرح خلیفہ وقت کی مخالفت کا بازار گرم ہو گیا تو حضرت عبداللہؓ کو بھی بہت سی پیچیدگیوں اور مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ جن دنوں ولید بن عقبہ کوفہ کے گورنر تھے حضرت عبداللہؓ کی عدالت میں ایک ساحر اس الزام میں پیش ہوا کہ یہ امیر کو اپنی بازی گرمی دکھا رہا تھا۔ مقدمہ پیش کرنے والوں کا مقصد بازی گرم کو سزا دلانے سے زیادہ والی کوفہ کو بدنام کرنا تھا۔ والی کوفہ سے ان لوگوں کے کہہ کی وجہ یہ تھی کہ ۳۹ھ

کے لو آخر یا سہ کے اوائل میں چند لوگوں نے ایک مکان میں نقب لگائی عین
 نقب کے وقت مالک مکان کی آنکھ کھل گئی اور معاملہ مہیا پ کر اُس نے مدد
 لیے پکارنا شروع کر دیا۔ انشاء راز کے ڈر سے نقب زنوں نے اس کا خاتمہ
 کر دیا۔ اسی درمیان میں آواز سن کر کچھ لوگ آچکے تھے، اُنھوں نے نقب
 زنوں کو پکڑ لیا۔ مقدمہ ولید بن عقبہ کے سامنے پیش ہوا۔ ولید نے ان کو حراست
 میں رکھنے کا حکم دیا اور واقعات حضرت عثمانؓ کو لکھ بھیجے۔ مالک مکان کے
 قتل کے جرم میں ان کو سزائے موت کا حکم آیا ولید بن عقبہ نے ان سب کو
 قتل کر دیا۔ نقب زنوں کی اولاد اور دیگر عزیز واقارب ولید سے انتقام
 لینے کے درپے ہو گئے۔ چنانچہ اُنھوں نے ان کے خلاف مہم شروع کر دی
 اور اس مہم میں بہت سے ایسے مفسدین بھی ان لوگوں کے ساتھ ہو گئے جو
 حضرت عثمانؓ یا ولید سے ذاتی عناد رکھتے تھے۔ وہ ساجو جو حضرت عبداللہؓ کی
 عدالت میں پیش ہوا تھا۔ پہلے ولید کے دربار میں لایا گیا تھا جسے یہ بہت
 دمی گئی کہ ولید نے اسے تماشہ دکھانے کی غرض سے بلایا تھا۔ ولید نے اس سے
 پوچھ گچھ کی تو اس نے ساجو ہونے کا دعویٰ کیا اور اس کو مرعوب کرنے کے
 لئے وہ گدھے کی دم میں گھسا اور منہ سے نکل آیا۔ ولید نے فیصلہ حضرت عبداللہؓ
 کے سپرد کر دیا۔ حضرت عبداللہؓ نے تفتیش کے بعد اس کے قتل کا فیصلہ دے دیا
 وہیے انتقام کر وہ کی تشفی نہ ہوئی اور یہ مشہور کر دیا کہ ولید جادو کا تماشہ دکھانا
 اور یہ بات اپنی طرف سے گھڑی کہ ولید کو جادو گر سے کافی دلچسپی ہے اور وہ
 اس فتویٰ پر عمل نہ ہونے دیں گے۔ اسی گروہ کے ایک شخص جناب نے کوشش
 کی کہ ساجو کو مار ڈالے لیکن ناکام رہا اور گرفتار ہوا۔ جادو گر ہلک طوریہ زخمی
 ہو گیا۔ ولید نے پھر دربار خلافت میں اس واقعہ کی اطلاع دی اور پوچھا کہ جناب

کو کیا سزا دی جائے وہاں سے جواب آیا کہ جناب سے حلف لو کہ اس کو اس کا علم نہ تھا کہ جادوگر کے قتل کی سزا صادر ہو چکی ہے نیز وہ بیان کرے کہ اس کو اس کا یقین تھا کہ جادوگر کو سزا نہیں دی جائے گی۔ اس کے بعد اس کو مناسب سزا دی جائے اور لوگوں کو متنبہ کر دیا جائے کہ خیال و گمان کی بنیاد پر کچھ کرنے گدی نہ اور نہ قانون کو اپنے ہاتھ میں لیں۔ مجرم اور قاتل کی تحقیق اور تحقیق کے بعد سزا دینا ہمارا کام ہے۔

۳۷۔ ولید بن عقبہ کی ناراضی

ولید نے حضرت عبداللہ بن مسعود کو خلافت کے اس جواب کی اطلاع کی حضرت عبداللہ نے اسی کے مطابق سزا نافذ کی اور اہل کوفہ کو جمع کر کے کہا۔ لوگو! آپ لوگوں کا عمل درست نہیں ہے کہ آپ محض تنک و شبہ کی بنیاد پر ایسا کام کر گزریں جس سے حکام کے کاموں میں رکاوٹ ہو۔ مجرموں اور قاتلوں کو سزا دینا حکام کا کام ہے اس لئے آپ لوگ ایسے معاملات میں دخل نہ دیا۔ کہیں یہ معاملہ اس طرح رفع و رفع ہو گیا۔ لیکن مخالفین اور تنقید کرنے والوں کی تشفی نہ ہوئی۔ حضرت عبداللہ کے پاس یہ شکایت پہنچائی گئی کہ ولید چپ کر شراب پیتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ لوگوں کے پوشیدہ عیوب کے تجسس کی اجازت نہیں۔ ولید نے سنا کہ میری شکایت کرنے والوں کو عبداللہ بن مسعود نے یہ جواب دیا ہے تو ناراض ہو کر انھیں بلوا بھیجا اور پوچھا کہ مجھ پر تہمت لگا کی گئی ہے اس سے برات کی شکل کیا ہو سکتی ہے چونکہ میرا جرم تجسس کے بغیر ثابت نہیں ہو سکتا اور تجسس سے روکا گیا ہے اس لئے

۲۸۲۵ء تاریخ الملام ۵/۶۱ تاریخ طبری ۲۸۵ء سے تاریخ طبری ۲۸۲۵ء

کلا ابو جعفر محمد بن جریر الطبری المصنف

سنزانا مذہب نہیں کہا سکتی لیکن میرے وامن کا دلغ اس سے نہ دھلے گا۔ حضرت عبداللہ نے ان کی بات سنی ان سنی کر دی مزید یہ ان ایک واقعہ اور ہوا۔ چونکہ خلفائے راشدین کے دور خلافت میں حکام اور عاقلین کو نہایت سادہ زندگی بسر کرنے

۱۰ اس کی شراب خوری کا ثبوت حضرت عثمان کو شہادت سے مل گیا تو حضرت علیؓ کو خبر دیا کرنے کے لئے فرمایا۔ حضرت علیؓ نے چالیس کوڑے لگوائے (مسلم، ابوداؤد، ابن ماجہ کتاب الحدود)

ولید بن عقبہ ابی معیط حضرت عثمان کا اخیانی بھائی تھا۔ اس کی بہن حضرت ام کلثوم کا اسلام کے لئے یہ جرات مندانہ اقدام کہ وہ مسلمان ہو کر مکہ معظمہ سے مدینہ طیبہ تہا آگئیں۔ ان کے دونوں بھائی واپس لینے آئے مگر وہ نہ گئیں تاریخ اسلام میں یہ ایک امتیازی واقعہ ہے۔

ولید کے حالات کے ضمن میں علامہ ابن عبدالبر لکھتے ہیں:-

ولقد کان من رجال قریش ظرفا
وحلما و متجاعة و ادبا و کان من
الشعراء المطبوعین۔
بیشک وہ قریش کے مردوں میں اپنی خوش بیانی،
بروباری، بہادری اور سلیقہ کے لحاظ سے
رمتاز اور خوش گو شاعر تھا۔

کان الاصحعی والوعلید غ و امن
الکلبی یقولون فکان شاعرا کویما۔
اس کے ساتھ یہ بھی کہتے ہیں:-
مشہور ادیب اور لغوی اصمعی ابو عبیدہ اور ابن
الکلبی کہتے ہیں کہ وہ بہت مہرز شاعر تھا۔

کان ولید بن عقبہ فاسقا شریبا
خمرا و خبارة فی شرب الخمر و
ملازمة ابازید البطالی مشہور تکتیر
ولید بن عقبہ بدکار تھا، شراب کا پیوٹ تھا، شراب
کے پینے کے سلسلے میں اس کے واقعات اور ابوزبید
طالی (مشہور پیوٹ) کے ساتھ اس کی صحبت شراب
(باقی صفحہ ۷۱ پر)

کی تاکید تھی۔ کوفہ کے حاکم اعلیٰ ہونے کے باوجود ولید نے اپنے دروازہ پر کسی قسم کا پہرہ وغیرہ نہیں بٹھایا تھا۔ اس صورتِ حال سے مخالفین نے ناجائز فائدہ اٹھایا اور ایک روز جب کہ ولید بن عقبہ سویا ہوا تھا ان کی انگلی سے سرکاری مہر والی انگلی

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۷۰)

یسمج بنا ذکر ما ہما
ولہ اخبار فیہا نکارۃ
وشناعۃ تدل بقطع علی
سوء حالہ وقبح انعالہ
غفر اللہ لنا ولہ
نوٹ: بہت مشہور ہے۔ اس کا پہلا ذکر کرنا
طبیعیات کو گوارا نہیں اس کے اور بھی حالات
ہیں جس میں اس کی شریعت سے دوری اور
استخفاف ہے۔ یہ سب حالات یقیناً بتلاتے
ہیں کہ دین کے لحاظ سے اس کا حال اچھا نہ تھا
اور اس کے افعال بہت بُرے تھے۔ اللہ تعالیٰ
ہماری اور اس کی مغفرت کرے۔

پھر یہ واقعہ نقل کرتے ہیں:-

صلی باہل الکوفۃ صلاۃ الصبح
اربع رکعات ثم التفت الیہم
فقال ارمید کم فقال عبد
بن مسعود ما زلنا مع
زیادۃ منذ الیوم۔
کوفہ میں اس نے صبح کی نماز میں چار رکعتیں
پڑھیں نماز کے بعد وہ نمازیوں کی طرف متوجہ
ہوا اور کہنے لگا کہ میں نے نماز میں اضافہ کر دیا
ہے۔ عبداللہ بن مسعود نے (ظنوا) فرمایا کہ جب تک
ہم تیرے ساتھ ہیں ہم کو آج تک ترقی ہوتی
رہی ہے۔

اس واقعہ پر ابن عبدالبرانی یہ رائے لکھتے ہیں:-

ہذا مشہور عن روایۃ الثقات من
یہ واقعہ ثقہ روایتوں کے ذریعہ سے نقل ہوا ہے،
(باقی صفحہ ۷۲ پر)

اتارے گئے اور سب کو دکھا کر یہ مشہور کیا کہ ولید شراب کے نشہ میں مدہوش تھا
 اسی حالت میں ان کی انگلی سے یہ انگوٹھی نکال لی گئی اور اس کو اس کی جڑ تک نہ
 ہوتی یہ ایک ایسی ایسی گرفت تھی جس کے بعد حضرت عبداللہ بن مسعود جیسے
 (بقیہ صفحہ ۷۱)

نقلۃ اهل الحدیث و اهل
 الاخبار۔

ان میں محدثین بھی ہیں اور محدثین بھی
 امام مسلم، ابوداؤد، اور ابن ماجہ تینوں نے کتاب الحدیث میں اس واقعہ کا ذکر کیا ہے۔ علامہ
 ذہبی سیر اعلام النبلاء میں بھی لکھتے ہیں۔

ان الولید کان یشرّب الخمر
 و حد علی شرب الخمر
 علامہ ابن عبد البر رقمطراز ہیں۔

تمام علماء اس آیت کی تفسیر میں بالاتفاق لکھتے
 ہیں کہ ان جاء کفر فاسق بنباء میں فاسق
 سے مراد یہ ولید بن عقبہ ہے اور وہ واقعہ یہ ہے
 کہ اس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ
 بنو مصطلق کے پاس زکوٰۃ و صدقات وصول
 کرنے کے لئے بھیجا تھا اس نے وہاں سے
 واپس آ کر جھوٹی خبر دی کہ نعوذ باللہ وہ مرتد
 ہو گئے ہیں اور انہوں نے زکوٰۃ ادا کرنے
 سے انکار کر دیا ہے۔ واقعہ صرف اتنا تھا کہ
 نبی مصطلق کو خبر ہوئی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

و اخلاف بن اهل العلم بتاویل
 القرآن فی ما علمت ان قوله عز وجل
 ان جاء کفر فاسق بنباء فیتوانزل
 فی الولید بن عقبہ و ذلک انه
 بعثه رسول الله صلی الله علیه
 و سلم الی بنی المصطلق مصدقا
 فاخبر عنہما انہما ارتدوا و الی
 عن اداء الصدقة و ذلک
 انہم قد خرجوا الیہ نہابہم
 و لم یجرف ما عندهم

زیرک و صاحبِ فراست انسان کے لئے یہ فیصلہ کرنا مشکل ہو گیا کہ مخالفین کی بات کو صحیح سمجھیں یا ولید نے جو نیند کا عذر بیان کیا ہے اس کو سچ باور کریں پھر بھی اپنے

بقیہ حاشیہ صفحہ ۷۲

مجھجا ہوا عامل آ رہا ہے، وہ سب کے سب اس کے استقبال کے نکلے (اس زمانہ میں قاعدہ یہی تھا کہ جس کی عزت کرتے اپنے پورے لباس اور مکمل ہتھیاروں کے ساتھ اس کا استقبال کرتے) ولید نے جب فوج کی فوج کو آتے دیکھا تو ڈر گیا۔ ان کے رادوں کا اس نے پتہ نہیں چلا یا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھوٹی خبر دی پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خالد بن ولید کو روانہ کیا اور ان کو حکم دیا کہ صحیح واقعہ کا پتہ چلا میں تو انھوں نے آکر بتایا کہ وہ اسلام پر مضبوطی سے قائم ہیں اس کے بعد

آیت بالانازل ہو۔

یہ بات مفسر واحدی نے اسباب النزول میں اور اپنی تفسیر الوسیطہ میں بھی نقل کی ہے عین المعانی تفسیر قرطبی تفسیر عبد الصمدی الحنفی تفسیر ابن الجوزی تفسیر مفاتیح الغیب نوح الدین رازی میں بھی نقل ہے۔ اس شان نزول کے سوا دوسری شان نزول لکھی ہی نہیں۔

۱۰ استیعاب ۶ مطبوعہ دائرۃ المعارف

۱۱ الروض الباسم فی الذب عن سنتہ ابی القاسم علامہ ابی عبد اللہ محمد بن ابی ہشیم الوزير البجانی

ادارۃ الطباعة النیریتہ

بہنی زکاوت سے مخالفین کو ٹالا آپ ولید کی ہم نوائی سے مجبور تھے۔ ولید آپ سے ناراض ہو گیا آپ نے اس کی پروا نہ کی اس کے بعد بیت المال سے ایک لاکھ سو چوبیس ہونے لگے۔ جس کی تفصیل آگے آتی ہے۔

بقیہ حاشیہ صفحہ ۷۳

ولید نے امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ میری چیز آپ سے زیادہ تیز ہے اور میری زبان آپ سے زیادہ چلتی ہے اور دل کے لحاظ سے آپ سے زیادہ بہادر ہوں۔ حضرت نے فرمایا چپ رہو تم بگاری تو ہوتے تو یہ آیت نازل ہوئی تھی انمن کان مؤمنا کمین کان فاسقا ذہبی نے اس کی سند کو قوی بتلایا ہے۔

قال الوليد لامير المؤمنين علي
رضي الله عنه انا احدمك سنانا واقرز
منك لسنانا واتجبع منك جنانا
فقال له اسكت فانما انت فاسق
فنزلت انمن كان مؤمنا
كمين كان فاسقا رواه الذهبي
وقال اسناده قوي .

ڈاکٹر احمد امین فخر الاسلام میں لکھتے ہیں۔

بنی امیہ کے بہت سے نوجوان اور بنی ہاشم کے بعض نوجوانوں کی بود و باش اسلام کی بجائے کفر سے قریب تر تھی۔ ان کے مشاغل شراب خوری، شکار بازی اور گانا بجانا تھے، یزید بن معاویہ اور اس جیسے لوگوں کو یہی دیکھ لو۔

بل كثير من شبان بنی امیہ و
بعض شباب بنی ہاشم كانوا
يعيشون عيشة هي الى الجاهلية
اقرب منها الى الاسلام شراب
وصيد وغرائب يمزجها بن
معاوية وصحبه ان
مشئت فاقراء سيرة الوليد
بن عقبه الاموي كان من
ذئبان قريش وشعراء هم

اگر تم چاہتے ہو کہ ولید بن عقبہ کی ریت پڑھو تو جان لو کہ وہ قریش کا ہیر و اوران کا بڑا شاعر تھا، وہ بڑا بہادر اور سخی تھا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں کوفہ کا گورنر بھی ہوا۔ تم اس کو کھلے طور پر دیکھو

۳۸۔ حضرت عبداللہ کی کوفہ سے مدینہ کو واپسی

آپ کی مدینہ کو واپسی کے سلسلے میں مورخین بیان کرتے ہیں کہ حضرت سعدؓ کے اختلاف پر حضرت عثمانؓ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے کچھ ناراض ہو گئے تھے

(بقیہ صفحہ ۷۶)

وشجعانہم واجوادہم ولی
الکوفۃ لعثمان ترا حیاناً لم یؤثر
فیہا الاسلام کثیراً تہتک فی
الشراب... الی غیر ذلک
من کرم جاہلی وعصبۃ جاہلیۃ

کہ اسلام نے اس میں نفوذ ہی نہیں کیا تھا وہ
بہت کثرت سے شراب پیتا تھا۔ اس میں
قدیم مشرکین جیسی سخاوت بھی تھی اور خاندانی
حمیت بھی۔

اگر تفصیل چاہیں تو الاغانی جلد ۲ ص ۱۷۵ سے ص ۱۹۰ تک پڑھ جائیں اور جلد ۱۲ ص ۱۹۲ میں بھی اس کا حال ہے۔

ولید بن عقبہ نے حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے کوفہ کی گورنری کا چارج لیا تھا۔
جب وہ کوفہ پہنچے تو حضرت سعدؓ نے فرمایا:-

واللہ ما ادری اصت بعدنا
ام حمننا بعدک۔

خدا کی قسم میں نہیں جانتا کہ ہمارے مدینہ سے آنے
کے بعد تو فرزانہ ہو گیلے۔ یا تیرے بعد ہم حتم ہو گئے

اس نے جواب میں کہا۔

لا تجز عن یا ابا اسحق ناما هو
الملك يتعدوہ قوم ویتغشاک
آخرون۔

اے ابوالاسحاق! کنیت حضرت اسحاقؓ آپ کو اس سے
دشت نہ ہونی چاہیے یہ تو حکومت ہے دن میں ایک
قوم ظہرانہ کھاتی ہے تو شب میں دوسری قوم عاشائیر۔

اس پر حضرت سعدؓ نے فرمایا۔

اراکم و اللہ ستجعلون
ملحاً۔

مجھ کو اندازہ ہو رہا ہے کہ تم اس خلافت کو
ملوکت بنا کر چھوڑو گے۔

مگر یہ خفگی نقطہ نظر کے اختلاف کی بناء پر تھی۔ حضرت عثمانؓ کی نگاہ میں ان کی بڑی قدر و منزلت تھی چنانچہ متعدد گورنروں کے بدلنے کے باوجود آپ اپنے عہدہ پر بہ قرار رہے۔ لیکن جب اندرونی سازشوں اور فتنہ پر دازیوں کا سلسلہ بڑھا تو حضرت عثمانؓ نے اپنی خلافت کے اخیر ایام میں آپ کو عہدہ قضا سے معزول کر دیا۔ یہ خبر جس وقت کوفہ پہنچی تو امیر المؤمنین کے خلافت وہاں کے لوگوں میں غم و غصہ کی پہرہ ڈھکی۔ اجاب و شاگردوں نے اس پر احتجاج کیا اور انھوں نے محسوس کیا کہ وہ (اہل کوفہ) بلا جواز اپنے علمی محسن اور دین کے مربی سے محروم کئے جا رہے ہیں۔

آپ کے عقیدت مندوں، اجاب اور شاگردوں نے چاہا کہ امیر المؤمنین کے اس فرمان عزل کی آپ تعمیل نہ کریں اور اپنے فرائض انجام دیتے رہیں اگر خلیفہ کا عتاب ہو گا تو وہ سب کے سب آپ کے سپرین جائیں گے۔ مگر حضرت عبداللہ کے پائے ثبات میں کوئی لغزش نہیں آئی۔ نہ ذاتی اغراض نے ان کا دامن تھامنا

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۷۵)

اس کے گورنر ہونے پر خود حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو اسی طرح تعجب ہوا جس طرح حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کو ہوا تھا چنانچہ آپ نے اس کے گورنر ہو کر آنے پر پوچھا۔

تم کیسے آئے؟

ما جاء بك

اس نے کہا۔

میں گورنر بن کر آیا ہوں۔

جئت امیرا

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے بھی وہی بات فرمائی جو حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے کہی تھی،

سرف الفاظ بدلے ہوئے ہیں۔

پتہ نہیں کہ ہمارے مدینہ چھوڑنے کے بعد تم نے اپنی اصلاح کسلی ہے یا دنیا ہی فساد کے رخ پر پڑ گئی ہے۔

ما ادری ا صلحت بعدنا

ام فسد الناس۔

اور نہ اقتدار کی ہوس نے ان پر کمند پھینکی۔ اپنے حامیوں کی کثرت کے باوجود ان کو بائیں
بلکہ ناراض کرنا گوارا کر لیا۔ مگر امیر کے حکم سے سرتاجی نہ کی۔ حضرت عبداللہ نے اس
درخواست کو قبول نہیں کیا اور مخالفت امیر کا وبال اپنے سر لینا کسی طرح منظور
نہیں کیا۔ کیونکہ وہ امیر کی اطاعت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت
سمجھتے تھے۔ اور چشم بصیرت سے دیکھ رہے تھے کہ اس نافرمانی سے فتنہ و
فساد کا دروازہ کھل جائے گا۔ وہ نہ عہدہ کے مستثنیٰ تھے اور نہ عہدہ کی وجہ سے
وقار کے طالب۔

اپنی خدمت پر قائم رہنا آپ نے کسی طرح منظور نہیں کیا اور کہا کہ امیر المؤمنینؓ
کی اطاعت مجھ پر فرض ہے نہیں چاہتا کہ فتنہ و فساد سے جو دنیا بھر جانے والی ہے
اس میں میری شرکت کا ثائبہ بھی ہو۔ غالباً یہ امر بھی ان کے پیش نظر ہو گا کہ ایک
علم کے خدمت گزار کے لئے اس سے زیادہ شکر کا موقع کیا ہو گا کہ اس کو حکومت
کے کاموں سے فرصت میسر آجائے اور یکسوئی کے ساتھ وہ علم و دین کی خدمت
میں لگ جائے۔ چنانچہ آپ عمرہ کی نیت کر کے اپنے شاگردوں اور معتقدین کی
ایک جماعت کے ساتھ حجاز روانہ ہو گئے یہ تو اس عالم اسباب کے واقعات
ہیں اور درحقیقت قرب نبیؐ کی کشش آپ کو مدینہ کھینچ کر لارہی تھی۔

اس زمانے میں امیر کی اطاعت کی یہ بڑی عمدہ مثال ہے اس کی نظیر ان ہی
جیسے عالی مرتبہ صحابہؓ کی زندگی میں آپ کو ملے گی۔ ابھی آپ نے پڑھا کہ فارخ قادیسیہ
حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے حضرت عثمانؓ کا فرمان ملتے ہی گورنری چھوڑ دی۔
بغیر کسی مزاحمت کے مدینہ چلے آئے۔ صحابہ میں اس ستم کے مطیع الامر حضرت ابوذرؓ
بھی تھے۔ حضرت ابوذر کو آپ سے خاص مناسبت تھی۔ اسلام لاتے ہی انھوں نے
توحید کا اعلان مسترکین مکہ کے سامنے اسی طرح کیا جس طرح حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے

بیت اللہ کے پاس جو اُت اور ہمت سے کام لے کر مشرکین کو قرآن سنایا تھا۔
 مشرکین نے حضرت ابن مسعود کے ساتھ جو سنگد لانا برتاؤ کیا تھا اسی فتقوت
 کا برتاؤ حضرت ابو ذر کے ساتھ کیا۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ حضرت عبداللہ
 بن مسعود اور حضرت ابو ذر کا اپنے عہدوں کو چھوڑنا کسی کمزوری اور بے بسی کی وجہ
 نہ تھا بلکہ آخرت ان کے پیش نظر تھی۔ وہ امیر کی نافرمانی کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 کی نافرمانی سمجھتے تھے۔ ان حضرات کی نظر میں دنیا زندگی گزارنے کا ایک راستہ تھی،
 منزل نہ تھی۔ اس لئے یہ لوگ اپنے عہدوں کو اپنی زندگی کا مقصد نہ سمجھتے تھے کہ
 ان کے چھوڑنے سے ان کے دل کو کچھ تعلق ہو۔ یہ تو آپ کی مدینہ کو واپسی کے
 اسباب میں عام مورخین کا بیان ہے لیکن امش عبداللہ بن سنان سے روایت
 کرتے ہیں کہ ولید کی گورنری کے زمانہ میں ایک دن کوفہ کی مسجد میں حضرت عبداللہ
 نے اعلان کیا اے اہل کوفہ! آج میں تمہارے بیت المال سے ایک لاکھ درہم
 کم پانا ہوں جس کے متعلق میرے پاس امیر المؤمنین کا کوئی حکم نہیں ہے اور
 نہ جس کی ذمہ داری سے امیر المؤمنین نے مجھ کو برہی اور سبکدوش کیا ہے۔ ولید نے
 اس کی اطلاع مدینہ کر دی اس پر حضرت عثمان نے بیت المال کی نگرانی سے آپ کو
 سبکدوش کر دیا اور مدینہ بلا لیا۔ اس بیان سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ امیر المؤمنین
 نے یہ سمجھ لیا کہ اہل کوفہ نے ثراتنا آپ کو بدنام کرنا چاہا ہے۔ لہذا آپ کو مدینہ
 بلا لیا۔ اور شاید اس صدمہ سے آپ بہت بیمار ہو گئے۔ جس کی تفصیل آگے
 آئے گی۔

۲۹. حضرت ابو ذرؓ کی آخری خدمت

حضرت ابو ذرؓ کو صحابہ میں یہ خاص امتیاز حاصل ہے کہ وہ بہت صاف گو
تھے اور بر ملا نصیحت کرتے تھے۔ دنیاوی مصلحت بینی سے بہت دور تھے۔
آپ کی افتادِ طبیعت کا اندازہ کرتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
آپ کو حکم دیا تھا۔

حدثنی ابو ذر قال رسول اللہ	جب مدینہ شریف کی آبادی سلخ تک پہنچ
صلی اللہ علیہ وسلم اذ ابلغ البناء	تو تم شام چلے جانا بچا بچہ جب مدینہ کی آبادی
بالمدينة سلخا قدمت الشام	سلخ تک بڑھ گئی تو آپ شام تشریف
فلنت بہا نذکر الحدیث نحوہ	لے گئے۔

شام میں آپ کے کھرے کھرے پند و نصائح سے شام کے عوام اور حضرت
معاویہؓ میں سخت اختلاف ہو گیا۔ جس پر ان کو حضرت عثمانؓ نے مدینہ منورہ بلوایا۔
یہاں بھی ان کی سختی اور پند و نصیحت کو لوگ برداشت نہ کر سکے اور ایسی صورت
حال ہو گئی کہ حضرت عثمانؓ نے انہیں مدینہ چھوڑ کر کہیں اور سکونت اختیار کرنے
کے لیے کہا آپ نے اپنے لیے ربذہ پسند فرمایا۔ حضرت عثمانؓ نے اجازت سے
دی اور آپ کے وہاں جانے اور رہنے سے سہنے کا سامان ہتیا کر دیا۔ آپ آخر زمانہ
سیمات تک اپنی بیوی اور لڑکی کے ساتھ وہیں رہے۔ تا ایں کہ ۳۲ھ میں
آپ بیمار پڑے اور بیماری نے طول کھینچا اور آپ کافی کمزور ہو گئے۔ ربذہ

۱. عقد الفرید ج ۵ ص ۵۴ العسيرة الثانية

۲. عقد الفرید ج ۵ ص ۱۵۴ العسيرة الثانية

۳. فتح الباری کتاب الزکوٰۃ باب ما ادمی زکاۃ فلیس بکثر ۱۲۰

ایک چھوٹا سا گاؤں تھا، حج کے موسم کی وجہ سے جو مقبوضے بہت لوگ یہاں رہتے تھے وہ بھی مکہ معظمہ روانہ ہو گئے۔ حضرت ابو ذرؓ کی بیوی یہ دیکھ کر کہ آپؓ کی زندگی کا وقت بہت کم رہ گیا ہے اور گاؤں کے لوگ حج کو چلے گئے ہیں ان کے واپس ہونے میں دیر ہے میں اور میری بیٹی اس جاں گداز واقعہ کو کس طرح برداشت کریں گی اور کفن و دفن کے فرض سے کس طرح عہدہ بہ آہوں گی اس سوچ و فکر سے آپؓ نے لگنیں۔ آپؓ نے نہایت ہی اطمینان و سکون سے ان سے کہا کہ تم مطلق فکر نہ کرو۔ ایک دن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جماعت سے جس میں میں بھی تھا یہ فرمایا کہ تم میں ایک شخص سنسان وادی میں مرے گا۔ لیکن اس کے جنازہ میں مسلمانوں کا ایک معزز گروہ ٹریک ہوگا۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مخاطبوں میں جتنے لوگ تھے وہ سب کے سب انتقال کر چکے۔ صرف میں اکیلا رہ گیا ہوں۔ اس سنسان وادی میں ضرور ایک معزز گروہ آئے گا تم ٹرک پر جاؤ اور دیکھو کہ کون لوگ آ رہے ہیں اُنہوں نے جواب دیا کہ آج آٹھ ذی الحجہ ہے حج کا وقت آ گیا ہے، جس کو مکہ پہنچنا تھا وہ مکہ پہنچ چکا راستہ بالکل سنسان پڑا ہے۔ ابو ذرؓ نے کہا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے جو فرمایا تھا وہ ہو کر رہے گا تم ٹرک پر جا کر دیکھو۔ ضرور بالضرور کچھ لوگ میرے جنازے میں شرکت کے لئے آ رہے ہیں بیوی کہتی ہیں کہ میں راستے پر چلی گئی دیکھتی کیا ہوں کہ ایک قافلہ چلا آ رہا ہے۔ قافلہ والوں نے دیکھا کہ میں سربراہ بڑی پریشانی میں کھڑی ہوں ان لوگوں نے اپنے اونٹ روک دیئے اور مجھ سے دریافت کیا کہ آپؓ پر کیا مصیبت پڑی آپؓ یہاں کیوں کھڑی ہیں؟ میں نے جواب دیا کہ ایک مسلمان کا آخری وقت ہے خدا کے واسطے اس کے کفن و دفن کا سامان کیجئے اس بیچارے مسلمان کے پاس کفن

بھی بہنیں۔ خدا کے یہاں آپ لوگ اجر پائیں گے۔ قافلہ والوں نے پوچھا وہ کون آدمی ہے۔ جواب ملا کہ ابو ذرؓ صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ یہ سن کر قافلہ والوں میں ایک شور برپا ہو گیا اور وہ سب بیک آواز بولے: "ان پر ہمارے باپ ماں قربان!" سب نے سواریوں کو کھڑا کر دیا۔ اور روتے ہوئے خیمہ کی طرف دوڑ پڑے۔

جب حضرت ابو ذرؓ نے اپنی بیوی کو قافلہ والوں کی تلاش میں بھیجا تو اپنی صاحبزادی کو حکم دیا کہ ایک بکری ذبح کر کے اس کا گوشت چولہے پر چڑھا دو کیونکہ گھر میں بہان آ رہے ہیں۔ آپ نے اپنی بیٹی کو تاکید کی جب وہ مجھے ذبح کر چکیں تو ان سے کہنا کہ ابو ذرؓ نے آپ کو قسم دی ہے کہ جب تک آپ لوگ کھانا نہ کھالیں اپنی سواریوں پر سوار نہ ہوں۔ صاحبزادی نے حسب الحکم ایک بکری ذبح کی اور اس کا گوشت چولہے پر چڑھا دیا۔

اہل قافلہ مہین کے تبدیلہ نفع کے افراد تھے۔ جب وہ خیمہ میں آئے تو آپ نے ان کو مخاطب کر کے فرمایا کاش میرے پاس اتنے کپڑے ہوتے جو میرے کفن کے کام آتے۔ اب جو شخص مجھے کفن دے خدا کی قسم وہ کہیں کا والی نہ ہو اور نہ ہی سرکاری ڈاکیہ ہو، اس جماعت میں ایک انصاری نوجوان بھی تھا وہ بے اختیار بول اٹھا مجھ میں آپ کی پیش کردہ ساری شرطیں بدرجہ اتم پائی جاتی ہیں میرے پاس دو چادریں ہیں جس کا سوت میری ماں نے کاتا ہے ایک چادر میرے بدن پر ہے یہ ملکر تین کپڑے کفن کے ہوتے ہیں۔ حضرت ابو ذرؓ نے فرمایا تم نے میرے دل کی گرہ کھول دی، اس کے بعد ابو ذرؓ نے کہا میرا رخ قبیلہ کی طرف

کر دو۔ اس حکم کی تعمیل ہوئی اور اس کے جلد ہی بعد آپ کی روح پرواز کر گئی۔ ان لوگوں نے آپ کو غسل دیا اور اس انصاری نوجوان نے کپڑے نکال کر دئے۔

یہاں تک تو کفن و غسل کا سامان تھا جو اللہ تعالیٰ نے مومن کی آرزو کے مطابق بہم پہنچا دیا اب دیکھئے اس شخص کی نماز جنازہ کا کیا نظم فرماتا ہے جس کے غسل و کفن کا بھی کوئی انتظام نہ تھا۔

اُکھنوں نے جنازہ اٹھا کر سڑک کے کنارے رکھ دیا تنے میں کیا دیکھتے ہیں معلم الامت حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اپنے شاگردوں کے احرام باندھے ہوئے چلے آ رہے ہیں۔ چونکہ آپ کو اپنے قدیم دوست اور رفیق حضرت ابوذرؓ کا آخری حق ادا کرنا تھا اس لئے حضرت عابن مسعودؓ عین اس وقت ربذہ پہنچے جب حضرت ابوذرؓ کا جنازہ لب سڑک رکھ دیا گیا تھا۔ یوں سہراہ جنازہ دیکھ کر آپ اور آپ کے ساتھی ٹھٹک گئے اور اُکھنوں نے اپنے اونٹوں کو روک کر پوچھا کہ یہ کس کا جنازہ ہے؟ اس پر اہل یمن کی جماعت نے بتایا کہ یہ حضرت ابوذر غفاریؓ صحابی رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا جنازہ ہے۔

ابن عبدالبر کی روایت ہے کہ آپ نے یہ سنتے ہی ایک چیخ ماری اور دیوانہ دار اپنے اونٹ سے اتر پڑے۔ آپ روتے جاتے تھے اور وارنگی کے عالم میں آپ کی زبان پر یہ الفاظ جاری تھے۔

میرے دوست میرے بھائی! مبارک ہو تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا تھا کہ ابوذرؓ اکیلا چلتا ہے اکیلا ہی مرے گا اور اکیلا ہی اٹھے گا۔

ملہ متدرک حاکم میں وفات ابوذرؓ کے سلسلہ میں عبداللہ بن مسعودؓ نے جو مفصل واقعہ نقل کیا ہے اس میں یہ ہے کہ وہ غزوہ تبوک میں دیر سے حاضر ہوئے لوگوں نے حضور کو خبر دی کہ

(باقی صفحہ ۸۳ پر)

لوگوں نے ابن مسعود سے جنازہ کی نماز پڑھانے کی درخواست کی جنازہ آگے رکھا گیا اس کو حضرت ابو ذر کی خوش قسمتی کہا جائے کہ جنازہ کی نماز کے امام وہ شخص ہیں جس کی مرضی کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مرضی فرمایا جس کے علم پر اعتماد کرنے کی تاکید فرمائی۔ اور صف میں وہ جماعت تھی جس کے مسلمان ہونے کی تصدیق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی تھی یا اس کو عبد اللہ بن مسعود کی خوش قسمتی کہا جائے کہ وہ ایسے حبیب القدر صحابی اور قدیم رفیق کا آخری فرض ادا کر کے سبکدوش ہوئے۔ تاریخ نے آپ کے جنازہ میں شرکت کرنے والوں کے نام محفوظ رکھے ہیں ان میں سے ایک اہلین کا قافلہ تھا جس میں نخعی قبیلے کے لوگ تھے۔ دوسرا قافلہ حضرت عبد اللہ بن مسعود اور ان کے شاگردوں کا تھا۔

نماز جنازہ کے بعد حضرت ابو ذر کو دفن کیا گیا۔ دفن کے بعد عبد اللہ بن مسعود اپنے رفیقوں کے ساتھ تعزیت کے لئے خیمہ میں آئے بیوی صاحبہ اور صاحبزادی صاحبہ کو تسلی کے کلمات کہے۔ خود سنبھلے اور ان کو بھی سنبھالا۔ جب مھوڑا سا سکون پیدا ہو گیا تو چلنے کے ارادہ سے اٹھے حضرت ابو ذر کی صاحبزادی نے پوچھا کہاں تشریف لے چلے۔ والد صاحب نے وصیت کی ہے اور خدا کی قسم وہی ہے کہ جب تک آپ لوگ کچھ کھا نہ لیں سوار نہ ہوں

(بقیہ حاشیہ ص ۸۲) ایک شخص اکیلا چلا آرہا ہے اس وقت آپ نے فرمایا تھا "کن ابا ذر جب ابو ذر قریب پہنچے تو لوگوں نے آپ کی تصدیق میں فرمایا "ہو ابو ذر اس وقت آپ نے یہ دعویٰ کیا۔
رحم اللہ ابا ذر ہمیشی وحدک و ممیت وحدک و بیعت وحدک نیز تاریخ طبری و انعات
ص ۹ ص ۱۶۹۹ ص ۱۶۰۰ طبع یورپ سیرت ابن ہشام ۱۲۔

۱۰ مستدرک، ج ۳، ص ۵

انہوں نے اپنی زندگی ہی میں بکری کو ذبح کر کے پکانے کا حکم دیا تھا۔ جو بچہ کہ تیار رکھی ہوئی ہے یہ کہہ کر گوشت ان لوگوں کے سامنے لا کر رکھ دیا۔ حضرت عبداللہؓ نے کہ جیران و ششدر رہ گئے کہ مرنے والے نے مرتے مرتے بھی متوقع ہمالوں کی ضیانت کا سامان تیار کر دیا تھا بہر حال ایسی حالت میں کھایا تو کیا جانا البتہ اپنے دوست اور بھائی کی آخری وصیت و خواہش اور تقسیم بیچی اور بیوہ خاتون کی دلدارمی کی خاطر چند ٹکڑے کسی طرح حلق سے نیچے اتارے اور مکہ معظمہ روانہ ہو گئے اور حضرت عثمانؓ کو اس جانکاہ حادثہ کی خبر دی حضرت عثمانؓ کو یہ سن کر سخت صدمہ ہوا اور بجائے اصلی راستے کے آپ ربذہ ہوتے ہوئے مدینہ لوٹے۔ ربذہ میں آپ نے پیمانہ دلوں کی تعزیت کی۔ تیرہ مہینہ کی دعا کی اور سب کو اپنے ساتھ لے کر مدینہ مہورہ آ گئے۔ طبری سی کی دوسری روایت ہے کہ خود حضرت عبداللہؓ ان لوگوں کو اپنے ہمراہ لیتے گئے اور وہاں جا کر حضرت عثمانؓ کی کفالت میں دے دیا۔

۴۰۔ علالت

عمرہ سے فارغ ہو کر حضرت ابن مسعودؓ مدینہ منورہ روانہ ہو گئے۔ ۳۲ھ میں نبی آپ کی عمر لگ بھگ ساٹھ برس کی ہوئی ایک روایت میں ستر کی عمر تھی تو ایک روز ایک شخص نے آ کر کہا کہ خدا مجھے آپ کی زیارت سے محروم نہ کرے۔ میں نے کل رات ایک خواب دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک بلند درخت پر تشریف فرما ہیں اور آپ حضورؐ کے سامنے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم آپ سے فرما رہے ہیں کہ ابن مسعود! میرے بعد تمہیں بہت تکلیف پہنچائی گئی اور پیر سے پاس چلے آؤ۔ یہ سن کر فرمایا کیا واقعی تم نے یہ خواب دیکھا ہے اس شخص نے کہا واللہ میں نے یہ خواب دیکھا ہے۔ تب آپ نے فرمایا کہ شاید تم

میرے جنازہ میں شریک ہو کر مدینہ سے کہیں جاؤ گے۔ یہ خواب سچا ثابت ہوا
چند ہی روز بعد آپ علیل ہوئے اور بیماری بڑھی اور لوگ ان کی زندگی سے
مایوس ہو گئے۔ حضرت عثمان غنی عیادت کے لئے تشریف لائے اور بیمار پر سی
کی۔ جب علاج کے لئے اصرار کیا تو آپ نے مانے دو برس سے وظیفہ بند کر رکھا
تھا۔ حضرت عثمان نے وظیفہ جاری کرنا چاہا تو آپ نے فرمایا کہ جب میں خود
نہ رہوں گا تو وظیفہ کس کام آئے گا۔ حضرت عثمان نے فرمایا کہ آپ کی صاحبزادی کو
کے کام آئے گا۔ حضرت عبداللہ نے کہا کہ کیا آپ کو اندیشہ ہے کہ میری بچیاں
دست نگر ہو جائیں گی۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جو
شخص ہر رات سورہ واقعہ تلاوت کرے گا تو اسے فاقہ نہ ہوگا میں نے اپنی بچیوں
کو تاکید کر دی ہے کہ وہ ہر رات سورہ واقعہ ضرور پڑھ لیا کریں۔
حضرت عثمان غنیؓ کا ان کی عیادت سے مقصد لوگوں پر یہ ظاہر کرنا تھا کہ
حضرت عبداللہ سے ان کی صلح صفائی ہے اور اب کوئی ناچاقی نہیں رہی چنانچہ
ابن سعد کی روایت ہے کہ دونوں بزرگوں کے دل ایک دوسرے سے
صاف ہو چکے تھے۔

۱۱ علامہ ذہبی لکھتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود نے حضرت عمر کے انتقال کے بعد تنخواہ لینی
خود چھوڑ دی تھی (سیر اعلام النبلاء ص ۳۵۵) یہ بات آپ کی اس تمنائے بالکل مطابقت رکھتی ہے
جس کا اظہار آپ کی اس دعا سے ہوتا ہے اللھم وسع علی فی الدنیا وزھدنی فیہا ولا تزوہا
وقرغبنی فیہا اے اللہ دنیا میں مجھے وسعت عطا فرما اور مجھے بے رغبت بنا دے یعنی اس کی
حوص باقی نہ رہے اور رغبت کے باقی رہتے ہوئے دنیا کو مجھ سے نہ بچھین (المواعظ والنہی

وقال قائل صلى عليه عثمان بن عفان واستغفر كل واحد منهما للصاحبه قبل موت عبد الله قال وهو اثبت عندنا ان عثمان بن عفان صلى عليه -

بیان کرنے والوں کا بیان ہے کہ آپ کے جنازہ کی نماز حضرت عثمانؓ نے پڑھائی اور ہر ایک نے دوسرے کے قصور کو معاف کر دیا تھا۔ یہ حضرت عبداللہؓ کے انتقال سے پہلے کا قصہ ہے اور یہی بات پایہ ثبوت کو پہنچی کہ حضرت عثمانؓ نے جنازہ کی نماز پڑھائی۔

۴۱. وصیت

جب حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو یقین ہو گیا کہ اب جلد ہی وہ اپنے رب کے جاہلیں گے تو انھوں نے حضرت زبیر بن العوامؓ اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو اپنی اولاد، مال اور خیمہ و تدفین کے متعلق چند وصیتیں کیں۔ مال کے بارے میں عروہ فرماتے ہیں۔

ان عبد الله بن مسعود اوصى الى الزبير وقد كان عثمان حرمه عطاء سنتين فانا الزبير فقال ان عياله اخرج اليه من بيت المال فاعطاه عطاء عشرين الفا وخمسة و عشرين الفا -

عبداللہ بن مسعودؓ نے حضرت زبیر کو اپنا وصی بنایا۔ حضرت عثمانؓ نے دو سال سے ان کا وظیفہ نہیں دیا تھا ان کے انتقال کے بعد حضرت زبیرؓ نے حضرت عثمانؓ سے کہا کہ ان کے بال بچوں کو ان کا کار کا ہوا وظیفہ پہنچ جائے۔ یہ زیادہ مناسب ہے اس سے کہ بیت المال میں وہ رکھا رہے۔ تو حضرت عثمانؓ نے بیس ہزار یا پچیس ہزار درہم ان کا کار کا ہوا وظیفہ دے دیا۔

اولاً تو ان دونوں حضرات کے درمیان ایسی کوئی تلخی تھی ہی نہیں اور بالفرض اگر مہتی بھی تو وہ حضرت عبداللہؓ کی وفات سے پہلے ختم ہو چکی تھی۔ یہی وجہ ہوئی کہ حضرت عثمانؓ نے بلا تامل سارا وظیفہ آپ کے ورثاء کو دے دیا۔ کفن کے متعلق آپ نے یہ وصیت کی تھی۔

ان ابن مسعود اوصی ان حضرت ابن مسعودؓ نے اس کی وصیت کی تھی
یکفن فی حلة بمأتی درہم کہ دو سو درہم کے کپڑوں کا کفن دیا جائے۔

۴۲. انتقال و تدفین

ابو عبیدہ بن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہؓ نے اپنے دفن کے متعلق یہ وصیت کی تھی۔

ادفونی عند قبر عثمان بن مظعون مجھ کو عثمان بن مظعون کے پہلو میں دفن کرنا
اسی وصیت کے مطابق آپ کو جنت البقیع میں حضرت عثمان بن مظعون کی قبر کے پاس سپرد خاک کیا گیا جنازہ کی نماز جمعرات کے دن ۳ رجمادی الاول ۳۳ھ کو ہوئی رضی اللہ عنہ۔ نماز جنازہ کے متعلق آپ کی وصیت یہ نقل کی جاتی ہے کہ آپ نے حضرت عمار کو نماز پڑھانے کے لئے کہا تھا۔ لیکن مستند اور صحیح روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عثمانؓ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ اگرچہ بعض اصحاب سیر نے دونوں بزرگوں کی آپس کی بخشش کے قیاس پر یہاں تک لکھ دیا ہے کہ حضرت عبداللہؓ نے اپنی وفات کی خبر حضرت عثمانؓ کو دینے سے منع کر دیا تھا، چنانچہ جب ان کا انتقال ہوا تو حضرت عثمانؓ کو اس کی خبر نہیں دی گئی اور جنازہ کی نماز عمار بن یاسر نے پڑھائی۔ یہ روایت بے بنیاد ہے۔

اور صحیح یہی ہے کہ عثمانؓ نے ہی جنازہ کی نماز پڑھائی۔ ابن سعد نے اس روایت کی صحت پر زور دیا ہے۔ آپ کا انتقال ۳۳ھ میں ہوا جس سے انداز ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے ستر برس سے کچھ زیادہ ہی عمر پائی۔

۲۲۳۔ بیویاں

حضرت زینب بنت عبداللہ بن معاویہ ثقفیہ آپ کی بیوی تھیں۔ اس پر سب کا اتفاق ہے۔ آپ کی بیویوں کے سلسلہ میں علامہ ذہبی نے طبقات القراء میں ریطہ یار اللطہ ایک نام اور لکھا ہے اور بتلایا ہے کہ ابن سعد آپ کی دو بیویاں بتلاتے ہیں۔ یہ بہت ممکن ہے کہ مؤخر الذکر آپ کی جا رہی بیویوں جن کے ام ولد ہونے کی وجہ سے ان کا شمار بیویوں میں کیا گیا ہے یہ بھی روایت ہے کہ وہ دستکاری جانتی تھیں اور دستکاری کے ذریعہ کچھ آمدنی ہو جایا کرتی تھی۔

۲۲۴۔ اولاد

تین لڑکے۔ عبدالرحمن، عتبہ، ابو عبیدہ المعروف بہ ابن الفقیہ۔ ایک لڑکی سارہ تھیں۔ عبدالرحمن کے دو لڑکے تھے القاسم اور معن۔ عتبہ بن عبداللہ کی اولاد میں ابو عمیس مشہور ہیں۔

حضرت عبداللہؓ ۱۱ھ میں کوفہ آئے اور اسی سال عبدالرحمن بن عبداللہ پیدا ہوئے۔ جب ۱۱ھ آپ کا سال ولادت ہے تو ۳۲ھ میں آپ کی عمر ۱۵ سال ہوتی ہے بعض علماء نے سنہ وفات ۳۳ھ بتایا ہے

عنہ طبقات ابن سعد حالات ابن مسعود۔

۱۱ھ سیر اعلام النبلاء، ص ۳۲۳ ۳۲۴ھ میں اعلام النبلاء میں یہ بیان علقمہ کائے۔

اس حساب سے آپ ۶ سال کے ہوتے ہیں۔ جو محدثین یہ لکھتے ہیں۔ قال یحییٰ بن سعید مات عبداللہ و عبدالرحمن ابن ست سنین او نحوہا "کس طرح صحیح ہو سکتا ہے؟ شاید ان کا ذہن، آپ کے چھوٹے بھائی ابو عبیدہ جو آپ کی وفات کے وقت صرف چھ سال کے تھے کی طرف منتقل ہو گیا چنانچہ صاحب تہذیب التہذیب امام بخاری سے تاریخ صغیر کے حوالہ سے نقل کرتے ہیں۔

لما حضر عبد اللہ الوفاة قال
 له ابنة عبد الرحمن یا ابت
 اوصنی قال ابک علی خطبتک
 مات سنہ ۶ھ۔

جب حضرت عبداللہ کی وفات کا وقت قریب
 ہوا تو ان کے صاحبزادے عبدالرحمن نے عرض
 کیا کہ مجھ کو وصیت کیجئے۔ آپ فرمایا اپنے گناہوں
 کو دور رکھو۔ ہمیں آپ کا انتقال ہوا۔

آگے آرہا ہے کہ ان کے صاحبزادے ابو عبیدہ نے بھی یہی درخواست اپنے والد
 حضرت عبداللہ بن سعید سے کی تھی۔

محدث عجمی کہتے ہیں۔

یقال انه لم یسمع من ابیه
 الا حرفاً واحداً محرم الحلال
 کمستحل الحرام۔

صرف ایک بات اپنے والد سے سنی کہ حلال
 کو حرام کرنے والا ویسے ہی گناہ گار ہے
 جیسے حرام کو حلال کرنے والا۔

معاویہ بن صالح، ابن معین سے نقل کرتے ہیں۔ سمع من ابیه
 اسی طریقہ پر امام ترمذی کا یہ کہنا کہ سمع من ابیه شیئاً تعجب میں ڈالنے
 والا ہے۔

ابن ابی حاتم نے اپنے والد سے پوچھا "هل سمع ابو عبیدہ من ابیه

شیخنا، تو انہوں نے فرمایا کہ کہا جاتا ہے "قال يقال انه لم يسمع"
اس سے ان کا سماع ثابت نہیں۔

اس پر ابن ابی حاتم نے اپنے والد سے یہ روایت بیان کی۔
فان عبد الواحد بن زياد يروي
عبد الواحد بن زياد والو مالک النخعي سے روایت
عن ابى مالك الاسجعي عن عبد الله
کہتے ہیں کہ عبد اللہ بن ابی ہند ابو عبیدہ سے
من ابى هند عن ابى عبيدة قال
روایت کرتے ہیں کہ میں اپنے والد کے ساتھ
خرجت مع ابى لصلوة الصبح
صبح کی نماز کو گیا۔
تو ابو حاتم نے جواب دیا۔

فقال ابى ما ادرى ما هذا وما ادرى عبد الله بن ابى هند من هو؟
یہ حافظ ابن حجر تہذیب التہذیب میں نقل فرماتے ہیں۔ اب ابن ابی حاتم کی
کتاب الجرح والتعديل چھپ گئی ہے اس میں صاف لکھا ہے "ابو عبیدہ سمع ابانہ"
اس کے ساتھ ساتھ حافظ ابن حجر یہ نقل کرتے ہیں۔

وقال الدارقطني ابو عبیدة اخو محمد بن ابیہ من خصيف بن مالك ونظر انه
محدث ابن الملقن كتاب الامم کے حاشیہ میں فرماتے ہیں کہ ابو عبیدہ اپنے
والد کے انتقال کے وقت چھ سات سال کے تھے پھر محدثین کے اصول پر ان کی حدیثوں کو
منقطع کہیے کہا جاسکتا ہے بعض محدثین نے ابو عبیدہ کا نام عام بتایا ہے۔ امام
سفیان ثوری اور مشرک دو لونی کا بیان ہے کہ ان کا اپنے والد سے سماع تھا
ہے اسرائیل نے صنب کی حدیث میں "سمعت" نقل کیا ہے۔ امام عیسیٰ بن
ابن سلامہ سے نقل کرتے ہیں۔ کان ابو عبیدة اشبه صلوة بعبد الله قرأته
وما جرح شیخا و ما یطرد امام بخاری نے التاریخ الکبیر کی کتاب الکنی میں تادہ سے

۱۰۵ ص ۱۰۵ صفحہ الصفوح ج ۱ ص ۱۵۴

سے نقل کیا ہے انہ سأل اباه عن بیض الحمام فقال صوم یوم^۱
 مجمع الزوائد میں ہے۔

عن اسمعیل بن ابی خالد قال حضرت عبداللہ بن مسعود نے اپنے صاحبزادے
 اوصی ابن مسعود اباعبیدۃ ابو عبیدہ کو تین باتوں کی وصیت کی کہ تم کو اللہ
 بثلاث کلمات ای بنی تقویٰ کی وصیت کرتا ہوں اور تمہارا گھر اور
 اوصیک بتقویٰ اللہ وللسیعہ بس ہو اگر سزا رخ اوقات تم اپنے گھر میں
 بیتک وابتک علی خطیتک صرف کیا کرو بلا ضرورت لوگوں کو پاس آنا جانا
 نامناسب بات ہے اور اپنے گناہوں پر روؤ

۲۵۔ متفرق واقعات

ایک مرتبہ آپ اپنے دوست حضرت ابو عمیر کی ملاقات کو ان کے مکان
 پر تشریف لے گئے اتفاقاً حضرت ابو عمیر اس وقت موجود نہ تھے۔ حضرت ابن
 مسعود نے ان کی اہلیہ کو سلام کہلا بھیجا اور پینے کے لئے پانی طلب کیا۔ گھر میں
 پانی نہ تھا۔ جاریہ کو پڑوس سے پانی لانے بھیجا۔ جاریہ نے پانی لانے میں دیر کی

۱۔ تاریخ البیڑ ص ۵۳ مطبوعہ حیدرآباد ر ۱۷ علامہ نور الدین دمشقی محدث فرماتے ہیں کہ روا
 البطرافی باسنادین ورجال احد ہمار حال الصحیح باب ماجاء فی الصمت و حفظ اللسان ج ۱۰ ص ۲۹۹
 ۲۔ حضرت عبداللہ بن مسعود کے شاگرد و معتقد بہت لوگ تھے ان کے صاحبزادے
 والد کے شاگردوں کے پاس پہنچے تو وہ تعظیم و تکریم کرتے اور تواضع سے پیش آتے یہ باتیں
 کم عمر نوجوانوں کو خراب کر دیتی ہیں فکر معاش اور فکر معاد و دونوں سے غافل کر دیتی ہیں
 اس لئے آپ نے خاص طور پر اپنے صاحبزادہ کو نصیحت کی کہ اپنے ناسخ اوقات اپنے
 گھر میں بیٹھ کر اسے تاکہ گھر والوں کی وابستگی رہے ان کی دینی نگرانی و تربیت کر سکیں۔

حضرت ابو عمیر کی اہلیہ بہت خفا ہوئیں اور غصہ میں لونڈی پر لعنت بھیجی حضرت
 عبداللہ بن مسعود نے سن لیا۔ وہاں سے پیاسے ہی لوٹ گئے۔ دوسرے روز
 ابو عمیر لے تو اٹھوں نے اس طرح واپس چلے جانے کا سبب پوچھا۔ حضرت
 ابن مسعود نے جواب دیا کہ خادمہ کو جب پانی لانے میں دیر ہوئی تو تمہاری بیوی
 نے اس پر لعنت بھیجی۔ میں نے سنا تو یہ سوچ کر چلا آیا کہ اگر خادمہ لعنت کی
 مستحق نہ ہوئی تو اس لعنت کا تمہاری بیوی پر واپس آنے کا سبب میں ہوں گا۔
 کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جس پر لعنت بھیجی
 جاتی ہے اور وہ اس کا مستحق نہیں ہوتا تو وہ لعنت بھیجنے والے پر لوٹ
 آتی ہے۔

ایک مرتبہ آپ نے ایک لونڈی خریدی لیکن قیمت ادا کرنے سے
 پہلے ہی بیچنے والا لاپتہ ہو گیا۔ حضرت عبداللہ نے قیمت ادا کرنے کے لئے
 اس شخص کو سال بھر تک تلاش کیا مگر کہیں پتہ نہ چلا۔ تب مجبور ہو کر آپ
 وہ قیمت ایک ایک دو درہم کر کے بیچنے والے کی طرف سے صدقہ
 کرتے رہے اور فرمایا کہ اب بھی اگر وہ شخص واپس آ گیا تو قیمت ادا کر دوں گا
 اور یہ صدقہ میری جانب سے ہو گا۔

عطاء بن رباح بیان کرتے ہیں کہ مجھے یہ واقعہ معلوم ہوا کہ حضور اکرم صلی اللہ
 علیہ وسلم سفر کر رہے تھے اور اثنائے سفر آپ کو استنجے کی ضرورت ہوئی وہاں
 کوئی پردہ کی جگہ نہ تھی اتنے میں آپ نے دو درخت دیکھے جو ایک دوسرے
 سے دور دور تھے۔ آپ نے حضرت عبداللہ کو حکم دیا کہ جاؤ درختوں سے کہو کہ

اللہ تعالیٰ کے رسولؐ نے مجھے تمقارے پاس یہ پیغام دے کر بھیجا ہے کہ تم دو لڑائی
 ایک جگہ ہو جاؤ اور حب تکب میں ہتھاری آرٹ میں فارغ نہ ہو جاؤ اس وقت
 تک وہیں رہو۔ حضرت عبداللہؓ گئے اور ان دو لڑائی کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم
 کا پیام دیا۔ اسی وقت ان میں سے ایک دوسرے کے پاس آ گیا۔ آپ نے
 ان کی آرٹ میں ضرورت سے فراغت کی اور پھر وہ دو لڑائی اپنی اپنی جگہ پر چلے گئے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

ادب آپ کی علمی خدمات

دارالرقم میں داخل ہونے سے پہلے اسلام لائے۔ وہ خود کہتے ہیں کہ وہ خود کو چھٹا مسلمان جانتے تھے۔ اسلام قبول کرنے والوں میں آپ کا شمار سابقین اولین میں ہے۔ جب آپ نے اسلام قبول کیا اس وقت آپ کی عمر پندرہ بیس برس کے درمیان تھی۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے حبیب پہلی بار آپ نے ملاقات کی تو اسی وقت اسلام کی صداقت نے آپ کے دل میں گھر کر لیا۔ آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر علمنی من هذا القول حاصل علم ہی کی درخواست کی اس پر حضور نے انک علیہم معلوم کی بشارت دی کہ بیشک تم اس وقت نو عمر لڑکے ہو آگے چل کر امت کے اُستاد بنو گے، چنانچہ آپ نے اپنی پوری زندگی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گزار کر تطہیر اور تزکیہ نفس کی تعلیم قرآن کے فہم و تدبیر ہی سے حاصل کی۔ آپ ان صحابہ میں ہیں جن کو خدمت بابرکت میں بیش از بیش حضور ہی کے شرف کے ساتھ ساتھ اور بھی فضیلتوں سے وافر حصہ

ملا ہے۔

کیا صحابہؓ نے جن جن مصیبتوں کو جھیلا ہے ان میں آپ سب کے شریک و ہمیں رہے۔ علم حاصل کرنے اور اس میں کمال پیدا کرنے اور اس کی نشرو اشاعت میں آپ حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ کے ہم پلہ سمجھے جاتے ہیں ان کے علاوہ آپ کو یہ خصوصی نصیبت بھی حاصل ہے کہ ان دو لڑائیوں حضرت ان کے علاوہ حضرت عائشہؓ کے علم کی اشاعت کا مستند ذریعہ بھی آپ کے شاگرد ہیں صحیح مسلم کی روایت ہے کہ ابوشامہ المغیرة ابن مقسم الضبی بیان کرتے ہیں۔

لم یکن یصدق علی علی حضرت علیؓ کی حدیثوں میں صحیح وہی حدیثیں
فی الحدیث الامن امنھا میں جو حضرت عبداللہ بن مسعود کے شاگردوں
عبداللہ بن مسعود کے ذریعہ سے ہم لوگوں کو پہنچی ہیں

ایک جگہ علامہ ابن تیمیہ اعلام الموقعین میں لکھتے ہیں۔

واما علی بن ابی طالب علیہ السلام حضرت علیؓ کے احکام اور فتاویٰ شائع
فانتشرت احکامہ و فتاویہ لکن ہوئے اللہ تعالیٰ شیعہ کا بڑا کہے کہ
تاقلا للہ الشیعة فانہم افسدوا اس کثرت سے انھوں نے غلط باتیں ان

کثیرا من علمہ بالکذب کی طرف منسوب کر دیں کہ صحیح حدیثوں کے
علیہ ولہذا تجد اصحاب الحدیث من اهل الصحیح پر توڑتے ہیں آپ کے ان احکام و فتاویٰ

لا یعتدون من حدیث و فتاویٰ اور حضرت عبداللہ بن مسعود کے شاگردوں
الاما کان من طریق اہل بیتہ واصحاب عبداللہ مثلاً عبیدۃ السلمانی قاضی شریح اور ابو داؤد
اور ان جیسے حضرات کے سوا کسی اور نے

بن مسعود و عبیدۃ السلمانی روایت کے ہوں۔

وشرح والبی وائل ونحوہ۔

وكان علی رضی اللہ عنہ وكرم اللہ
 وجهہ یشکو عدم حملۃ العِلْمِ
 الذی اودعہ کما قال ان
 ههنا علم الواصبت لہ
 حملۃ

حضرت علیؑ شکایت فرماتے تھے کہ علم کی
 امانت کے لینے والے نہیں ہیں میرے
 سینے میں علم ہے کاش مجھے شاگرد مل
 جاتے۔

دوسری جگہ زیادہ تعداد میں حضرت علیؑ کے شاگردوں کے نام گنائے ہیں
 کوفہ کے مفتی یہ حضرات ہیں۔ وكان من المفتين بالكوفة علقمة بن قيس
 النخعي والاسود بن يزيد النخعي وعمر بن شرحبيل الهمداني
 وسروق بن الاحدع الهمداني وعبيدة السلماني وشرح
 بن الحارث القاسمي وسليمان بن ربيعة الباهلي وزيد بن صوحان
 وسويك بن غفلة والحارث بن قيس الجعفي وعبد الرحمن بن يزيد
 النخعي وعبد الله بن عتبة بن مسعود القاسمي وخيثمة بن
 عبد الرحمن وسلمة بن صهيب ومالك بن عامر وعبد الله بن
 سنخرة وزر بن جيش وخلاس بن عمرو وعمر بن ميمون الودي
 وهمام بن الحارث والحارث بن سويد ويزيد بن معاوية النخعي
 والربيع بن خيثم وعتبة بن فرقة وصلة بن زفر وشريك بن
 حنبل والورائل ابن سلمة وعبيدة بن نضلة وهو لاء اصحاب
 علی۔

یہ سب حضرت علیؑ کے شاگرد ہیں اور حضرت عبداللہؑ کے بھی۔
 مگر آپ دیکھ رہے ہیں کہ اس میں حضرت عمرؓ اور حضرت عائشہؓ کے شاگرد
 بھی ایک سے زیادہ شریک ہیں آپ کی فضیلت کی یہ بہت بڑی بات ہے
 جو صاحب مشکوٰۃ المصابیح محدث الشیخ ولی الدین ابی عبداللہ محمد بن عبداللہ
 شافعی خطیب تبریزیؒ اپنی کتاب اکمال میں لکھتے ہیں کہ چاروں خلفائے راشدین
 نے آپ سے روایت کی۔ صحابہؓ میں حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ، عمران بن حصینؓ،
 ابو امامہؓ، احنف بن قیسؓ، حضرت عبداللہ بن عمیرؓ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ،
 حضرت جابرؓ، حضرت انسؓ اور حضرت ابو ہریرہؓ نے آپ سے روایتیں کیں صحاح
 ستہ میں جن اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے روایت کی وہ
 وہ حسب ذیل ہیں :-

- ۱۔ انس بن مالکؓ
- ۲۔ الاحنف بن قیسؓ
- ۳۔ طارق بن شہابؓ
- ۴۔ ابو الطیف عامر بن وائلؓ
- ۵۔ ابو موسیٰ اشعریؓ
- ۶۔ عمرو بن الحارثؓ
- ۷۔ عمرو بن حزمؓ
- ۸۔ مخزومیؓ
- ۹۔ کلثوم بن المصطلقؓ
- ۱۰۔ السنزالی بن بصرہؓ
- ۱۱۔ والبصتنہ بن معبدؓ
- ۱۲۔ ابو رافعؓ
- ۱۳۔ زینب امراۃ عبداللہ بن مسعودؓ

ان ہی خصوصیات اور اپنی خدمات کی بنا پر کبار صحابہ کی جماعت میں آپ
 ممتاز قرار پائے ہجرت حبشہ کے سلسلہ میں حضرت عبداللہ عرصہ تک اپنے گھربار
 اور عزیز واقارب سے دور رہے۔ لیکن آپ کو بڑا صدمہ آئ حضرت صلی اللہ علیہ
 وسلم کی رفاقت و خدمت سے محرومی کا تھا جس سے آپ کی علمی ترقی رک گئی
 تھی۔ مدینہ آجانے پر گو مدت تک عائلی زندگی سے محرومی رہی لیکن رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت جب نصیب ہو گئی تو علم کا سرچشمہ پا جانے سے

۲۵ اعلام الموقعین، فصل الفقہاء الکوفہ، ص ۲۵

آپ کو سب کچھ مل گیا آپ مکہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جو خدمتیں انجام دیتے تھے مدینہ میں پھر وہی خصوصی خدمتیں انجام دینے لگے جلوت ہو یا خلوت، دن ہو یا رات سفر ہو یا حضر لشبری ضرورتوں کو چھوڑ کر باقی سارا وقت آنحضرتؐ کی خدمت میں صرف کرتے جو وحی حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوتی اُسے سنتے اور سمجھتے۔ سب کام دل کی لگن سے کرتے چنانچہ یہ کیفیت ہو گئی تھی کہ تمام خصائل نبوت کو آپ نے اپنے میں سمولیا تھا۔ اور اس قدر اس رنگ میں رنگ گئے تھے کہ بہت واخلاق و کردار میں آنحضرتؐ نے مماثل عبداللہ بن مسعودؓ سے بڑھ کر کوئی اور صحابی نہیں۔ عبدالرحمنؓ کا بیان ہے کہ میں نے حدیفہؓ سے کہا مجھے ایسے آدمی کی نشان دہی کیجئے جو اپنے چال ڈھال میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت زیادہ قریب ہو جس کی صحبت میں اختیار کر دوں تو حدیفہؓ نے کہا جہاں تک ہماری نظروں میں ہے جہاں ڈھال طور و طریق میں کسی کو عبداللہ بن مسعودؓ سے زیادہ آنحضرت صلی اللہ وسلم کے قریب نہیں پاتا۔ یہاں تک کہ وہ اپنے گھر میں داخل ہو کہ ہماری نظروں سے پوشیدہ ہو جاتے ہیں۔

یہ روایت تھوڑے سے لفظی اختلاف کے ساتھ بخاری میں بھی ہے۔ آپ کی یہ خواہش تھی کہ میری زندگی زیادہ سے زیادہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی سے مشابہ ہو جائے آپ کی اس نیت و ارادہ اس پر استقامت کے ساتھ عمل کا نتیجہ تھا۔ جس کو آپ کے معاصر صحابہؓ اور شاگردوں نے نقل کر لیا ہے۔ حضرت حدیفہؓ کا اعتراف اور نقل ہو چکا ہے۔

یزید بن خمیر نقل کرتے ہیں۔

لما حضر معاذ بن جبل الموت جب حضرت معاذ بن جبل کا وقت آخر

قيل يا ابا عبد الرحمن
 اوصنا، قال: اجلسوني ان
 العلم والايمن مكاثهما من
 ابتغاهما وجد هما يقول
 ذلك ثلاث مرات المتس
 العلم عند اربعة رهط
 عند ابي الررداء وعند
 سلمان الفارسي وعند
 عبد الله بن مسعود وعند
 عبد الله بن سلام -
 مالك بن نجا مكرهتہ ہیں -
 لما حضرت معاذ الوفاة بكيت
 فقال ما يبكيك؟ قلت
 والله ما ابكي على دنيا كنت
 اصيها منك ولكن ابكي
 على العلم والايمن الذين
 كنت اتعلمهما منك
 فقال ان العلم والايمن كما
 ومن ابتغاهما وجد هما اطلب

قريب هو ان ان سے کہا گیا کہ وصیت
 فرمائیے
 آپ نے فرمایا مجھے بٹھاؤ اور اس کے بعد
 فرمایا علم و ایمان کے چند مرکز ہیں جو ان
 مرکزوں کو تلاش کرے گا وہ ایمان حاصل
 کرے گا۔
 یہ چار اشخاص مرکز علم ہیں اور اس کے
 اہل ہیں کہ ان سے علم حاصل کیا جائے۔
 ابو رداءؓ ۱۔ سلمان فارسیؓ ۲۔ عبد اللہ بن
 مسعودؓ ۳۔ عبد اللہ بن سلامؓ

کہ جب حضرت معاذؓ کی وفات کا وقت آیا تو میں
 رونے لگا حضرت معاذؓ نے مجھ سے پوچھا کس
 بات نے تم کو رولایا ہے کہ خدا کی قسم میں
 اس دنیا کے زماں کے لئے نہیں رو رہا جو
 آپ کے ذریعہ مجھے حاصل ہوتا تھا اگر میں
 ایمان و علم کے چشمہ کے خشک ہونے کی وجہ
 سے رو رہا ہوں جو علم و ایمان میں آپ کے
 ذریعہ حاصل کرتا تھا حضرت معاذؓ نے فرمایا

العلم عند اربعة: فذهر
هؤلاء الاربعة -
کہ علم اور ایمان کے چھتے میں جو نہیں تلاش
کرے گا وہ ان کو پائیگا۔ پھر ان چاروں بزرگو
کا آپ نے تذکرہ کیا۔

آپ کے متعلق یہ بیان مالک بن نجامر کا ہے جن کی فضیلت اسی سے ظاہر ہوتی
ہے۔

ثم قال: فان عجز عنه
هؤلاء فسا اهل الارض
عنه أجز فغلب بمعلم
ابراهيم قال فما نزلت
بی مسألة عجزت عنها
القلت يا معلم ابراهيم
اعلام الموقعين کی روایت ہے۔
وإصلا معاذ عند موتہ ان
یصحق بابن مسعود فی حبه
ویرطب العلم عند ففعل
ذالك به

مالک ابن نجامر کا کہنا ہے کہ کسی مسئلہ میں مجھے
دشوار ہی پیش نہ آئی مگر میں نے اللہ سے دعا
کی اے ابراہیم کو علم دینے والے جن کے پاس
کوئی علم و ایمان کا ماحول نہ تھا، مجھ کو
بھی علم دے۔

اپنے آخر وقت حضرت معاذ بن جبل نے ان کو
وصیت کی کہ حضرت عبداللہ بن مسعود کے پاس
پہنچ جائیں اور ان کی ہم نشینی اختیار کریں
اور ان سے علم حاصل کریں۔ پچانچہ انھوں نے
اس پر عمل کیا۔

آپ کے ایک دوسرے شاگرد حضرت علقمہ فرماتے ہیں۔

كان عبد الله يشبه بالنبي
حضرت عبداللہ شصیر اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

صلی اللہ علیہ وسلم فی ہدیۃ سے بہت مشابہ تھے۔

و دلہ رسمتہ۔

آپ کے شاگردوں میں ابووائل شقیق بن سلمہ بڑی عمر کے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ایمان لائے تھے وہ فرماتے تھے۔

ما عدل باہن مسعوداً احدًا میں حضرت عبداللہ بن مسعود کے برابر کسی کو نہیں سمجھتا۔

طبقات القراء اور تذکرۃ الحفاظ میں فرماتے ہیں ان کے تمام شاگردوں سے یہ بات نقل کی ہے۔

کان تلامذتہ زالفیصلون علیہ احد امن الصحابة فی العلم آپ کے شاگرد و صحابہ میں سے کسی کو آپ کے علم میں بڑھا ہوا نہیں سمجھتے تھے۔

آپ کے ایک اور دوسرے شاگرد حضرت مسروق فرماتے ہیں۔

شامت اصحاب محمد میں نے صحابہ کا اندازہ لگایا تو ان کے علم کو

صلی اللہ علیہ وسلم فوجدا ان چھ صحابہ میں جمع شدہ پایا حضرت علیؓ

علمہم ینتھی الی ستۃ: حضرت عبداللہؓ حضرت عمرؓ حضرت زیدؓ

بن حارثہ۔ ابوالدرداءؓ اور ابی بن کعبؓ۔ ائی علیؓ و عبد اللہؓ و عمرؓ و زیدؓ

بن حارثہ و ابی الدرداء و ابی بن کعب ثم شامت الستۃ

اور حضرت عبداللہ بن مسعود کے پاس ان فوجدت علمہم انتھی

سب کے علوم تھے۔

الی علی و عبد اللہ

یہی مسروق فرماتے ہیں۔

جالست اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی

عليه وسلم فكانوا كالإخاذا لا
خاذاة تروى الراكب، والإخاذاة
تروى الراكبين والإخاذاة
تروى العشرة والإخاذاة لو
نزل بها أهل الأرض لصد رتهد
وانت عبد الله من تلك
الإخاذاة -
امام شعبی فرماتے ہیں -

مادخل الكوفة احد من الصحابة
انفع علماء ولا فقه ما جاء من
عبد الله -
صحابہ میں سے حضرت عبداللہ بن مسعود سے زیادہ
عالم و فقیہ کوئی شخص کوفہ میں نہیں آیا -

آپ کی علمیت کا اعتراف صرف صحابہ اور تابعین تک محدود نہ رہا بلکہ بعد کے
علمائے بھی آپ کا ترجمہ فقہ ذکرہ کی کتابوں میں جو ذکر کیلئے اس میں بھی آپ کے
علمی کمالات کے ذکر کے ساتھ علمی حیثیت کو بہت نمایاں جگہ دی ہے۔
علامہ ذہبی نے سیر اعلام النبلاء میں آپ کے تذکرہ کا عنوان یہ بنایا ہے -
« الامام الحبر فقیہ الامۃ ابو عبد الرحمن الہذلی البکی المہاجر
السبوری حلیف بنی زہرۃ کان من السابقین الاولین من
النجباء العالمین شہد بدرا و ہاجر الہجرتین و کان یوم
الیرموک علی النعل و مناقبہ غزیرۃ روی علما کثیرا -
انہوں نے اس میں آپ کے اکثر مناقب جمع کر دیے ہیں۔ آپ کے خاندان
کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان سے جو قدیم تعلقات تھے اس کا بھی

ذکر کیا ہے۔ آغاز کلام میں تین لفظوں سے آپ کی علمی فضیلتوں پر روشنی ڈالی ہے۔ خاتمہ میں پھر اس کا ذکر کیا ہے کہ آپ نے اپنے علم سے بہتوں کو فائدہ پہنچایا۔ طبقات القراء میں بھی علامہ ذہبی نے کہا ہے وقفہ بہ خلق کثیراً۔ تذکرۃ الحفاظ میں بطور عنوان تقریباً یہی الفاظ ہیں۔ گویا ان میں اجمال سے کام لیا گیا ہے۔ مگر علمی حیثیت کے اظہار میں انحصار کو روا نہیں رکھا گیا۔ علامہ ابو نعیم اصفہانی نے آپ کے فقر و زہد اور عبادت و نیکیوں کے شوق کا شرح و بسط کے ساتھ تذکرہ کیا ہے۔ مگر بایں ہمہ آپ کے قرآن خوانی اور قرآن دانی، قرآن نہی اور تبلیغ و توضیح مسائل میں امتیاز اور فقہی فضیلت کا ذکر کیے بغیر نہ رہ سکے چنانچہ حلیۃ الاولیاء میں ہے۔

من طبقة السابقین المهاجرین المعروفین بالنسک
من المعمرین القارئ الملقن الفقیہ المفہم والسبا
والبد اراقربہم وسیلۃ واجہم فضیلۃ کان
من الرفقاء والنجباء والوزراء والرقباء عبد اللہ بن
مسعود الکلف بالمعبود والشاہد للمتہود والحا
للمعہود والسائل الذی لیس بمردود۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے آپ کے علمی فضائل کے بیان میں بڑی احتیاط
برہتی ہے پھر بھی فتح الباری میں آپ کے مناتب کے سلسلہ میں یہ درج کرنے
پر مجبور ہوئے۔

وکان من علماء الصحابہ ومن اشہر علمہ بخترة
اصحابہ والآخرین عنہ۔

یہاں حافظ ابن حجر آپ کے شاگردوں کی کثرت کے تذکرہ پر مجبور
تھے اس کی تہید میں اتنا تخریب فرمایا۔ وکان من علماء الصحابة۔
اس قدر محنت اور ذوق شوق سے آپ نے قرآن حاصل کیا کہ آگے
چل کر آپ قرآن کے سب سے بڑے عالم کہلائے۔

حضرت ابو سعید بدرمی فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن مسعود سے زیادہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر جو کچھ نازل ہوا ہے اس کا علم رکھنے والا میں
کسی اور کو نہیں جانتا۔ اسی طرح ابن التیم نے عقبہ کا یہ قول نقل کیا ہے۔

قال عقبہ بن عمرو ہا اری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جو کچھ نازل
احدا اعلیٰ بما انزل علی ہوا میں اس کا جاننے والا حضرت
محمد صلی اللہ علیہ وسلم عبداللہ بن مسعود سے زیادہ کسی کو
من عبد اللہ نہیں سمجھتا۔

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے براہ راست قرآن کی تعلیم حاصل کرنے کا
طریقہ آپ خود فرماتے ہیں۔

واللہ لقد اخذت من فی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کچھ
بعضاً وسدیقین سورۃ یہ اوپر ستر سورتیں یاد کی ہیں۔
طبقات القراء ذہبی میں ہے۔

اما من حفظہ کلہ منہم و اور صحابہ میں سے جن لوگوں نے قرآن کو
عرض علی النبی وجماعۃ من کمالاً حفظ کیا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

نخبا و اصحاب محمد
 امتد بوالاقرائہ وانصبوا
 الراءۃ فکان من جملتهم
 سبعة ائمة اعلام
 دارت علیہما سانید
 القران و ذکر وافی صدور
 العتب و الاجازات
 عثمانؓ - علیؓ، ابیؓ، ابن مسعودؓ
 زیدؓ، ابو موسیؓ،
 ابو البرداءؓ۔

کے روبرو پیش کیا تھا وہ معزز صحابہ کی ایک
 جماعت جو قرآن کی تعلیم کے لئے تیار کی
 گئی تھی اور اس خدمت کے ادا کرنے کیلئے
 اپنے انہیں مقرر فرمایا تھا یہ لوگ حفاظ قرآن
 (یا حافظین قرآن) سے ہیں یہ سات بڑے
 بڑے امام ہیں۔ قرآن کی سب سندیں ان
 ہی تک پہنچتی ہیں۔ کتا بول کے شروع میں
 اور اجازت ناموں (سندوں) میں ان ہی
 کا ذکر کیا جاتا ہے۔ عثمانؓ، علیؓ، ابیؓ، ابن
 مسعودؓ، زیدؓ، ابو موسیؓ، اور ابو البرداءؓ۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ قرآن مجید میں کوئی آیت ایسی نہیں
 جس کے متعلق مجھے یہ معلوم نہ ہو کہ وہ کب اور کہاں اور کس بارہ میں اُتھی ہے۔
 قرآن کی تعلیم کے ساتھ ساتھ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت کے
 اس پر عمل پیرا بھی ہوتے جاتے تھے۔ چنانچہ خود فرماتے ہیں۔

عن ابن مسعودؓ کنا اذا نقلنا من النبی صلی اللہ
 علیہ وسلم عشر آیات من القران لم نتعلم
 العشر الا بعد ما حتی نعمل فیہ۔

آپ پڑھ چکے ہیں کہ اتباع کتاب و سنت اور ذوق عمل کی واپہانہ بڑے
 نے آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک جیتی جاگتی تصویر بنا دیا تھا۔

اجازت در کس

جب حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے اخلاق و عادات و تحصیل علم کی تکمیل ہو گئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سامنے ہی قرآن و حدیث کی تعلیم و تدریس کی خصوصی سند دی اور صحابہؓ سے فرمایا کہ تم لوگ ابن مسعودؓ سے استفادہ کرو۔ مفتی عبداللطیف صاحب تذکرہ اعظم میں لکھتے ہیں۔

جب استاد اپنے شاگرد کو اجازت دیتے ہیں تو سند اور اجازت نامہ میں دو طرح کے الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ عام شاگردوں کی نسبت تو یہ الفاظ استعمال کرتے ہیں تمہیں نلال علم پڑھانے کی اجازت دیتا ہوں لیکن جو طلباء جید الاستعداد اور اپنی قابلیت میں ممتاز ہوتے ہیں ان کی نسبت سند میں یوں لکھتے ہیں کہ میں اجازت دیتا ہوں کہ طلباء ان سے فیض یاب ہوں اور ان سے پڑھیں جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن مسعودؓ کو جو اجازت عطا فرمائی ہے اس میں اسی دوسرے قسم کے الفاظ ہیں۔ اور قرآن و حدیث کی تعلیم کی جہاں جہاں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو دی۔ آپ کی قرآن کی سند و اجازت بخاری و ترمذی میں ہے جس کو بعینہ ہم یہاں نقل کرتے ہیں۔

تال النبی صلی اللہ علیہ وسلم	حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قرآن
استقرأوا القرآن من اربعة من	ان چار آدمیوں سے سیکھو عبداللہ بن مسعودؓ
عبداللہ بن مسعودؓ و سالم مولیٰ	سالم مولیٰ ابی حذیفہؓ ابی بن کعبؓ
ابی حذیفہؓ و ابی بن کعبؓ و معاً	اور معاذ بن جبلؓ

حافظ ابن حجر عسقلانی اس کی شرح میں لکھتے ہیں۔

وان البدأ بالرجل في الذكر
على غير في امر شريك فيه
مع غيره سيدل على تقدمه
فيه۔

جو خوبی چند آدمیوں میں پائی جائے اس
سلسلہ میں جس کا نام پہلے لیا جائے تو
اس بات کی دلیل ہے کہ وہ خوبی اس میں
سب سے زیادہ پائی جاتی ہے۔

اس حدیث کے راوی حضرت عبداللہ بن عمرو بن ابی العاص بیان فرماتے
ہیں کہ ان اصحاب میں پہلا نام چونکہ عبداللہ بن مسعود کا آپ نے لیا اس لئے
میں ان سے محبت کرنے لگا ہوں اور وہ میرے خاص محبوبوں میں ہیں اور قرآن
کی سند کی بابت ترمذی کے الفاظ یہ ہیں۔

عن حذيفة قال قال النبي
صلی اللہ علیہ وسلم ما اقرأکم
عبداللہ فاقراوا۔

حذیفہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ عبداللہ ابن مسعود
جو تمہیں پڑھا میں وہ پڑھو۔

ایک بزرگ حضرت عمر کی خدمت میں حاضر ہوئے جو حضرت عمر کی جان پہچان
کے تھے آپ سے کہا یا امیر المؤمنین میں کوفہ سے آ رہا ہوں وہاں ایک مستی ہے جو
قرآن اٹھا کر لاتے ہیں حضرت عمرؓ بہت زیادہ غصہ ہوئے دریافت کیا تیرا مبرا ہو
وہ کون ہے۔ اٹھوں نے کہا عبداللہ بن مسعود۔ ان کا نام سنتے ہی حضرت عمر کا
غصہ اترنا شروع ہوا۔ اور طبیعت آہستہ آہستہ اعتدال پہنچ گئی۔ ان سے
کہا خدا کی قسم میں ان سے زیادہ اس بات کا اہل کسی کو نہیں پاتا کہ زبانی قرآن
لکھا میں (اس کے بعد وہ واقعہ سنایا جو قرأت قرآن میں آ رہا ہے جس میں
آپ نے جنت الخلد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رزاق ت لصبیب ہونے کی
دعا کی ہے۔

علمی لطیفہ

امام شعبی نقل فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ سفر فرما رہے تھے کہ ایک جماعت سے ٹڈ پھیر ہوئی حضرت عمرؓ نے حکم دیا کہ لو چھو کہ تم کو ن ہو۔ اس میں حضرت عبداللہؓ بھی تھے آپ نے جواب دینے کے لئے کہلوا یا اقبلنا من الفجج العمیق۔ حضرت عمرؓ نے دریافت کیا کہ تم کہاں جا رہے ہو۔ تو حضرت ابن مسعودؓ نے جواب دلوا یا الی البیت العتیق۔ پھر حضرت عمرؓ نے پھر آیا کہ قرآن پاک کی کونسی سب سے زیادہ پر عظمت آیت ہے۔ حضرت عبداللہؓ نے اپنے آدمی سے کہا کہ آیت الکرسی بلند آواز سے پڑھ کر سنا دو حضرت عمرؓ نے اس کے بعد کہا کہ سوال کرو کہ وہ کونسی آیت ہے جس کے ہر حصے پر عمل ضروری ہے۔ حضرت عبداللہؓ نے جواب دلوا یا ان اللہ یا امر بالمعروف والنہی عن المنکر والحق ان اللہ یأمر بالعدل والاحسان وایتا ذی القربیٰ وینہی عن الفحشاء والمنکر والبغی یعظکم لعلکم تتقون (سودہ نخل) پھر حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ دریافت کرو کہ قرآن کی سب سے جامع آیت کونسی ہے حضرت عبداللہؓ نے جواب دلوا یا فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یتراء ومن یعمل مثقال ذرۃ شرا یتراء۔ پھر حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ سوال کرو کہ قرآن کی وہ کونسی آیت ہے جو کیا مینہ والی ہے۔ حضرت عبداللہؓ نے جواب دلوا یا۔ لیس یا ما نیکم ولا امانی اهل الکتاب من یعمل سوءا یتجزیہ۔ پھر حضرت عمرؓ نے آواز دلوا لی کہ دریافت کرو کہ قرآن کی سب سے زیادہ پر امید آیت کونسی ہے۔ حضرت عبداللہؓ نے جواب دلوا یا۔ یا عباد رب الذین اسرفوا علی انفسہم لا تقنطوا من رحمتہ اللہ پھر حضرت عمرؓ نے دریافت کر آیا کہ تافلہ میں عبداللہ بن مسعودؓ ہیں، تو تافلہ والوں نے جواب دیا کہ ہیں۔

آپ کی حدیث کی سند اور اجازت ترمذی میں یوں ہے۔
 قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا حَدَّثَنَا ابْنُ مَسْعُودٍ
 وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَزَّيَاكَ حِينَ
 جَدَّ ابْنُ مَسْعُودٍ كَوْنِي حَدِيثِيَا كَرِيْمًا
 فَصَدِّقُوا - اس کی تصدیق کرو۔

جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن مسعود کو قرآن و حدیث کے
 علاوہ تخریج مسائل و استنباط اور قیاس کی بھی اجازت و سند عطا کی تھی۔ ترمذی
 میں ہے۔

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 مَسْكُوا بَعْدَ ابْنِ مَسْعُودٍ
 حَضْرَةَ نَزَّيَاكَ ابْنِ مَسْعُودٍ كِي هَدَايَا اور
 عَمَّ كُو مَعْنُو طِي سِي پَكْرَا سِي رَهْو۔
 ان کا قول تمہارے لئے کافی دلیل ہے۔ خطیب کی اکمال اور کنز العمال میں
 میں بھی یہی مضمون بہ تغیر الفاظ اس طرح پر آیا ہے۔

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 رَضِيَتْ لِحَمِي مَارَضِي لَهَا ابْن
 ام عبد وسخطت لها ما
 سخط لها ابن امر عبد
 ابن مسعود بن اور کو پسند کریں میں ملن کہ
 اپنی ساری امت کے لئے پسند کرتا ہوں
 اور جن اور کو وہ ناپسند کریں میں بھی نہیں
 ناپسند کرتا ہوں۔

حضرت عبادة بن الصامت نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت
 کیا کہ کن صحابہ سے آپ کو محبت ہے تاکہ ہم بھی ان سے محبت کریں۔ ارشاد ہوا
 کہ میری زندگی میں اس راز کو ظاہر نہ کرنا۔ آپ نے فرمایا ابو بکرؓ اور عمرؓ آنحضرت
 صلی اللہ علیہ وسلم کے خالوش ہونے پر حضرت عبادةؓ نے پھر پوچھا تو آپ نے
 سترہ نام لیے۔ اس میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا نام بھی تھا۔ یہ ظاہر ہے کہ

سیر اعلام النبلاء ج ۲، حالات عبادة ۲۵۲

آپ کی ان بزرگوں سے محبت فرمانے کی وجہ دین میں امتیاز ہی حاصل کرنا تھا۔
فہم و فراست کی نبوی گوئی

علم و فضل سیرت و کردار کی ان اعلیٰ سندوں کے یہ معنی نہ تھے کہ دنیا کے
 کاموں کی کوئی قابلیت و اہلیت آپ میں نہ تھی اس خیال کو دور کرنے کے
 لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی فہم و فراست اور
 انتظامی قابلیت کو بیان فرما دیا۔

عن علی قال قال رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم لو کنت
 مؤمرا احسن اداون شوری
 حضرت علیؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میں اگر کسی کو بغیر
 مشورے کے امیر بنا دیتا تو عبداللہ بن
 مسعود کو بناتا۔

مگر تقسیم کار کے اصول پر آپ نے ان کو ان کی مشغولیت سے ہٹا کر انتظامی
 کاموں میں ان کے اوقات کو مصروف نہیں کیا۔ اس سے یہ خیال ہو سکتا تھا
 کہ انتظامی کاموں کی اہلیت و صلاحیت آپ میں نہ تھی۔ تو آپ نے یہ فرمایا کہ اس
 شبہ کے احتمال کو بھی دور کر دیا۔ حضرت شیخین نے بھی اس کا خیال فرمایا۔
 حضرت ابو بکرؓ نے اپنے سے قریب رکھنے کی ایک صورت نکالی جس کا تذکرہ
 عہدِ صدیقی میں گزر چکا ہے حضرت عمرؓ نے آپ کو کوفہ کا قاضی بنایا جہاں تضا
 کے کام کے ساتھ امت کو قرآن و حدیث کی آپ نے تعلیم دی اور ان کی
 تربیت فرمائی۔

معاصرین کی طرف سے آپ کے ہمہ گیر فضل و کمال کا اعتراف
 ابوالاحوصؓ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں اور عبداللہ بن مسعودؓ اپنے چند
 ساتھیوں کے ساتھ ابوموسیٰ اشعریؓ کے یہاں کسی مجلس میں مشرکیت تھے جب

مجلس برخواست ہوئی اور عبداللہ چلنے کی نیت سے کھڑے ہوئے تو ابو مسعود
 دعتبہ بن عمرو نے ان کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ میں نہیں جانتا کہ آنحضرت صلی اللہ
 علیہ وسلم کے بعد ان سے زیادہ قرآن جاننے والا کوئی اور شخص اس وقت موجود
 ہے۔ یہ سن کر ابو موسیٰ اشعریؓ نے تائید کی اور کہا کیوں نہیں اس کی وجہ یہ ہے
 کہ وہ بارگاہِ نبوی میں اس وقت حاضر رہتے تھے جب ہم غائب رہتے تھے اور
 انہیں خلوت میں بھی باریاب ہونے کی اجازت حاصل تھی اور ہم اس شرف
 سے محروم تھے۔ شقیق کہتے ہیں کہ ایک جلسہ میں میری موجودگی میں عبداللہ بن مسعودؓ
 نے دعویٰ کیا کہ تمام صحابہؓ کو اس بات کا بخوبی علم ہے کہ قرآن کا سب سے زیادہ
 جاننے والا میں ہوں۔ گو میں آپ سب سے بہتر نہیں۔ حضرت عبداللہ کے
 اس دعویٰ کے بعد میں نے گردن اٹھا کر تمام حاضرین کی طرف دیکھا مگر کسی
 نے بھی حضرت عبداللہ کے اس دعویٰ کو رد نہ کیا۔

ان نرا حدیث اعترافات کا سلسلہ صرف حضرت عبداللہ کی زندگی تک
 ہی محدود نہ رہا بلکہ ان کی وفات کے بعد بھی لوگ ان کے فضل و کمال کے متعرف
 رہے چنانچہ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ اور حضرت ابو مسعود کو جب عبداللہ کی
 وفات کی خبر ملی تو حاضرین نے حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے پوچھا کیا عبداللہؓ
 نے اپنے جیسا کسی کو چھوڑا؟ حضرت ابو موسیٰ نے جواب دیا نہیں۔ کیونکہ
 وہ جلوت اور خلوت ہر موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر رہتے
 تھے۔ جبکہ ہم لوگوں کے لئے یہ بات ممکن نہ تھی۔ ایک روایت کے مطابق جب

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو اس بیان کی ضرورت اس وقت ہوئی جب قرآن کی اشاعت کا سرکاری
 طور پر اظہام کیا گیا۔ اس کام پر حضرت زید بن ثابتؓ جو آپ سے بہت زیادہ کم سن تھے مامور ہوئے اور
 آپ کی خدمت نہیں کی گئی۔ ۲۔ مسلم باب فضائل صحابہ ذکر ابن مسعود۔

انہوں نے دمشق میں حضرت عبداللہ کے انتقال کی خبر سنی تو فرمایا۔ اما انہ لم
تخلف بعداً مثلاً۔

اعترافِ فضل کی دوسری مثال

ایک مرتبہ اہل کوفہ نے حضرت عمرؓ کے پاس شکایت کی کہ اہل شام
کے وظائف بڑھا دیئے گئے ہیں لیکن ہم لوگ اضافہ سے محروم رہے۔
اس کے جواب میں حضرت عمرؓ نے کہا کہ اہل شام کے وظائف میں بے شک
اضافہ ہوا لیکن عبداللہ بن مسعودؓ کو تمہارے پاس بھیج کر تمہارے علوم کی ترقی کا
جو سامان کیا گیا ہے وہ اس ترقی سے بہت بلند ہے جو وظیفہ کی شکل میں اہل
شام کو حاصل ہوئی ہے۔ ابن مسعودؓ کا فضل و کمال اور حدیث و سنت کے
زیادہ عالم ہونے کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کی خدمت میں اس وقت حاضر رہتے تھے جبکہ ہم لوگ آپ کے پاس
نہ ہوتے تھے اور ابن مسعودؓ خلوت میں بھی ہم نشینی کا ثروت حاصل کرتے
اور ہم اس سے محروم رہتے تھے۔

اس کے علاوہ اور بھی بہت سے موقعوں پر حضرت عمرؓ نے حضروں
عبداللہ بن مسعودؓ کے علمی فخر اور دیگر اوصاف حمیدہ کا صاف
اعتراف کیا ہے زید بن وہبؓ کہتے ہیں۔

كنت جالساً في القوم عند عمر

اذ جاء رجل نحيف قليل اللحم

فجعل يمر ينظر اليه ويتامل

میں حضرت عمرؓ کے پاس لوگوں میں

کہ ایک عا جب بہت دبلی جن

بہت کم گوشت تھا، تشریف لیا۔ (۲۶۵)

وكان عبد الله رأساً في تجويد القرآن مع حسن الصوت. اور عبداللہ بن مسعود قرآن کی تجوید میں سر رہے
 آدہ وہ تھے خوش آوازی اس پر مزید تھی۔
 ابو عثمان ہندی بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود نے ہم کو مغرب کی نماز پڑھائی۔ اس میں قُلْ هُوَ اللهُ اس تہ تیل اور خوش آوازی سے پڑھی کہ ہماری آرزو تھی کہ پوری سورۃ بقرہ اسی ترتیل اور اسی خوش الحانی سے پڑھیں۔
 مضامین احادیث کی قرآن سے تطبیق اور توثیق۔

آپ کو قرآن کے مضامین پر بڑا عبور تھا۔ ایک سے زیادہ بار ایسا ہوا کہ آپ کے سامنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بیان ہوئی۔ آپ نے بے تکلف اسی مضمون کی قرآنی آیت پڑھ دی۔ ایک مرتبہ کسی مجلس میں یہ حدیث زیر بحث تھی کہ جو شخص جھوٹی قسم کھا کر کسی مسلمان کا مال و مالے کا تو قیامت کے دن عذاب خداوندی سے نہ بچے گا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود نے اس حدیث کی توثیق و تائید میں قرآنیہ آیت تلاوت فرمائی۔

ان الذين يشترُونَ بعهدِ الله
 وَاِيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيلًا اُولَئِكَ
 لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ
 وہ لوگ جو خدا کے عہد اور اپنی قسموں کے بدلہ میں چھوڑا نفع حاصل کرتے ہیں ان لوگوں کا آخرت میں کوئی حصہ نہ ہوگا۔

اسی طرح ایک مرتبہ دورانِ ورس میں اپنے ثنا گروہوں سے فرمایا کہ ایک روئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ سب سے بڑا گناہ کیا ہے؟ ارشاد ہوا کہ مشرک، اس کے بعد اولاد کا قتل، اس کے بعد ہمسایہ کی بیوی سے زنا۔ یہ فرمانے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی موافقت میں یہ آیت پیش فرمائی۔

وَالَّذِينَ لَا يَدْعُونَ مَعَ اٰلِهٰهِمْ
 جوا اللہ کے سوا کسی دوسرے کو معبود نہیں پکارتے

إِلَّا الْخَرَدَ وَلَا يَقْتُلُونَ النَّفْسَ
الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ بِالْأَمْوَالِ حَقًّا
وَلَا يَزْنُونَ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ
يَنقُ أَثَامًا

خون ریزی نہیں کرتے ہیں سوائے
اجازت کے موقعہ کے نہ بدکاری کرتے
ہیں اور جو بڑا کام کرتا ہے وہ بڑا گناہ
کرتا ہے۔

زبان دانی میں آپ کا پایہ۔

قرآن مجید کی صحیح تفسیر کا دار و مدار زیادہ تر عربیت پر ہے اس کے محاوروں اور اسلوب بیان پر قدرت اور بہارت ضروری ہے جو لفظ مخدوم کر دیے جاتے ہیں ان کے فہم کا صحیح ذوق ہو۔ عنائت اور اشاروں کی تعین کا سلیقہ ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کی پابندی میں ان ہی باتوں میں آپ نے درک پیدا کیا تھا۔ اس مثال کی وضاحت قرآن کی اس آیت کی تفسیر سے بخوبی ہوتی ہے۔

اذا اردنا ان تہلك قرية امرنا ترضيها فنسقا فيها

عام مفسرین نے امرنا کے معنی "ہم نے حکم دیا" کر دیے ہیں جس کے معنی ہوتے کہ خدا ہی نے ان کو دغوز بالذمہ برائیوں کا حکم دیا حالانکہ یہ بات خدا کی شان سے بعید ہے کہ وہ اپنے بندوں کو بڑے کام کا حکم دے۔ "ان الله لا يامر بالفسق" یا اس پر مجبور کر کے لطف یہ ہے کہ مفسرین نے خود ہی تابل المتراض معنی بھی بیان کئے اور جب خود ان کے دل کو یہ بات کھٹکی کہ یہ تو خدا پر الزام ہے کہ وہ خود ہی برائیوں کا حکم دیتا ہے اور تعمیل حکم کے بعد بجائے انعام کے تہا ہی اور بربادی کے عذاب میں مبتلا کر دیتا ہے تو ان مفسرین نے مختلف تاویلوں سے اس المتراض کے جواب دیے۔

سہ سورۃ الفرقان، آیت ۶۸

حالانکہ امرنا فیہا کے بعد بالاطاعة والایقاد جو محذوف ہے اس کو سمجھ لیا جاتا تو آگے جو ارشاد و نفسقوا فیہا ہے اس سے تا ئید آسانی سے سمجھ میں آجاتی کہ جو حکم دیا گیا تھا اس کی نافرمانی کی گئی۔ خصائص میں ابن جنی نے امر کے معنی کثرت کے بتائے ہیں اور اس پر متعدد شواہد پیش کئے ہیں کہ کلام عرب میں امر کے معنی کثرت کے بھی آتے ہیں تو آیت کے معنی یہ ہوئے کہ ”جب ہم کسی شہر کو تباہ کرنا چاہتے ہیں تو وہاں کے لوگوں کی دولت بڑھا دیتے ہیں اب یہ لوگ دولت کا صحیح مصون اختیار کرنے کے بدلے غرور میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی کڑے سے بے پرواہ ہو کر فسق و فجور کی زندگی اختیار کرتے ہیں اور یہ تباہی کا پیش خمیر ہے“ اور اس تفسیر پر کوئی اعتراض پیدا نہیں ہوتا۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے براہ راست قرآن سیکھا تھا۔ ان سے بڑھ کر قرآن کے معانی و مطالب سمجھنے والا، اور کون ہو سکتا تھا۔ چنانچہ انھوں نے اس آیت کی ٹھیک یہی تفسیر کی ہے۔ صحیح بخاری میں حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے۔

کنا نقول للحمی اذا کثروا
 فی الجاہلیۃ امر
 بنو فلان۔
 زمانہ جاہلیت میں جب کسی قبیلے کے افراد کی
 تعداد بڑھ جاتی تو ہم کہتے تھے فلاں قبیلے کے
 لوگ بڑھ گئے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے جو اقوال ان صفحات میں ملیں گے ان سے نقل کئے گئے ہیں وہ ان کی زبانِ دانی و مطالبِ آفرینی نہم معانی اور ادب و انشاء میں یدِ طولیٰ رکھنے کا بہن ثبوت ہیں۔ اہل لغت نے آپ کے فرمائے ہوئے کلمہ کو اشتہاد کے طور پر پیش کیا ہے۔ چنانچہ مختار الصحاح میں خلل کے مادہ میں اخل کے معنی احتجاج کے بیان کئے ہیں اور سند میں آپ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے۔ علیہ السلام

فَانْ أَحَدَكُمْ لَمِيْرِي مَتِي بَعْتَلِ الْيَهُدَى مَتِي يَحْتَاجُ النَّاسَ
الِي مَا عِنْدَهُ۔

غلط تفسیر ریپاپ کی تشبیہ

بعض حضرات محض اٹکل سے کسی قرآنی آیت کی تفسیر کرتے ہیں جب کبھی
آپ کو اس کا علم ہوتا کہ کسی نے بغیر کسی اسناد کے اپنی رائے اور قیاس سے تفسیر
بیان کی ہے تو آپ شخص کی کا اظہار فرماتے اور صحیح تفسیر فرما کر سنا واقف کو واقف
فرماتے اور آئندہ اس شخص کو اس طرح تفسیر بیان کرنے سے باز رہنے کی تاکید
کرتے۔ چنانچہ ایک مرتبہ کسی شخص نے فَاَرْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَاءُ بِدُحَانٍ
مُبِينٍ کی تفسیر بیان کی کہ قیامت کے قریب ایک دھواں اُٹھے گا جو منافقین کو
اندھا اور بہرا کر دے گا لیکن مسلمانوں کو اس سے صرف اس قدر تکلیف ہوگی
جتنی زکام سے ہوتی ہے۔ حضرت ابن مسعود کو اس کی خبر ہوئی آپ ٹپک لگائے
بیٹھے تھے جو شش میں آکر اُٹھ بیٹھے اور فرمایا "جو علم رکھتے ہوں وہ بولیں اور جو نہ جانتے
ہوں وہ کہیں کہ خدا سب سے زیادہ جانتا ہے یہ بھی ایک علم ہے اللہ تعالیٰ نے
خود اپنے پیغمبر سے فرمایا ہے کہ کہہ دو میں تم سے کوئی معاوضہ نہیں چاہتا اور جو بات
نہیں جانتا اس کو زبردستی بتانے کی زحمت نہیں اُٹھاتا۔ اس کے بعد آپ نے
یہ واقعہ بیان فرمایا کہ قریش نے جب اسلام قبول کرنے میں دیر کی تو آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے ان پر قحط کی بددعا کی چنانچہ ایسا قحط پڑا کہ لوگ مردار اور بڑیاں تک
کھانے لگے بھوک میں جب وہ آسمان کی طرف نظر اٹھا کر دیکھتے تھے تو بھوک
کی شدت اور تقاہت کی وجہ سے انہیں نضا دھویں سے بھری ہوئی نظر آتی
تھی خدائے پاک نے اس موقع پر کفار کو متنبہ کیا کہ اس سے بھی زیادہ ایک
ہولناک اور سخت دن آنے والا ہے اور وہ جنگِ بدر کا دن ہے۔

۱۔ کتاب التفسیر بخاری ج دوم ص ۷۰ نیز مسند ج اول ص ۳۸۱

قاضیوں کے تقرر میں سب سے اہم کام قابل اور متدین اشخاص کا انتخاب ہے کیونکہ علم میں پختگی کے بغیر صرف قابلیت و ذہانت سے صحیح فیصلہ ممکن نہیں۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے اس اہم عہدہ کے لئے جن لوگوں کا انتخاب کیا ان میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ تھے آپ کو فیصلہ کی قابلیت و دیانتداری کے ساتھ علم میں بھی امتیازی درجہ حاصل تھا جس کی بناء پر آپ کو قاضی بنایا گیا۔ ۲۱۸ھ میں حضرت عمار بن یاسرؓ کو فہ کے گورنر مقرر ہوئے تو حضرت عمرؓ نے حضرت عبداللہ بن مسعود کو قاضی بنا کر ان کے ساتھ کر دیا۔ اس کے علاوہ بیت المال کا انتظام و ذمہ داری بھی ان ہی کے سپرد رہی۔ مسلمانوں کی تعلیم و مذہبی امور کی نگرانی اور امیر کو فہ کی وزارت کے فرائض انہیں سونپے گئے۔ اہل کو فہ کے نام حضرت عمرؓ نے جو تقرر کا فرمان خلافت روانہ فرمایا اس میں حضرت عمارؓ (امیر) اور حضرت عبداللہ (قاضی) کے متعلق مندرجہ ذیل خیالات ظاہر فرمائے۔

اتی بعثت الیکہ عمار بن یاسرؓ	بے شک میں نے تمہارے لیے عمار بن یاسرؓ
امیراً و امین مسعودؓ معلماً و	کو امیر و گورنر بنا کر اور عبداللہ بن مسعودؓ کو انتظام
وزیراً و قد جعلت ابن مسعودؓ	وزیر بنا کر روانہ کیا ہے اور بیت المال کی نگرانی
علی بیت مالکم و انہما لمن	میں ان ہی کے سپرد کی ہے یہ دونوں حضرات
النجاۃ من اصحاب محمد	حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں خاص شرف
من اهل بدر فاسمعوا لهما	و عظمت کے حامل اور شتر کا بد میں سے
واطیعوا هما	ہیں ان کی بات سنو اور اطاعت کرو۔

یہاں تک تو عمار بن یاسر اور حضرت عبداللہ بن مسعود کے متعلق حضرت عمر فاروق نے ایک جیسے الفاظ استعمال فرمائے مگر اسی فرمان کے آخری حصہ سے اندازہ کیا جاسکتا ہے حضرت عمرؓ کی نگاہ جو ہر شناس میں حضرت عبداللہ بن مسعود کی کیا وقعت تھی وہ الفاظ اس طرح ہیں۔

وعدا انشروکم بامن ام عبد
علیٰ نفسی۔
حقیقت یہ ہے کہ ابن ام عبد کو ہم لوگوں کے پاس
بھینچنے کے بائے میں میں نے ایشار سے کام لیا ہے

یعنی ابن مسعود کے علم و فضل بہم و تدبر و بنداری و فراست سے فائدہ اٹھانے کے
محتاج جس قدر ہم لوگ ہو میں بھی ان سے بے نیاز نہیں، مگر ایشار سے کام لے کر
بعض من افادہ مختار سے پاس بھیجا جا رہا ہے۔

حضرت علی کریم اللہ وجہہ سے تعلیمات

حضرت عبداللہ نے حضرت علی کریم اللہ وجہہ کا دورِ خلافت نہیں پایا لیکن
حضرت عبداللہ کو حضرت امیر کریم اللہ وجہہ سے آپ کے علمی جلالت کے سبب
بے انتہا تعلق تھا۔ جناب امیرؓ کے علاوہ حضرت ابوالدرداءؓ، سلمان فارسیؓ، حضرت
ابوموسیٰ اشعریؓ اور حضرت معاذ بن جبلؓ جیسے دیگر اہل علم صحابہؓ سے بھی آپ کے
بڑے گہرے مراسم تھے، جناب امیرؓ کو بھی عبداللہ بن مسعود سے خاص تعلق تھا
جس کا اظہار آپ نے مختلف موقعوں پر فرمایا۔

ابوالبختری بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے صحابہؓ کے درمیان
علمی درجات و مراتب کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے دریافت کیا کہ تم کس کے
بارہ میں پوچھتے ہو۔ لوگوں نے کہا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود کے متعلق اپنی رائے
کا اظہار فرمائیے اس پر آپ نے فرمایا۔

علم انقوان و علم السنۃ اعمول من تزیین کیمیا انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

ثم انتہی وصفی بہ کی سنت کا علم حاصل کیا اور پھر اسی پر حجم کئے اور ان ہر دو کی مدد میں اپنی رائے کا اظہار کیا۔ علم کا نام ہے۔

حضرت علیؓ روایت فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگلے زمانہ میں ہر نبی کے سات رفیق سوا کرتے تھے مجھ کو اللہ تعالیٰ نے چودہ رفیق دیئے ہیں۔ حمزہؓ، جعفرؓ، علیؓ، الحسنؓ، حسینؓ، ابوبکرؓ، عمرؓ، عبداللہ بن مسعودؓ، ابوذرؓ، مقدادؓ، حذیفہؓ، ثمارؓ، سلمانؓ اور ابوالفضلؓ حضرت علی رضی اللہ عنہ جب کوہ منتقل ہوئے اور وہاں علماء قراء فقہاء کی کثرت بغداد دیکھی تو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی تعریف فرمائی۔

حییہ بن یزید بیان کرتے ہیں کہ حضرت علیؓ کی کوہ تشریف فرمائی پر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے بہت سے شاگردان کی خدمت میں حاضر ہوئے حضرت علیؓ نے ان سے سوالات کئے ان کے جوابات پر مطمئن ہوئے شاگرد اپنے استاد کی تعریف کرتے لگے۔ اس پر حضرت علیؓ نے فرمایا۔

رانا قول یہ مثل الذی قالوا
جو اُکھوں نے کہا وہ میں کہتا ہوں بلکہ
وافضل۔ اس سے زیادہ۔

قرأ القرآن احل حلالاً وحرم
اُکھوں نے قرآن پڑھا اور اس کے حلال
حرامہ فقیہ فی الدین عالم
کو حلال اور حرام کو حرام جازا۔ وہ فقہ
فی الدین رکھتے تھے اور سنت کے عالم تھے
بالسنة۔

معاصرین کے علم و فضل کا اعتراف

حضرت عبداللہ ابن مسعود اپنے معاصرین کے علم و فضل کے اعتراف میں بڑے وسیع القلب واقع ہوئے تھے حضرت عمرؓ سے تو ان کو بڑی عقیدت تھی۔

حضرت ابن مسعود کی حضرت عمرؓ کے متعلق رائے

آپ فرماتے تھے اگر تمام عرب کا علم ایک پلڑے میں رکھ دیا جائے اور حضرت عمرؓ کا علم دوسرے پلڑے میں تو عمرؓ کے علم کا پلڑا بھاری رہے گا۔ آپ یہ بھی فرمایا کرتے کہ عمرؓ کے ساتھ ایک گھڑی بیٹھنا سال بھر کی عبادت سے افضل ہے بالکل اسی طرح سے کہ جس طرح ابو موسیٰ اشعریؓ عبداللہ ابن مسعود کی نسبت فرماتے تھے۔

لمجلس كنت اجالسہ ابن مسعود اوثق فی نفسی من عمل سنتہ۔
 ایک گھڑی جو میں عبداللہ ابن مسعود کی صحبت میں بیٹھا ہوں اس پر مجھے اپنی ایک سالہ عبادت سے زیادہ وثوق ہے کہ وہ میری نجات کا

باعث بنے گی۔

حضرت عمرؓ سے استفادہ

آپ نہ صرف حضرت عمرؓ کے فضل و کمال کے معترف تھے بلکہ کسی معاملہ میں ان کی مخالفت نہیں کرتے تھے بلکہ جو مسئلہ معلوم نہیں ہوتا تھا اسے حضرت عمرؓ سے پوچھنے میں اپنی کسر نشان نہیں سمجھتے تھے۔

ایک مرتبہ حضرت عبداللہؓ نے اپنی بیوی سے ایک باندی خریدی اور باہم یہ بشرط طے پائی کہ اب اگر وہ باندی بیچی جائے گی تو اس کی قیمت بجائے حضرت عبداللہؓ کے ان کی بیوی کو ملے گی۔ حضرت عبداللہؓ نے یہ سودا تو کر لیا مگر قلب میں کہ ٹک تھی اور اس بے اطمینانی کا ذکر حضرت عمرؓ سے کیا حضرت

عمر نے اس بیع مشروط کو ناجائز بتلایا اور حضرت عبداللہؓ کو بانڈی سے متمتع ہونے سے منع فرمایا۔

حضرت عمرؓ کے علاوہ دیگر معاصرین صحابہؓ سے بھی آپ استفادہ میں پس و پیش نہ فرماتے تھے۔ امام شعبیؒ فرماتے ہیں کہ عمرؓ زید بن ثابتؓ اور عبداللہؓ بن مسعودؓ باہم ایک دوسرے سے تبادلہ خیال کرتے تھے اور اسی وجہ سے ان کے مسائل ایک دوسرے سے بہت حد تک ملتے جلتے ہیں اگر سنن کبریٰ بیہقی کو دیکھا جائے اس کا روشن ثبوت ملے گا۔ امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ صحابہؓ کو ام میں چھ شخص درجہ اجہاد پر نازل تسلیم کئے جاتے تھے اور باہم فقہی مسائل پر بحث و مذاکرہ کیا کرتے تھے حضرت علیؓ ابن ابی طالبؓ، ابی بن کعبؓ اور ابو موسیٰ اشعریؓ ایک جانب اور حضرت عمرؓ، زید بن ثابتؓ اور عبداللہؓ بن مسعودؓ دوسری جانب۔

ثلاثة من اصحاب رسول الله	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ میں سے تین صحابی
صلى الله عليه وسلم بين عون	ایسے ہیں کہ اپنے مختار مذہب کو تین صحابہؓ کی قیادت
قولهم بقول ثلاثة من اصحاب	مذہب کی وجہ سے دست بردار ہو جایا کرتے تھے۔
النبي صلى الله عليه وسلم	حضرت عبداللہؓ بن مسعودؓ حضرت عمرؓ کے مذہب
كان ابن مسعود يدين ع قوله	کی وجہ سے اپنے مذہب سے دست بردار ہو جایا کرتے
بقول عمر وكان ابو موسى الاشعري	تھے حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ حضرت علیؓ کے
يدين ع قوله بقول علي وزيد بن	مذہب کی وجہ سے اپنے فتوے سے دست بردار
ثابت يدين ع قوله بقول	ہو جایا کرتے تھے اور حضرت زید بن ثابتؓ حضرت
ابي بن كعب	ابی بن کعبؓ کے مذہب کی وجہ سے اپنے قول سے
	دست بردار ہو جایا کرتے تھے۔

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کے متعلق حضرت ابن مسعودؓ فرماتے تھے کہ ابن عباسؓ بہترین ترجمان قرآن ہیں۔ اور وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہم لوگوں کا سن پاتے تو کوئی ان کی ہمہری نہیں کر سکتا تھا یعنی جو عمر ہماری ہے اگر وہ عمر حضرت ابن عباسؓ کی ہو گی اور جتنا صحبت کا زمانہ ہم کو ملا تھا اتنا زمانہ ان کو ملتا تو کوئی ان کے علم میں ہمہری نہیں کر سکتا تھا۔

یہ تو معاصرین کے متعلق حضرت عبداللہؓ کے قلب میں جو وسعت تھی وہ آپ نے معلوم کی اب ذرا اپنے شاگرد کے متعلق ان کی رائے ملاحظہ فرمائیے۔
علقمہ حضرت ابن مسعودؓ کے مشہور شاگرد تھے ان کے متعلق آپ فرمایا کرتے تھے کہ علقمہؓ کا علم میرے علم سے کم نہیں ہے۔

وعظ و تقریر

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا وعظ اور ان کی تقریر مختصر گوہر جامع اور پراثر ہوتی تھی۔ حضرت ابوالدرداءؓ کی روایت ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تقریر فرمائی۔ پھر آپ کے حکم سے حضرت شیخینؓ نے بھی تقریریں کیں حضرت ابوبکر صدیقؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مختصر تقریر کی۔ حضرت عمرؓ نے اپنی تقریر حضرت ابوبکرؓ سے بھی مختصر کی۔ ان کے بعد حضرت ابن مسعودؓ کو بھی حکم ہوا کہ تقریر کریں تقییل حکم کے لئے کھڑے ہوئے اور حمد و سلام کے بعد کہا۔

ایہا الناس ان الله ربنا وان	اے لوگو! اللہ ہمارا رب ہے اور اسلام
الاسلام ديننا وان هذا	ہمارا دین ہے اور آپ ہمارے نبی ہیں
نبينا واما بيننا الى النبي	جس سے اللہ اور اس کے رسول
صلى الله عليه وسلم رضينا	خوش ہوں اس سے ہم بھی خوش ہیں

ما رضى الله لنا رسولہ السلام علیکم ^ﷺ اور تم پر سلامتی ہو۔

اس کے بعد بیٹھ گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مختصر اور جامع تقریر کی بہت تعریف فرمائی اور فرمایا ابن ام عبد نے سچ کہا۔
 آپ اپنے مواعظ میں دینی عقائد خصوصاً اللہ تعالیٰ ہی کو الٰہ واحد یقین کرنے کی تلقین فرماتے تھے۔ توحید نماز باجماعت اور دلوں میں خشیت الہی پیدا کرنے کے لئے مؤثر مثالوں سے کام لیتے۔ ایک مرتبہ خوفِ خدا دل میں بٹھانے کی اہمیت پر آپ تقریر فرما رہے تھے لوگوں کو بتلانا تھا کہ اللہ تعالیٰ کو الٰہ واحد یقین کرنا اور اس سے ڈرتے رہنا ہی تمام اچھے اعمال کی روح ہے اگر دل خوفِ الٰہی سے خالی ہے تو زندگی اطاعتِ الٰہی سے خالی ہے اس کی مثال میں آپ نے فرمایا کہ ایک شخص کے اعمال نامہ میں توحید کے علاوہ اور کوئی شے نہ تھی۔ اس خوف سے اس نے مرنے سے پہلے اپنے گھر والوں کو وصیت کی کہ میری لاش کو جلا کر راکھ کر دینا اور اس راکھ کو منتشر کر کے سمندر میں ڈال دینا۔ جب وہ مر گیا تو اس کے ورثاء نے اس کی لاش کو راکھ بنا کر منتشر کر کے سمندر کی نذر کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی روح سے سوال کیا کہ تو نے اپنی لاش کے ساتھ ایسا کیوں کیا؟ تو اس نے کہا کہ لے خدا! محض تیرے خوف اور ڈر سے یہ سب کیا۔ دریا کے رحمت جوش میں آیا اور وہ بخش دیا گیا۔ آپ کی اس خصوصیت کی وجہ سے لوگ متمنی رہتے تھے کہ آپ اپنی تقریر کا سلسلہ دیر تک جاری رکھیں مگر حضرت عبد اللہ بن مسعود اس نکتہ سے بھڑکی واقف تھے کہ تقریر کی طوالت سے

۱۔ تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۱۳ سیر اعلام النبلاء ص ۳۲۶

۲۔ تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۱۳۔ ۳۔ مسند احمد ج ۱ ص ۳۹۸۔

لوگ اکتا جاتے ہیں اور دلوں پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود کی تقریر اقل و دل ہوتی تھی یعنی الفاظ مہوڑے سے لگے جامع ہوتے تھے اور مدلل چنانچہ عبداللہ بن مسعود کہتے ہیں۔

کان عبد اللہ بن مسعود یخطبنا کل خمیس فیتکلم بکلمات فیکت
 حضرت عبداللہ بن مسعود ہر پنج شنبہ کو وعظ
 کہتے تھے بہت مختصر باتیں فرماتے تھے
 ہمارا شوق باقی رہتا تھا کہ آپ وعظ
 یزیدنا۔ ختم کر دیتے۔

اسی طرح آپ شائقین کے اصرار کے باوجود گفتگو طویل کرنے اور وعظ
 گوئی سے اجتراز کرتے۔ آپ اس حقیقت سے بخوبی آگاہ تھے کہ کثرت وعظ
 لوگوں کے دلوں سے نصیحت کی اہمیت کو کم کر دیتی ہے۔ ایک مرتبہ لوگ بہت دیر
 تک اس انتظار میں بیٹھے رہے کہ حضرت ابن مسعود تشریف لائیں تو ہم لوگ ان
 کی لضعجتوں سے مستفید ہوئے۔ لیکن جب آپ کو گھر سے نکلنے میں دیر ہوئی تو
 یزید بن معاویہ نخعی نے اندر بجزحوالی کہ معتقدین بہت دیر سے منتظر ہیں۔ آپ باہر تشریف
 لائے اور فرمایا: بھائیو مجھ کو معلوم تھا کہ آپ لوگ دیر سے تقریر سننے کے شوق میں بیٹھے
 ہیں لیکن میں نے جان بوجھ کر دیر کی کیونکہ بار بار کے بیان سے انسان اکتا جاتا ہے
 اس لئے میری تقریر کا کوئی نائدہ نہ ہوگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم لوگوں کی تکلیف
 کے خیال سے اکثر ناغہ کر کے تقریر فرمایا کرتے تھے۔

جمع قرآن میں حضرت عثمان سے اختلاف

حضرت عبداللہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اپنے طور پر قرآن

تشریف جمع کیا تھا۔ اپنے قرآن کے ساتھ آپ نے اپنی یادداشتیں بھی لکھ لی تھیں
مثلاً بعض ایسی آیات جن کی تلاوت اب باقی نہیں رہی تھی۔ کچھ آیتوں کے معنی
اور مطالب جیسا کہ علامہ زمہریؒ نے طبقات القراء میں اس کا تذکرہ کیا ہے۔

وكان ممن جمع القرآن على	آپ ان صحابہ میں ہیں جنہوں نے آنحضرت
عهد رسول الله صلى الله عليه	صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ہی قرآن حفظ
وسلم وتلقن عامته منه واقترأ	کر لیا تھا قرآن کا بڑا حصہ براہ راست
كان يفتخر وحق له قرأ عليه	آپ ہی سے پڑھا تھا اور آپ کی زندگی
علقمه والاسود ومسروق	میں پڑھا آپ کا اس پر فخر حق بہ جانب تھا
وزر ابن جیش وزید بن	آپ علقمہ اسود، مسروق اور زید بن جیش
وهب والوعمر والشيباني والو	زید بن وہب، ابو عمر الشیبانی اور عبدالرحمن السلمی
عبد الرحمن السلمي وطايفة	کے علاوہ بے شمار لوگوں نے قرآن پڑھا۔

حضرت عثمان غنیؓ نے اپنی خلافت کے زمانہ میں یہ انتظام کیا کہ حضرات
شیخین کے جمع کردہ قرآن کی اشاعت ہو اور اگر دوسرے مصاحف بھی باقی رہیں تو
ان سے آئندہ اختلاف کا اندیشہ ہے لہذا انہیں تلف کر دیا جائے۔ حضرت ابن
مسعودؓ اس خیال کے موید نہیں تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں
جو قرآن اُمہوں نے جمع کیا تھا اس کے حوالہ کرنے سے انکار کر دیا۔ اس معاملہ
میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے فرستادوں سے کچھ گستاخی سرزد ہوئی جو حضرت
عثمانؓ سے شکر رنجی کا موجب ہوئی مگر آخر میں یہ تکذ رفع ہو گیا۔ آپ کے انکار کی
وجہ ظاہر تھی کہ جو مصحف آپ کے پاس تھا وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی

میں خود ان کا جمع کردہ تھا۔ مصحف صدیقی کی تدوین و ترتیب حضرت زید بن ثابتؓ کے ہاتھوں ہوئی۔ جس زمانہ میں آپ قرآن کی تعلیم حاصل فرما رہے تھے اس وقت زید بن ثابتؓ اتنے صغیر سن تھے کہ بچوں کے ساتھ کھیلتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو قرآنی علوم میں جو تبحر حاصل تھا اس کا حال گزر چکا ہے، علمائے متاخرین بھی آپ کا تذکرہ بدیں الفاظ کرتے ہیں۔

من کبار اصحاب رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم ومنتقل عہم
وسادات فقہائہم
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بڑے اور
ابتدائی صحابہ اور صحابہ میں جو فقہیہ حضرات
تھے ان کے سردار

قرآن کے بارہ میں تو خاص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔
من اراد ان یسمع القرآن غصا
کما انزل فلیقرأ علی قرآن ابن
ام عبس۔
جو شخص قرآن کو تروتازہ اس طرح پڑھے
جیسا کہ وہ نازل ہوا تھا ابن مسعودؓ کی قراءت
سے پڑھے۔

اس نبوی سنہ کے بعد حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا اپنا مصحف حوالہ کرنے میں غور و غوض کرنا بالکل درست تھا۔ امیر المؤمنینؓ کے حکم کی تعمیل بغیر اس و پیش کے کیوں نہیں کی آپ پر یہ الزام آپ کی وقعت کو کم کرنے والا نہیں ہے بلکہ علم و فہم کے جس درجہ پر آپ تھے آپ کے لیے غور و تامل اور اس حکم کی تعمیل کے دور رس نتائج کو پیش نظر رکھنا لازمی ہے۔

آپ کا طریق روایت

حضرت ابن مسعودؓ حدیث کی روایت اس طور سے فرماتے کہ جس ذات اقدس

کی ہدایتیں امت کو پہنچا رہے ہیں اس کی اہمیت سننے والا محسوس کر سز سننے والے کے پیش نظر وہ نقشہ ہو جاتا کہ وہ گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے ہی یہ حدیث سن رہا ہے۔ ایک مرتبہ اٹھوں نے لوگوں کے سامنے ایک مفصل حدیث بیان کی جس میں مومنین کے لئے جنت میں باری تعالیٰ سے شرف کلام سے نوازے جانے کا تذکرہ تھا۔ حدیث ختم کر کے مخصوص انداز میں مسکرائے اور فرمایا کہ جانتے ہو کہ میں کیوں مسکرایا؟ لوگوں نے کہا جی نہیں! آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس حدیث کو بیان کرنے کے بعد اسی طرح مسکرائے تھے۔

روایت حدیث میں احتیاط

پھر بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہمیشہ ان کے پیش نظر رہتا تھا۔
 من کذب علی متعمداً اقلیٰ تبواً
 جو جان بوجھ کر مجھ پر جھوٹ گھڑے تو
 مقعداً من النار
 اپنا ٹھکانا جہنم میں بنا لے۔
 ثابت بن قطبہ کہتے ہیں۔

کان ابن مسعود عجز ثنائی
 الشصہ بالحدیثین والثلثۃ
 آپ ہینہ میں دو تین حدیث بیان کرتے تھے۔

اسی احتیاط کا نتیجہ تھا کہ روایت کرتے وقت اس کی نسبت براہ راست آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کرنے سے بچا کرتے تھے۔ چنانچہ ابو عمرو شیبانی کہتے ہیں۔

۴۲۸ ص ۲۲۸

دارمی: کتاب العلم۔

کہ میں سال بھر حضرت عبداللہ بن مسعود کے پاس بیٹھتا رہا مگر کبھی آپ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں فرماتے تھے اور اگر کبھی ان منہ سے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نکل گیا تو آپ پر سبکی طاری ہو جاتی تھی اور آپ فرماتے تھے کہ آپ نے یہی فرمایا اس جیسا فرمایا یا اس کے لگ بھگ فرمایا۔

عبداللہ بن مسعود ہر حجرات کو وعظ فرمایا کرتے تھے مگر کبھی قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں فرماتے تھے مگر صرف ایک بار آپ کی زبان مبارک سے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نکل گیا تو میں نے آپ کو دیکھا کہ آپ کانپ رہے ہیں جس عصا پر آپ ٹیک لگائے ہوئے تھے وہ بھی ہل رہا تھا۔

طبقات میں ہی عمرو بن مہیون کی ایک روایت اس سلسلہ میں یہ ہے۔
میں ایک سال تک حضرت عبداللہ بن مسعود کے پاس جاتا رہا میں نے نہیں سنا کہ آپ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث بیان کرتے ہوں

صنت اجلس الی بن مسعود
حولاً یقول قال رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم۔

فاذا قال قال رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم استقلتہ
الترعدۃ وقال حکم بن ابی
نحوذ او قریب من ذالہ
علقمہ بن قیس کہتے ہیں۔

ان عبد اللہ بن مسعود کان
یقوم قائماً کل عشیۃ خمیس
فما سمعته فی عشیۃ منها
یقول قال رسول اللہ صلی
علیہ وسلم غیر مرة واحدة قال
فانظرت الیہ وهو معتمد علی
عصا فنظرت الی عصا فترعدت

اختلفت الی عبد اللہ بن مسعود
منہ ما سمعته یحدث فیہا
عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نیہا قال رسول الله صلى الله عليه وسلم
 وسلم الا انه حدث ذات يوم
 بحديث وجرى على لسانه قال
 رسول الله صلى الله عليه وسلم فعلاه
 اكرج حتى رأيت العرق يتحدر
 عن جبينه ثم قال ان شاء الله
 بما فوق ذلك واما قريب من
 ذلك واما دون ذلك -

آپ کا یہ مقولہ بہت مشہور ہے۔

ليس العلم بكثرة الرواية ولكن
 العلم بالخشية -

این جہاں روضۃ الفضلاء میں لکھتے ہیں۔

ليس العلم بكثرة الرواية انما
 العلم بالحسبة -

علم بہت روایت کرنے کا نام نہیں بیشک
 علم اللہ سے ثواب طلب کرنے کی نیت کا نام ہے۔

تقریباً نبوت کی تمام مدت یعنی ۲۳ سال کے لگ بھگ آپ شرفِ صحبتِ نبوی
 سے سعادت اندوز رہے اور محدثین روایتوں کی تعداد صرف ۸۷۷ بیان کرتے ہیں۔
 اس سے اندازہ کیجئے کہ حدیث کی روایت میں آپ کس قدر احتیاط فرماتے تھے
 اس مقالہ کے سلسلہ میں صحاح ستہ سے آپ کی جو حدیثیں جمع کی گئی ہیں نفسِ مضمون کے
 لحاظ سے ان کا شمار ڈھائی سو سے زیادہ نہیں ہوتا۔

روایت کی قلت و کثرت تعداد کی بنیاد پر صحابہؓ کے چار طبقے ہیں۔

۱۔ مکثرین :- وہ صحابہ جن کی روایت ہزار یا اس سے زیادہ ہو۔

- ۲۔ متوسطین :- وہ صحابہ جن کی روایت ہزار سے کم اور پانچ سو سے زیادہ ہو۔
 ۳۔ وہ صحابہ جن کی روایت پانچ سو سے کم اور کم سے کم چالیس ہو۔
 ۴۔ مقلبتین :- جن کی روایت چالیس سے بھی کم ہو۔

اس لحاظ سے آپ کا شمار متوسطین میں ہوتا ہے حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں "لیکن عبداللہ بن مسعود، سیدنا علی ابن ابی طالب وغیرہ کو متوسطین کے طبقہ میں شمار کرنے میں بجز کو کلام ہے کیونکہ ابن مسعود، سیدنا علی بن ابی طالب وغیرہ سے فقہ احسان و حکمت کے بہت سے مسائل منقول ہیں گویا ہر میں وہ ان کے اقوال ہیں مگر درحقیقت وہ حدیثیں ہیں اور ان کے حدیث ہونے کی متعدد دلیلیں ہیں اور اس میں شک ہو اور اس بات پر یقین نہ ہو تو اس کی سچائی پر کھنے کا ایک طریقہ یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود اور سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کے تمام فتوؤں کا دوسرے صحابہ کی ان حدیثوں سے موازنہ کر دو جو محدثین کے معیار پر صحیح ثابت ہو چکی ہیں۔ اس سے معلوم ہو جائے گا کہ ان مسائل میں سے کس قدر آپ کے اقوال ان احادیث صحیحہ کے موافق ہیں بلکہ ان کے بہت سے اقوال مفہوم و معنی کے لحاظ سے بالکل ایک ہی ہیں تو پھر ان حضرات کے موافق ہیں بلکہ ان کے بہت سے اقوال و مسائل ان احادیث کے موافق ہیں خود وہ صحیح حدیث ہیں ان مسائل و فتوؤں کے صحیح حدیث ہونے میں کسی سمجھ دار اور عقلمند آدمی کو کیا کلام ہو سکتا ہے پس اس بناء پر یہ دونوں حضرات حقیقہً مکثرین میں ہیں، اگرچہ اصطلاحاً نہ سہی۔

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اس دلیل کی بناء پر اگر دیکھا جائے تو حضرت ابن مسعود کی روایت کہ وہ احادیث کی تعداد ہزار سے بھی بہت اوپر پہنچ

جاتی ہے گو صحاح اور مسانید وغیرہ میں ان کی تعداد روایت ہم کو ۸۴۸ نظر آتی ہے ان میں سے ۶۴ بخاری و مسلم میں مشترک ہیں اور صرف بخاری میں ۲۱ اور مسلم میں ۳۵ غیر مشترک ہیں بمضمون کے لحاظ سے ڈھائی سو کی تعداد صحاح ستہ کی حدیثوں کی نہیں ہوتی۔

گو اصطلاحاً آپ کی روایت کردہ حدیثوں کی بنا پر آپ کا شمار متوسطین میں کیا گیا ہے لیکن حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مصنف عبد الرزاق و مصنف ابن ابی شیبہ سے حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت سیدنا علیؑ کے اقوال اور فتوؤں کو جمع کیجئے۔ پھر فقہ حنفی کے مسؤلوں کو نگاہ میں رکھئے پھر دیکھئے کہ یہ اقوال اور فتاویٰ جو فقہ حنفی کے نام سے دنیا میں مشہور ہیں دوسرے صحابہ کی کتنی صحیح حدیثوں سے مطابقت رکھتے ہیں۔

شاگردوں کو بھی احتیاط کی تاکید

علامہ ذہبیؒ حضرت ابن مسعودؓ کے حالات میں تحریر فرماتے ہیں: کان ممن يتجربى في الاداء ويشد في الرواية ويزجره تلامذته من التهاون في ضبط اللفاظ. خود بھی بڑی احتیاط فرماتے تھے اور آپ اپنے شاگردوں کو بھی سہلانگاری سے سختی سے منع فرماتے تھے۔

ان کے ایک مخصوص شاگرد حضرت مسروق کہتے ہیں کہ حضرت ابن مسعودؓ اکثر انفس کے ساتھ فرمایا کرتے تھے کہ بہت جلد ایسا زمانہ آنے والا ہے کہ اہل علم باقی نہ رہیں گے اور مذہبی و دینی قیادت ایسے لوگوں کے ہاتھوں میں چلی جائے گی جو اپنی جہالت کی وجہ سے ہر معاملہ میں قیاس آرائی کریں گے۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ

حدیث کی روایت میں حفظ و دیانت کے ساتھ فہم و فراست کی بھی ضرورت ہوتی ہے تاکہ روایت پہنچانے اور اس کے ادا کرنے میں لفظ و مطلب کے لحاظ سے کسی قسم کی غلطی نہ ہو۔ راوی پر اس کی بہت بڑی ذمہ داری عائد ہوتی ہے اور آخر کی جواب دہی اس پر مستزاد ہے۔ اس کی ذرا سی بے احتیاطی سننے والوں کی گمراہی کا موجب ہو سکتی ہے۔ اس لئے حضرت عمرؓ نے اپنے دورِ خلافت میں روایت کی کثرت سے روک دیا تھا۔ حضرت ابراہیم نخعیؒ کہتے ہیں۔

ان عمر جس ثلاثۃ ابن مسعود
ولیا الدر داء و ابامسعود ال
نصاری فقال لقد اکثرتم
الاحادیث عن رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم۔
حضرت عمرؓ نے ان تین آدمیوں کو حدیث
بیان کرنے سے روک دیا تھا۔ عبداللہ بن
مسعود، ابو درداء (عویمر) اور ابو مسعود
رغیبہ بن عمرو بصری، انصاری۔

یہاں جس کے معنی تیر کے نہیں ہیں بلکہ روک دینے کے ہیں جس کی وجہ سے بعض کو یہ غلط فہمی ہوئی کہ حضرت عمرؓ نے ان بزرگوں کو کثرتِ روایت کی بنا پر قید کر دیا تھا یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ حضرت عمرؓ کے دل میں حضرت عبداللہؓ کا جو مقام تھا اس کے پیشِ نظریہ تم جہہ صحیح نہیں ہو سکتا۔

ایک روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے حضرت عبداللہؓ کو روایتِ حدیث سے منع فرمایا اور یہ باز نہیں آئے تو عدول حکمی کی سزا میں انہیں قید کر دیا گیا عقل اس کو بھی تسلیم نہیں کرتی کیونکہ خود حضرت عبداللہؓ کے دل میں بھی حضرت عمرؓ کی

۱۔ جس عن الکلام، بات سے روک دینا بحوالہ مصباح اللغات۔ یہاں جس کے معنی زبان بندی کے ہیں

بڑی قدر و منزلت تھی۔ محمد بن جریر طبری کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کے اصحاب میں سے
 عبداللہ بن مسعود کے سوا کوئی ایک بھی ایسا نہ ہوا جس کے فتاویٰ اور فقہی اجتہادات
 مرتب کئے گئے ہوں پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ حضرت عمرؓ کسی بات کو ناپسند فرمائیں
 اور حضرت عبداللہ کو اس سے منع کریں اور حضرت عبداللہ اس کو نہ مانیں۔
 پھر آپ جس قدر روایت کرنے میں محتاج تھے اس کے پیش نظر تہذیب کرنے
 کا واقعہ صحیح نہیں ہو سکتا۔

ذوقِ محادثہ

حضرت ابن مسعودؓ کو روایت حدیث کے ساتھ فطری لگاؤ اور شیفتگی تھی۔ اکثر
 مجالس میں خود حدیث بیان فرماتے اور دوسرے صحابہؓ سے سنتے اس کے معانی
 و مطالب پر غور کرتے دوسروں کو غور و فکر کی دعوت دیتے۔ کبھی کبھی وہ شوق
 میں اپنے دوستوں اور شاگردوں کے ہاں خود مذاکرہ کے لئے پہنچ جاتے۔
 اپنے علم سے انہیں بہرہ ور کرتے اور ان سے کوئی نئی حدیث یا حدیث کے
 سلسلہ میں کوئی نئی بات معلوم ہوتی تو اس سے بخوشی استفادہ فرماتے اس میں
 اپنی کسی طرح کسر نشان محسوس نہ کرتے۔ والبصہ اسدی فرماتے ہیں کہ میں کوئٹہ میں
 اپنے گھر تھا دو پہر کا وقت تھا میرے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ اس وقت کوئی
 میرے دروازے پر آنے کی زحمت اٹھائے گا۔ اچانک باہر سے السلام علیکم
 کی آواز آئی میں نے آواز نہیں پہچانی مگر جواب دیدیا اور معافیہ دیکھنے کو کہ اس وقت
 کون اللہ کا بندہ یہاں تک تکلیف کر کے آیا ہے۔ باہر نکلا تو دیکھا کہ عبداللہ بن
 مسعودؓ کھڑے ہیں۔ میں نے تعجب سے پوچھا کہ ابوعبدالرحمنؓ بھلا یہ کونسا

۱۔ الاحکام ص ۱۲۶۔ ابن حزم لکھتے ہیں کہ یہ واقعہ صریحاً کذب ہے۔

وقت ملاقات کا ہے؟ آپ نے بڑی زحمت اٹھائی۔ حضرت ابن مسعود نے جواب دیا کہ آج فرصت ملی تو ارادہ کیا کہ کسی صحبت یافتہ سے باتیں کر کے عہد نبوی کی یاد تازہ کر دوں۔ میں نے کہا بعد شوق تشریف رکھیں۔ چنانچہ ابن مسعود بیٹھ گئے اور حدیثیں بیان فرمانے لگے۔ کافی دیر تک یہ پُر لطف اور روح پرور صحبت جاری رہی۔

غلطی سے رجوع میں عار نہ فرماتے

بے نفسی کا یہ عالم تھا کہ کتابِ سنت کے علم اور اجتہاد کی غیر معمولی قوت کے باوجود اگر کبھی یہ معلوم ہو جاتا کہ ان سے کسی فیصلہ میں کچھ غلطی ہوئی ہے تو وہ عالمانہ شان برقرار رکھنے کی کوشش غلط تاویل کے سہارے نہ کرتے بلکہ بلا پس و پیش غلطی کا اعتراف کر لیتے اور پھر مسائل کو صحیح جواب دیتے۔ ایک مرتبہ کوئٹہ میں ایک شخص نے پوچھا کہ اگر کسی نے نکاح کیا مگر ابھی تک اپنی بیوی کے ہاتھ نہ لگایا اور وہ اس کو طلاق دہیے تو کیا طلاق دینے کے بعد اس کی ماں سے نکاح کر سکتا ہے یا نہیں؟ حضرت عبداللہ بن مسعود نے جواز کا فتویٰ دیا لیکن جب مدینہ آئے تو دوسرے صحابہ سے تذکرہ ہوا تو معلوم ہوا کہ اس صورت میں نکاح ناجائز ہے تو انتہام کر کے حضرت ابن مسعود کو فہ آئے تلاش کر کے مستفتی سے ملے اور نکاح کے طے کرنے اور اس بیوی سے علیحدہ ہونے کا حکم دیا۔

نامعلوم مسائل پر رائے زنی سے احتراز

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جب کوئی ایسا مسئلہ پیش آجاتا جس کے فیصلہ میں کتاب و سنت کی کوئی ہدایت آپ کو نہ ملتی تو آپ فتویٰ دینے سے

انکار کر دیتے لیکن جب لوگوں کا اصرار بڑھ جاتا تو غور و فکر کے بعد اجتہاد سے کام لے کر اس کا فیصلہ کرتے اور جب بعد میں یہ معلوم ہو جاتا کہ ان کا یہ فیصلہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ کے مطابق ہوا ہے تو وہ اس موافقت بہت خوش ہوتے اور ولی مسرت کا اظہار کرتے۔ ایک عورت کا مشورہ پر خلوت صحیح کئے بغیر گیا۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے اس کے متعلق پوچھا گیا کہ وہ عورت، مہر و زنا کی مستحق ہوگی یا نہیں؟ اس واقعہ کی کوئی نظیر آپ کے سامنے نہ تھی اس لئے جواب دینے سے انکار کر دیا اور لوگوں کے بے حد اصرار کے باوجود ایک ماہ تک اس مسئلہ میں بالکل خاموش رہے لیکن جب زیادہ مجبور نہ کئے گئے تو اس مسئلہ سے فتویٰ دیا کہ اس عورت کو ہر مثل ملے گا اور میراث میں حصہ پائے گی اور عدت بھی اس پر واجب ہوگی۔ پھر فرمایا کہ اگر یہ صحیح ہے تو خدا کی طرف سے ہے اور اگر غلط ہے تو میری طرف سے اور شیطان کی طرف سے۔ خدا اور اس کے رسولؐ اس سے بری ہیں۔ اس وقت دو صحابی حضرت جراحؓ اور حضرت ابوسنانؓ معقل بن سنان الاثحی بعض روایتوں کے مطابق سلمہ بن یزید) موجود تھے انھوں نے فوراً اٹھ کر اس فیصلہ کی تائید کی اور کہا کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بروح سنت و اشق کے متعلق اس صورت میں یہی فتویٰ صادر فرمایا تھا۔ یہ سن کر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو غیر معمولی مسرت حاصل ہوئی۔

معاصرین سے استفادہ

جو مسئلہ معلوم نہ ہوتا تو بے تکلف دوسرے اہل علم سے پوچھ لیتے اور اس میں اپنی کبیر شان محسوس نہ کرتے اپنی بیوی کو غلطی خریدی مگر شرط کے ساتھ اس پر

بے اطمینانی کی وجہ سے حضرت عمرؓ سے فتویٰ پوچھا اور ان کے فیصلہ پر عمل کا واقعہ
عہدِ فاروقی کے ذیل میں گزر چکا ہے۔
درس و تدریس اور تلامذہ

حضرت عمر فاروقؓ نے حضرت ابن مسعودؓ کو کوفہ کا قاضی، امیر کوفہ کا مشیر اور
بیت المال کا نگران بنا کر بھیجا تھا۔ لیکن آپ نے اہل کوفہ کی دینی و مذہبی تعلیم و تہذیب
میں اپنے وقت کا بڑا حصہ صرف کیا۔ کوفہ میں قرآنِ حدیث اور فقہ کی تعلیم کے
لئے باضابطہ درس گاہ کھولی دی اور شاگردوں کی تعداد اس قدر بڑھ گئی کہ بیک
وقت اتنی بڑی تعداد کا صرف ایک شخص کے آگے زانو سے ادب کرنے کی مثال
اس عہد میں کوئی اور نہیں مل سکتی۔ علامہ ذہبیؒ طبقات القراء میں لکھتے ہیں و تفقہ
بہ خلق کثیر و كانوا لا یفصلون احد ائی العلم علامہ نووی تہذیب
الاسماء واللغات میں فرماتے ہیں۔ سمع عند خلائق لا یحصون من کبار
التابعین۔

اسرار الانوار میں ہے! کان ابن مسعودؓ بالصوفیة وله اربعة آلات
تلمیذ یتعلمون بین یدیه کوفہ میں حضرت ابن مسعودؓ کے چار ہزار
شاگرد تھے کسی درس کی حسن و خوبی کا اندازہ دو باتوں سے لگایا جاسکتا ہے۔
(۱) اول اس کے مقلین و اساتذہ (۲) دوسرے وہاں کے تعلیم پائے ہوئے
طلباء سے۔ اگر کسی دارالعلوم کے اساتذہ اپنے فضل و کمال اور علمی تجربہ میں لائق ہوں
تو اس دارالعلوم کی عظمت کی دلیل ہے۔ اسی طرح وہاں کے فارغ التحصیل طلبہ
اگر ٹھوس استعداد اور اچھی علمی صلاحیت کے حامل ہوں تو یہ بھی اس درس گاہ

سہ احکام القرآن ج اول ص ۱۱۔

کی عظمت و بلندی کی دلیل ہے اس اعتبار سے حضرت ابن مسعود کا قائم کردہ دارالعلوم کوفہ میں اپنے حسن تعلیم اور کثرت سے علماء پیدا کرنے میں اپنی مثال آپ تھا۔ اس معلم اول تو خود حضرت ابن مسعود تھے اس درس گاہ ت شاگرد بھی ایسے نکلے کہ قیامت تک اہل علم ان کے چشمہ علوم و فنون سے فیض یاب ہوتے رہیں گے۔ تاریخ کے امام طبری کہتے ہیں کہ اسلام میں ابن مسعود کے سوا کوئی شخص ایسا نہیں گذرا جس کے درس سے ایسے نامور علماء نکلے مگر اس کے بعد آپ کہتے ہیں۔

لم یکن احد له اصحاب معروفون حرروا فتیاء

ومذاہبہ فی الفقہ غیر ابن مسعود۔

حضرت ابن مسعود نے اہل کوفہ کو دینی رنگ دینے کا کام اس وقت سے شروع کیا جب کوفہ کی بنیاد ۳۱ھ میں پڑھی اور حضرت عثمان کے دورِ خلافت میں اپنے قیام کوفہ تک آپ یہ خدمت انجام دیتے رہے اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کوفہ مفسرین، محدثین، فقہاء اور قراء سے بھر گیا۔ کوفہ کی علمی مرکز بیت کا یہ حال ہوا کہ وقتاً فوقتاً بڑے بڑے صحابہ بھی اپنے مبارک قدموں سے اس سرزمین کو سعادت بخشے رہے۔ حضرت علیؑ نے کوفہ تشریف لانے پر حضرت ابن مسعود کے علمی کارنامہ پر جس حیرت و مسرت کا اظہار کیا اس کا ذکر گذر چکا ہے۔ کوفہ اپنی علمی فضا کی وجہ سے اس قدر مشہور ہوا کہ سارے عالم اسلام میں اس کا چرچا ہونے لگا۔ قرآن، حدیث اور فقہ کے علوم اور کوفہ لازم و ملزوم سمجھے جانے لگے۔ وہاں جتنے مفسرین، محدثین اور فقہاء تھے اتنے کسی اور اسلامی شہر میں نہ تھے۔ یہ فخر صرف کوفہ کو حاصل تھا۔ یا قوت الحموی کا بیان ہے کہ ناسوق اعظم نے کعب الاحبار

سے تمام اقالیم کو دریافت فرمایا۔ حضرت کعبؓ نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے مخلوقات کو پیدا کرنے کے بعد جو شے جس کو مناسب ہوئی اس کو وہی عطا کر دی۔ عقل نے اہل عراق (کوفہ) کو پسند کیا تو علم، لے کہا میں تیرے ساتھ ہوں۔ عبدالجبار بن عباس کہتے ہیں کہ میرے باپ عباس نے عطاء بن رباحؓ محدث مکہ سے مسائل دریافت کئے تو پوچھا تمہارا مکان کہاں ہے؟ میرے والد نے جواب دیا کہ کوفہ میں عطاءؓ نے فرمایا تعجب ہے کہ تم مجھ سے مسائل دریافت کرتے ہو حالانکہ مکہ میں علم کوفہ ہی سے آیا ہے۔ تمام بڑے بڑے شہروں کے اہل علم نے اپنے شہر میں آئے ہوئے صحابہؓ کا شمار کیا ہے اور کتابوں میں ان کی تعداد درج کی ہے۔ علامہ سیوطی نے مصر کو رونق بخشنے والے صحابہؓ کو اسم کی تعداد لکھی ہے جو بمشکل تمام تین سو تک پہنچ سکی ہے اور العجلی نے صرف ان صحابہؓ کی تعداد ڈیڑھ ہزار گنائی ہے جنہوں نے کوفہ کو اپنا وطن بنا لیا تھا انہ توطن الکوفۃ وحبہا من الصحابہ الف وخمس مائۃ صحابی سوی من اقام بہا ونشر العلم بین ربوعہا ثم لیتحل لی بلاد آخر فضلہ عن بانی بلاد العراق۔ ان میں ستر تو بدری ہی تھے اور پندرہ سنی ہیں لغداد کے علاوہ اور بہت بڑی تعداد ان کی ہے جو کوفہ میں نشر عین لائے اور کچھ بدستارہ کہ علم کی اشاعت کی مہر وہاں سے دوسرے شہروں کو منتقل ہو گئے۔ یہ حال تو عراق کے صرف ایک شہر کوفہ کا تھا اس کے علاوہ عراق کے اور شہروں میں جو صحابہؓ کرامؓ آکر مقیم ہوئے ان کی تعداد الگ ہے۔ علامہ رازی کہتے ہیں کہ جو قراء عبدالرحمن بن محمد بن اشعث کے ساتھ حجاج بن

۱۔ معجم البلدان، ج اول، ص ۵۰ ۲۔ طبقات ابن سعد

۳۔ مقالات کوفی، ص ۱۳۱

یوسف کے مقابلہ کے لئے ۳۳ھ میں نکلے تھے ان میں صرف قراء کی تعداد چار ہزار تھی۔ اسی ایک واقعے سے کوفہ کی علمی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ میں نے بھی آپ کے سوانح کے آخر میں ایک سو چالیس شاگردوں کی فہرست درج کی ہے جس میں حضرت علقمہ بن قیس، حضرت اسود، حضرت مسروق، حضرت عبیدہ، حضرت حارث، حضرت قاضی شریح اور حضرت ابودائل وغیرہ جیسے یکتائے روزگار بھی شامل ہیں ان میں سے ہر ایک نے ناظم اسلام میں بڑی بڑی شہرت حاصل کی ہے حضرت ابن مسعود کو آنحضرت کی خدمت میں جو خصوصیت حاصل تھی وہی خصوصیت حضرت علقمہ کو حضرت ابن مسعود کے نزدیک تھی جس طرح حضرت عبداللہ بن مسعود اخلاق اہمال اور سیرت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا آئینہ تھے۔ اسی طرح علقمہ اپنے استاد حضرت ابن مسعود کا آئینہ کہلائے۔ آپ کے صاحبزادے حضرت ابو عبیدہ کا یہ حال ہے عن الاعمش عن تمیم بن سلمة كان ابو عبیدة اشبه صلاح بعد الله فرايتہ يصلي لم يات حرك شيئا وما يطرف۔

(التاريخ الكبير - بخاری)

یوں تو حضرت علقمہ سفر میں بھی حضرت عبداللہ کے ساتھ رہتے تھے لیکن اگر کسی مجبوری کی بنا پر کبھی ساتھ نہ رہ سکے تو اپنے کسی خاص آدمی کو ساتھ کر دیتے کہ وہ حاضر خدمت رہے اور جو کچھ دیکھے اس سے مطلع کرے۔ حضرت عبدالرحمن بن زید کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت ابن مسعود حج کے ارادہ سے روانہ ہوئے حضرت علقمہ کسی وجہ سے ان کے ہمراہ نہ جاسکے تو انہوں نے مجھ کو ان کے ساتھ کر دیا اور کہا کہ ان کی خدمت میں رہو اور جو کچھ دیکھو اور سنو اس سے مجھے مطلع کرنا۔

حضرت بخاری نے ایک مرتبہ پوچھا کہ اے ابو عبدالرحمن! کیا آپ کے یہ شاگرد بھی آپ کی طرح قرآن پڑھ سکتے ہیں؟ حضرت ابن مسعود نے کہا اگر آپ کہیں

تو کسی سے پڑھا کر سنواؤں۔ حضرت خبابؓ نے کہا کہ ضرور سنو ایسے۔ اس پر حضرت ابن مسعودؓ نے اس پورے مجمع میں حضرت علقمہؓ سے کہا کہ پڑھو۔ انہوں نے تعیل حکم کی۔ پچاس آیتیں اس طرح پڑھیں کہ سماں بندھ گیا۔ حضرت ابن مسعودؓ نے حضرت خبابؓ کی طرف دیکھ کر پوچھا کہ کہئے کیا راستے ہے۔ حضرت خبابؓ نے بہت سراہا۔

معتقدین کا ہجوم

تلاذہ کے غیر معمولی ہجوم کے علاوہ معتقدین بھی بڑی کثرت آپ کو گھر سے رہتے تھے اور ظنون کے مطابق علم و فن کے بحر و خاں سے کسب فیض کرتے رہتے تھے۔ بشیق بن سلمہ البودائل الکوفی کہتے تھے کہ ہم لوگ مسجد میں بیٹھ کر حضرت ابن مسعودؓ کے مکان پر ان کے باہر آنے کا انتظار کرتے رہتے۔ تاکہ ان کے وعظ و نہد سے استفادہ کر سکیں۔

طارق بن شہاب کہتے ہیں کہ ہم لوگ عبداللہ بن مسعودؓ کی خدمت میں بیٹھے اور ان سے علم حاصل کرتے۔ ایک روز حسب معمول بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک شخص یا ابابعد الرحمن کہتا ہوا داخل ہوا۔ آپ نے بجائے جواب سلام کے فرمایا صدق اللہ ورسولہ یعنی خدا اور اس کے رسولؐ نے سچ فرمایا یہ کہا اور گھر میں چلے گئے ہم کو سلام کے اس جواب پر سخت حیرت ہوئی مگر آپ اندر جا چکے تھے کچھ پوچھنے کے جب آپ باہر تشریف لائے تو میں نے پوچھا اس شخص کے سلام کا جو جواب آپ نے دیا وہ ہماری سمجھ میں نہیں آیا آپ نے جواب دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ پہچان پہچان کر سلام کرنا، تجارت میں ترقی اور تجارت میں عورتوں کی شرکت اور اعزہ کے ساتھ بدسلوکی جھوٹی شہادت اور کتمان حق قرب قیامت کی

یوں تو آپ کے ہاں ہجوم رہتا تھا لیکن طلوع آفتاب کے بعد کا وقت قسم قسم کے مسائل کے جواب دینے کے لئے تھا۔ ابوداؤد کہتے ہیں کہ ہم لوگ صبح کی نماز کے بعد عبداللہ بن مسعود کے یہاں گئے اور انہیں تسبیح و تہلیل میں مشغول پایا جب آفتاب نکل آیا تو ایک شخص نے کہا کہ میں نے رات نماز میں پوری آخری منزل پڑھی عبداللہ بن مسعود نے کہا ہاں شعر کی طرح جلد جلد پڑھی ہوگی۔ پھر فرمایا کہ ہم نے قرآن کی تلاوت سنی ہے اور ہمیں وہ دود و ملتی جلتی سورتیں یاد ہیں جنہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پڑھا کرتے تھے۔ آپ دس سورتیں مفضل کی اور دوسورتیں ہم کی پڑھتے تھے۔

ایک مرتبہ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کے پاس فریض کا استفتاء آیا کہ ایک شخص اپنی ایک لڑکی اور ایک بہن چھوڑ کر مراب اس کا ترکہ ان تینوں میں کس طرح تقسیم کیا جائے حضرت ابو موسیٰ نے جواب دیا کہ لڑکی اور بہن نصف کی حق دار ہیں اور لڑکی کو کچھ حصہ نہیں ملے گا اور وہ محروم الارث ہوتی۔ اس کے ساتھ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے مستفتی کو تاکید کی کہ اس کی تصدیق حضرت عبداللہ بن مسعود سے جا کر کر لو۔ مستفتی نے یہ مسئلہ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کے جواب کے ساتھ حضرت ابن مسعودؓ کی خدمت میں پیش کیا اور ان کی رائے پوچھی۔ انہوں نے استفتاء اور اس کا جواب دیکھا تو فرمایا کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر ابو موسیٰ کے فیصلہ کو ترجیح دوں (یعنی ان کے اس جواب کی تصدیق کر دوں) تو میں غلطی کروں گا۔ اس کے بعد انہوں نے استفتاء کا جواب اس طرح دیا کہ بے شک بیٹی نصف حصہ کی حقدار ہوگی لیکن دو ثلث پورا کرنے کے لئے چھٹا لڑکی کو بھی ملے گا۔

۱۔ الادب المفرد امام بخاری باب ۴۸۰ حدیث ۱۰۴۹ باب من کرہ تسلیم الخاصہ

۲۔ ترمذی بخاری باب السلام بالمعروفہ۔ ۳۔ بخاری جلد ۲ ص ۹۹۷

پچنانچہ یہی فتویٰ تمام مسلمانوں کا آج معمول ہے۔

فرائض کے ابواب میں کثرت سے آپ کے فتوے نقل کئے گئے ہیں۔

ایک مرتبہ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے کسی نے پوچھا کہ اگر غلطی سے کسی کے

حلق میں بیوی کا دودھ چلا جائے تو اس کی بیوی اس پر حرام ہوگئی یا نہیں؟ حضرت

ابو موسیٰؓ نے جواب دیا ہاں حرام ہو جائے گی۔ حضرت ابن مسعودؓ پاس ہی بیٹھے تھے

انھوں نے یہ جواب سنا تو تعجب سے پوچھا کہ آپ نے کس طرح یہ فتویٰ دیا۔ رضاعت

تو صرف دو سال ہے اور جب رضاعت ثابت نہیں ہوئی تو بیوی کس طرح حرام

ہو جائے گی؟ حضرت ابو موسیٰؓ کو اپنی غلطی کا احساس ہوا اور بردقت اصلاح کے

لئے حضرت ابن مسعودؓ کا شکریہ ادا کرتے ہوئے پوچھنے والے سے کہا کہ دیکھو

جب تک تم میں یہ بڑا عالم موجود ہے ہم سے مسئلے مت پوچھا کرو۔

شک و بدعت کے فہم میں آپ کی دقیقہ رسی

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی علمی خصوصیتوں میں سے یہ بہت وقیع امر ہے کہ بدعت کی حقیقت کو آپ نے خوب سمجھا اور بڑی سختی سے بدعت کی راہ اختیار کرنے سے امت کو روکا۔ بدعت سے بچنے کی تاکید آپ نے جس قدر کی ہے کسی دوسرے صحابی سے ممانعت کی اتنی روایتیں نہیں ہیں آپ کی وہ حدیث جس میں آنحضرت ﷺ سے جس بات کے متعلق ہمارا یہ تصور ہو کہ اس کے کرنے سے اللہ تعالیٰ خوش ہوگا اللہ تعالیٰ کے پاس یا حضور اکرم صلی علیہ وسلم کی بارگاہ میں ہم مقبول بندہ ٹھہریں گے یا ہماری مقبولیت بڑھ جائے گی یا اس عمل سے ہمارے بال بچوں کے رزق میں وسعت یا برکت ہوگی یا اس عمل کی برکت ہماری مصیبتیں دور ہوں گی اس قسم کی تمام باتیں دینی کہلاتی ہیں۔ اگر ان کا پکا ثبوت شریعت سے نہ ہو یا کبار صحابہ نے اسے نہ کیا ہو تو وہ بدعت کہلائے گی۔ اس طرح کسی جائز کام کی شریعت کی طرف سے انجام دینے کی ایک زیادہ طریقوں سے اجازت ہے مگر ہم کسی ایک خاص طریقے اور منیت کو بغیر کسی شرعی دلیل کے متعین نہیں کریں اور یہ سمجھیں کہ اس میں ثواب زیادہ ہوگا تو پھر اس کا شمار بھی بدعت میں ہوگا ہاں اگر اس کام کے کسی خاص طریقے کو صرف اپنی سہولت کے لئے اختیار کرتے ہیں یا کسی کام کو صرف دنیا کے نفع کے لئے اختیار کریں تو اس کو بدعت نہ کہیں گے یعنی وہ دینی بات نہیں ہے، ایسی باتوں کے متعلق ہم سے مطالبہ نہیں کیا جاسکتا کہ اس کا شرعی ثبوت کیا ہے اور نہ ایسے کام کو بدعت کہیں گے۔

صلی اللہ علیہ وسلم نے سنت پر مضبوطی سے قائم رہنے اور بدعت سے بچنے کا حکم دیا ہے
مشکوٰۃ شریف میں ہے۔

عن عبد اللہ بن مسعود قال
خط لنا رسول الله صلى الله عليه وسلم
خطا ثم قال هذا سبيل الله ثم خط
خطوطا عن يمينه وعن شماله
وقال هذه سبيل علي كل سبيل منه
شيطان بين عواليه وقراوات
هذا امر ابي مستقيما فاتبعوه
ولا تتبعوا السبل رواه الدرر والدرر
حضرت اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سید حافظ
کے ساتھ پھر اس خط کے واسطے بائیں آٹے ترچھے خط
کھینچے اور فرمایا کہ یہ سید حافظ اسلام ہے اور جتنے
آٹے ترچھے خط ہیں ان سب کے رہیں پر شیطان بیجا
اب جو بھی اس سید خط کو چھو کر ان میں سے کسی خط
چاہے شیطان اس کو نہیں چھوڑے گا اس کے
بعد آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ ان عدا
صراطی... الخ

اسلام اسی کا نام ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا سب کے معبود و حاجت روا ہونے کا انکار
کرے اور (بغیر کسی شریک کے) صرف اللہ تعالیٰ ہی کے معبود ہونے کا یقین یعنی توحید
کا اقرار کرے۔ یہ کلمہ کا پہلا جز ہے۔ اور سیدنا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ
کا رسول ماننے یعنی زندگی گزارنے کے جس طریقے سے اللہ تعالیٰ خوش ہے اس کے
بتلانے والے اب سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں زندگی گزارنے کے دوسرے
طریقے کو خدا کی مرضی کے مطابق جاننے اور ماننے سے انکار کرے یہ کلمہ کا دوسرا
جز ہے اگلے انبیاء کرام نے بھی اپنی امتوں کو یہی تعلیم دی تھی لیکن ہمارے سامنے
ان کے واقعات ہیں کہ وہ گمراہ ہو گئیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی لئے
ان دو قسم (شرک و بدعت) کی گمراہیوں میں مبتلا ہوجانے سے بہت ڈرایا ہے کہ
مبادا انسان ان میں سے کسی ایک میں مبتلا ہو کر جہنم کا مستحق نہ بن جائے۔
آپ نے اپنی عقل و فہم سے کام لے کر ایمان کی دولت حاصل کی ہے۔ اسلام کے

بعد بھی عقل و فہم سے کام لے کر اپنے علم و عمل میں چوکننا رہنا ہے کہ ایمان میں شرک کی آمیزش اور عمل میں بدعت کا دخل نہ ہوتے پائے۔

شرک و بدعت کا ربط و تعلق حقیقت و نتیجہ دونوں کے لحاظ سے

کلمہ طیبہ کے پہلے جزء لا الہ الا اللہ کو پوری طرح سمجھنے میں سہل انگاری برتیں اس کے تقاضوں پر نظر نہ رکھنے میں شرک میں مبتلا ہو جانے کا اندیشہ ہے اور دوسرے جزء محمد رسول اللہ کو پوری طرح نہ سمجھیں تو بدعت میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہے جب کہ شرک و بدعت دونوں حقیقت میں ایک دوسرے کے شریک ہیں کلمہ کے پہلے جزء کا انکار شرک دوسرے جزء کے تقاضوں سے بے پروائی بدعت، پھر دونوں کے نتیجوں کا ایک ہونا بالکل مطابق عقل و فطرت ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو بھی حاجت روائی میں شریک سمجھنا شرک ہے۔ اور جو بات دین کی نہ ہو اس کو دین سمجھنا بدعت ہے۔ مومن یہ جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی الہ (معبود) و رب (حاجت روا) نہیں ہے۔ شرک دوسروں کو بھی حاجت روائی میں کسی درجہ میں شریک سمجھتا ہے۔ دونوں میں اصلی فرق علم ہی کا ہے۔

تبع سنت صرف انھیں بالاول کو دین جانتا و مانتا ہے جن کا پختہ ثبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے۔ بدعت (بدعتی) دین میں اضافہ کی تجویز پیش کرتا ہے اس میں بھی اصلی فرق علم ہی کا ہے۔ یہ دونوں غلطیاں علمی ہوئیں۔

آپ سوچئے تو یہی کہ اسباب سے بھری دنیا میں یہ یقین کہ جو کچھ نفع نقصان پہنچتا ہے وہ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے، اس کے سوا نہ کوئی ہماری حاجت روائی کر سکتا ہے اور نہ ہی ہمارے کام میں روڑے اٹکاسکتا ہے، عقل و فہم سے

۱۔ اس کی علامت یہ ہے کہ اس کی مرضی اور اس کا حکم اس کے سوا سب کے حکم سب کی مرضی پر غالب ہے۔
۲۔ جن باتوں کا ثبوت خلفاء راشدین یا کبار صحابہ میں سے کسی ہو اس کو بھی بدعت نہ کہا جائے گا۔

کام لئے بغیر کیے ممکن ہے؟ آنکھوں پر جو اسباب کا پردہ ہے اس کو دور کر کے اس حقیقت کو پالینا کہ ہر نفع و نفعمان اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے اور حاجت روا صرف اسی کی ذات ہے، اس کے حکم کے بغیر ہمارا بال بیکا نہیں ہو سکتا انسان کی بڑی دانائی و فرزانگی ہے۔

شُرک دور کرنے اور بدعت سے بچنے میں انسان کو بڑی محنت اٹھانی پڑتی ہے۔ انسان کی حاجتیں اس دنیا میں اسباب ہی کے ذریعہ پوری ہوتی ہیں۔ اس لئے اس کی نگاہ اللہ تعالیٰ کے حاجت روا سمجھنے سے قاصر رہتی ہے۔ وہ اسباب ہی کو حاجت روا سمجھ بیٹھتا ہے۔ درحقیقت حاجت روائی میں اسباب کو کوئی قدر نہیں۔ یہ صرف ذریعہ اور واسطہ ہیں اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے سبب اور واسطہ بنا لیتا ہے۔ حاجت روا بغیر کسی شرکت کے اللہ ہے۔ مگر انسان اپنے مقصد پورا ہونے کے لئے غیر اللہ کی طرف نظر دوڑاتا رہتا ہے۔ غیر اللہ سے حاجت روائی کی تمنا و آرزو رکھتا ہے۔

انسان لازوال دائمی راحت (جنت) کا فطرًا طالب ہے اس کی طلب میں نیکیوں میں اضافہ چاہتا ہے دین کے احکام کی پابندی شاق ہوتی ہے۔ مگر لازوال دائمی راحت (جنت) کا شوق انسان کی فطرت ہے کبھی انسان شیطان کے بہکالے میں آجاتا ہے۔ اس حرص و جلد بازی میں چند کاموں کے متعلق فیصلہ کر لیتا ہے کہ یہ نیک کام ہیں اس فیصلہ کے وقت شریعت کے معیار اس کے پیش نظر نہیں رہتے۔ اپنے خیال سے ایسے چند کاموں کو نیکی قرار دے لیتا ہے جسے دُور رس دینی بصیرت صحیح نہیں سمجھتی۔

شُرک و بدعت یہ دونوں گمراہیاں وہ ہیں جن میں انسان کے مبتلا ہونے کا اندیشہ اسلام قبول کرنے کے بعد بھی ہے۔ چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

نے حضرت ابو بکر صدیقؓ کو مخاطب کر کے فرمایا تھا۔

للشرك نبي عم اخفي من دبيب
چونٹی کی چال سے بھی زیادہ آہستہ چال
النمل۔ سے شرک تم میں سرایت کر جاتا ہے۔

حضرت ابو بکرؓ نے پوچھا۔

هل الشرك الا من جعل
شُرک ہی تو ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسرے
مع الله الها آخر۔ کو بھی معبود قرار دیا جائے۔

تو اس کے جواب میں ارشاد ہوا :-

والذی نفسی بیدة للشرك
تسم اس ذات کی جس کے نبی میں میری جان
اخفي من دبيب النمل۔ ہے، شرک چونٹی کی چال سے بھی آہستہ چال
چلتا ہے۔

اس کے بعد اس کے دُور کرنے کا یہ علاج بتلایا کہ جب تم یہ پڑھ لیا کرو
گے تو شرک کے چھوٹے بڑے حصے لکھ جا یا کر پیں گے۔

اللهم اني اهو ذيب ان اشرك
بلك وانا علم واستغفر
میں اللہ سے پناہ مانگتا ہوں اس شرک کے
جو میرے علم میں ہے اور استغفار کرتا ہوں
اس سے جو میرے علم میں نہیں ہے۔
لما لا اعلم۔

اس حدیث سے یہ بات بھی سمجھ میں آ جاتی ہے کہ شرک سے بچنے کے لئے
قلب کی نگرانی سے صدیق کو بھی غفلت جائزہ نہیں ملتی۔
حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا ہے۔

۱۴۹ باب ۲۹۶

۱۴۹ باب ۲۹۶ - ۱۴۹ باب ۲۹۶

ان اخوف ما اخاف على امتى الشريك الاصغر. ایک طرف
یہ خوف دوسری طرف یہ الہیمان کے شیطان کے بہکائے میں مسلمان نہ آسکے
گا کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ شیطان اس سے مایوس ہو چکا
ہے کہ مسلمان اس کی اطاعت کریں۔

اب یہ عذر کرنے کا مقام ہے کہ وہ کیا شرک ہے؟ جس سے اتنا ڈرایا گیا۔
ہم نبیان سے اللہ تعالیٰ کو اپنا خالق و مالک، روزی دینے والا (رزاق) اور
حاجتوں کا پورا کرنے والا (رب) کہتے رہتے ہیں پھر بھی دین و دنیا کے جب
مختلف کام بڑھتے ہیں تو ہم غیر اللہ سے امیدیں قائم کر بیٹھتے ہیں کہ وہ ہمارا کام
بنادیں گے۔ یہ تو غیر شعوری طور پر ہم کو شرک میں مبتلا کر دیتی ہے۔ مثلاً یہ کہ
ہمارے مرشد پیر، خوش ہو جائیں گے تو دنیا کی حاجتیں بغیر اختیار اسباب
پوری ہو جائیں گی یا بغیر اختیار اسباب حصول برکت دین کی بہت سی برکتیں
ہم کو ملیں گی۔ یا دنیا کے کاموں میں پیر مرشد کے خوش رہنے سے ہم کو آسانیاں
میسر ہوں گی اور اگر پیر ناخوش ہو جائیں گے تو عاقبت تباہ ہو جائے گی۔ حالانکہ
لا الہ الا اللہ کا تقاضا تو یہ ہے کہ نہ غیر اللہ سے ہم کو نفع کی امید ہونے غیر اللہ سے کسی
خطرہ کا احساس اس توقع اور امید قائم کرنے کے باوجود جب مسلمان سے پوچھا جاتا
ہے کہ تم غیر اللہ سے امید رکھتے ہو تو اسے شرک سمجھتا ہے اور شرک سے بیزار
ہونے کی وجہ سے اس سے صاف انکار کر دیتا ہے۔ دل کے چور کو ظاہر نہیں کرتا
اور یہ بات زبان پر نہیں لاتا۔ یہاں مثال میں اس جذبہ کو پیش کیا گیا ہے جس کے
دین دار طبقہ بھی بچتا نظر نہیں آتا۔

الامن اتی اللہ بقلب مسلماً۔

حدیث شریف میں بیا کو بھی شرک اصغر بتلایا گیا ہے جس میں صرف غیر اللہ کی خوشنودی کا خیال کر لیا جاتا ہے۔ غیر اللہ کا خوشی کرنا مقصد نہیں بنایا جاتا۔ جہاں مقصد بنالیا جائے اور اس سے زیادہ درجہ دیا جائے تو اس کے شرک ہونے میں کیا گفتگو ہو سکتی ہے۔

لا الہ الا اللہ پر صحیح فہم کے ساتھ پختہ یقین ہو تو جہنم سے نجات یقینی ہے اللہ تعالیٰ کے تہا الہ و رب ہونے کے عقیدہ توحید کو شرک کے شائبہ سے بچانا جہنم سے نجات پانے کے لئے بے حد اہم ہے اسی طرح کلمہ کے دوسرے جز (محمد رسول اللہ) کا مفہوم یہ ہے کہ نجات کے لئے وہی طریقہ زندگی صحیح اور اللہ کی خوشنودی کا باعث ہے جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو اللہ سے پہنچایا ہے تو ہمارے اس اقرار سے ہم پر ضروری ہو گیا کہ ان ہی باتوں کو ہم اللہ کی بات (دین) مانیں جس کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی بات بتلایا جن باتوں کے متعلق ہمارے پاس ثبوت نہیں ہے کہ وہ بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلائی ہے تو ہم اس کو دین قرار نہیں دے سکتے ایسی کسی بات کو دین قرار دینا بدعت ہو گا۔ اس لئے بدعت کا سنت امتیاز بھی بے حد اہم ہے۔

نجات حاصل کرنے کے لیے پوسے کلمہ یعنی ہر دو جزہ کی تصدیق اور ان پر پختہ یقین لازمی ہے جس طرح شرک سے انسان ناز کا مستحق قرار پاتا ہے اسی طریقہ سے بدعت سے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بتلائے بغیر کسی جزہ کو دین قرار دینے سے انسان مستحق نازی ہو جاتا ہے توحید کے فہم میں نقصان سے شرک میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہے تو سنت کا بدعت سے امتیاز نہ کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ رسالت کے دائرہ محدود سے ہم نابلد نہیں ہمارے دماغ میں

اس کی وسعت کا پیمانہ صحیح نہیں ہے اس وجہ سے نعوذ باللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو یہ مشورہ دینا جائز سمجھتے ہیں کہ فلال بات اور اس کام کا دین میں شمار کرنا مناسب اور بہتر ہے۔ (نعوذ باللہ) اللہ کے رسول پر الزام لگانے کہ آپ نے اپنے فرض رسالت کو پورے طور پر ادا نہیں کیا۔ دین کی تمام باتوں کو نہیں بتلایا۔ آپ کے بتلانے سے کئی باتیں چھوٹ گئی ہیں (نعوذ باللہ) آپ بھول گئے ہیں ہم یاد دلاتے ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا **الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ** پھر اس کے بعد کسی چیز کو دینی بات بتلانا اس کو اللہ اور رسول کے مشورہ دینے کے سوا اور کیا نام دیا جاسکتا ہے؟

اس لئے شیخ محی الدین ابن عربی نے لکھ دیا ہے کہ **الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ** کے بعد دین میں زیادتی دین میں نقص ثابت کرنا ہے مثلاً انسان اسلام اختیار کرنے کے بعد بھی ذکر و عبادت کے من مانے طریقے خود یا دوسروں کے ایجاد کر وہ طریقے اختیار کر لیتا ہے اور ان پر عمل پیرا ہوتا ہے جن پر عمل کرنے سے اللہ تعالیٰ کے خوش ہو جانے کا کوئی ثبوت اللہ تعالیٰ کے دین میں نہیں ہے وہ بدعت ہی کا ارتکاب کر رہا ہے کیونکہ جس امر کو شرعی قرار دیا جائے اس کا مضبوط دلیلوں سے شرعی ثابت ہونا ضروری ہے۔

نیک نیتی سے کسی کام کو کر لینا اجتہادی غلطی ہے لیکن شرعی ثبوت اس کو قرار نہیں دیا جائے گا۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ کی ناراضی سے بچنے کے لئے چند تجویزیں اپنے ذہن میں گھڑ لیتا ہے کہ ان پر عمل پیرا ہونے سے ہم اللہ تعالیٰ کی ناراضی سے

بچ جائیں گے حالانکہ اس کو جاننے کی اس کے پاس کوئی سند نہیں ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی ناراضی سے بچنے کا طریقہ ہے۔

جو عمل کسی دوسرے کے اعتماد پر کیا جائے اسے از کتاب بدعت سے مستثنیٰ قرار نہیں دے سکتے کلمہ کے کسی جز کے فہم میں انسان غلطی کرے تو اس سے ناز کا استحقاق پیدا ہو جاتا ہے حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں:

احسن الہدیٰ، صنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت بہترین سیرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت ہے اور بدترین کام بدعتیں ہیں۔

محدثانہا۔

آپ کا ارشاد ہے۔

اتبعوا ولا تبندوا
فقد كفيتم۔

تم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرو۔ دین میں نئی بات نہ نکالو اللہ کا رسول دین کی باتوں کو بتلانے کے لئے کاٹی ہے۔

آپ کا یہ قول دوسرے طریقے سے بھی مروی ہے۔

عن ابی تلامبہ قال قال
عبد اللہ بن مسعود وایاکم
والتنطع والتعمق والبدع
وعلیکم بالعقیقۃ

ابن تلامبہ ابن مسعود سے روایت کرتے ہیں کہ بچو تم کو پید کرنے سے اور عمل کی گہرائی میں جانے سے اور بچو تم کو بدعتوں سے لازم کرو فیذیم باتوں کو یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو

اور حضرت عمر کے زمانہ کی باتوں کو قرآن و سنت کے علم کو لازم مکرہ اور بدعتوں سے

وعنه فعلیکم بالعلم وایاکم

والبدع وایاکم والنتح
وایاکم والتعمق وعلیکم
بالعتیق

بچو تم کہ بد کرنے سے اور بلا ضرورت گہرائی میں
جلنے سے بچو۔ اپنے لئے لازم کر لو قدیم باتوں کو
یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابو بکر
و حضرت عمر کے زمانہ کی باتوں کو

آپ کے ایک دوسرے شاگرد حضرت انعمش فرماتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود
فرمایا کرتے تھے۔

ایہا الناس انکم ستحدثون
وینحیث لکم فاذا راہتم حدیثاً
فعلیکم بالاصح الاول
اے لوگو! تم کو نئی باتیں سوجھیں گی اور دوسرے
بھی نئی باتیں پیش کریں گے جب تم نئی بات دیکھو تو
تم پہلی باتوں کو لازم کر لو یعنی ابن مسعود
کے زمانہ سے پہلے کی باتوں کو۔

آپ نے ایک بڑی عمدہ بات فرمائی ہے۔

النقد فی السنۃ خیر من
الاجتہاد فی البدعۃ
میانہ روی سے سنت پر عمل، بدعت میں
بہت محنت اٹھانے سے بہت بہتر ہے۔

آپ کی زندگی کے کارنامے بھی اس بات کا بڑا ثبوت ہیں کہ ہر وہ بات جس
میں شرک و بدعت کا ذرا شائبہ بھی ہوتا تھا اس سے خود بھی دور رہتے تھے اور
دوسروں کو بھی دور رکھتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ اپنے زمانہ میں تشریف لے
گئے۔ بیوی کے گلے میں ایک دھاگا ڈورا بندھا ہوا رکھا، آپ نے
دریافت کیا تو جواب ملا کہ فذالی بیماری کا لٹکا ہے۔ آپ نے پوری قوت سے
دھاگے کو کھینچا۔ وہ دھاگا ڈورا لٹ گیا۔ اگر نہ لٹتا تو آپ کی بیوی

سہ دارھی، ص ۵۴، سہ ایضاً۔ سہ ایضاً۔

منہ کے بل بری طرح سے گرجائیں۔ آپ نے فرمایا تو ٹکا منتر سب شرک ہے یعنی
یعنی اسباب عادیہ اختیار کرنے پر انسان مامور ہے اکل پچو کو یا کسی چیز کو کسی کا
سبب و ذریعہ سمجھ لینا نافی ہے۔ اسباب یا تو طبعی و فطری ہوں گے یا شرعی
جو سبب نہ طبعی ہے نہ شرعی اس کو سبب سمجھ لینا غیبی نافع مان لینا ہے۔ اللہ
تعالیٰ کے سوا کسی کو غیبی نفع کا حامل سمجھنا بڑے خطرہ کی بات ہے اسی طرح سنت
کو آپ بڑا خطرناک عمل سمجھتے تھے چنانچہ آپ نے فرمایا کہ ان پانچ وقتوں کی نماز کی
مسجد میں پابندی کرو، جہاں تم کو اذان کے ذریعہ بلا یا جاتا ہے۔ جماعت سے
نماز پڑھنا ہدایت کا طریقہ ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان ہدایات کے طریقوں کو حضور
اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے شریعت بنا دیا ہے۔ صحابہ یہ دیکھتے تھے کہ جماعت
سے بجز منافق کے کوئی محروم نہیں رہتا۔ بیمار آدمی بھی دو آدمیوں کے سہارے
مسجد پہنچتا تھا اور صف میں کھڑا کر دیا جاتا تھا۔ تم میں سے ایسا کوئی نہیں جس کے
گھر میں نماز پڑھنے کی جگہ نہ ہو۔ اگر تم اپنے گھر دل میں نماز پڑھو گے اور مسجد نہ آؤ گے
تو تم اپنے نبی کا طریقہ چھوڑ دو گے اور تم نے اگر اپنے نبی کا طریقہ چھوڑ دیا تو گویا تم
کفر کے مرتکب ہو گے۔

۱۔ آپ کی پستی دینی حیات کی بنیاد پر بھی در نہ مزاج و طبیعت لحاظ سے آپ بشری خلق اور زم خد واقع ہوئے تھے۔ آپ
یقین رکھتے تھے کہ شرک و جہنم کی ضد ہے۔ بالکل اسی طرح بدعت سنت کی ضد ہے۔ شرک الا اللہ کی نفی سبب تو بدعت
محرر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عادل سے انکار حضرت مجدد الف ثانی نے، اس کو واضح کیا ہے کہ شرک و بدعت
رافع سنت اس لئے دونوں کا انجام نارہنہم کا استحقاق ہے یہ بات حضرت مجدد صاحب اپنی طرف سے نہیں ان کا
مسند احمد میں ضعیف بن الحارث الثمالی کی روایت سے ماخوذ ہے ما احدث قوم بدعت الا رقع مثلها من
السنة فالتمسک بالسنة خیر من احدث ابدعت کتاب الامیان و ارمی میں حضرت حسان نے فرمایا
ما ابتدع قوم بدعة فی دینہم الا نزع اللہ من سنتہم مثلها ثم لا یعیذ الی یوم القیامہ

(مشکوٰۃ)

عن ابی البختری اخبر رجل
عبد الله بن مسعود ان قوما
يجلسون في المسجد بعد
المغرب فيهم رجل يقول
كبروا الله كذا سجوا
الله كذا وكذا واحمدوا
الله كذا وكذا فقال
عبد الله ناذا رايتهم نعلوا
ذالك فأتني واخبرني
بمجلسهم فاتاهم فجلس فلما
سمع ما يقولون قام وكان
رجلا حديدا فقال انا
عبد الله بن مسعود
والله الذي لا اله
غيره لقد جئتكم ببداعة
ظلموا ولقد فضلتهم
اصحاب محمد صلى الله
عليه وسلم فقال عمرو
بن عتبة استغفر الله
فقال عليك بالطريق
نالزومة ولين اخذتم

ابو البختری سعید بن نیرذ بیان کرتے ہیں کہ ایک
شخص نے عبداللہ بن مسعودؓ کو خبر دی کہ مسجد میں مغرب
کے بعد کچھ لوگ جمع ہوتے ہیں اور بیٹھ جاتے ہیں ان میں
ایک آدمی کہتا ہے کہ اتنے بار اللہ اکبر پڑھو، وہ پڑھتے ہیں
پھر وہ کہتا ہے کہ اتنے بار سبحان اللہ پڑھو۔ پھر وہ کہتا
ہے اتنے بار الحمد للہ پڑھو آپ جب واقعہ سنتے ہیں
تو فرماتے ہیں کہ جب تم ان کو ایسا کرتے دیکھو تو میرے
پاس آ جاؤ اور مجھے ان کے بیٹھنے کی اور ذکر کرنے کی اطلاع
دو چنانچہ وہ شخص آیا اور اس نے حضرت عبداللہ کو
اطلاع دی آپ ان کے پاس آئے اور بیٹھ گئے جو وہ
ذکر کر رہے تھے اس کو جب آپ نے سنا تو کھڑے
ہو گئے۔ آپ کی طبیعت میں کسی قدر تیزی تھی، اور
فرمایا لوگو! میں عبداللہ بن مسعود ہوں تم ہے اس سستی
کی کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں، یہ ذکر جو تم کر رہے
ہو یہ ظالمانہ بدعت ہے جو تم نے ایجاد کی ہے۔
کیا تم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ سے بڑھ کر
دہر رکھتے ہو یعنی اللہ تعالیٰ کی یاد کا جو طریقہ وہ
نہ پاسکے تم نے اس کو پالیا ہے تم ان سے بڑھ گئے
یہ تمہاری علمی فضیلت ہوگی اور دین کا علم صحابہؓ سے
زیادہ تم کو نہیں ہو سکتا، اس پر عمرو بن عتبہ نے کہا
ہم تو بہ کرتے ہیں دہم صحابہ سے بڑھ کر کیسے ہو سکتے ہیں۔

تو فرمایا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اللہ کی یاد کا جو طریقہ چلا آ رہا ہے صرف اس کی پابندی کرو، اگر تم نے ذرا بھی اس دائیں بائیں کی راہ اختیار کی تو تم بدترین گمراہی میں پڑ جاؤ گے۔

حدیث دارمی نے اس واقعہ کو یا اس جیسے دوسرے واقعہ کو اس سے

زیادہ تفصیل سے نقل کیا ہے۔

یہ راوی نقل کرتا ہے کہ ہم لوگ حضرت عبداللہ بن مسعود کے دروازے پر صبح کی نماز سے پہلے آکر بیٹھ جایا کرتے تھے کہ حضرت عبداللہ کمر سے نکلیں تو ہمیں سے نماز کے لئے ان کے ساتھ جو جائیں اسی حالت میں حضرت ابو موسیٰ اشعری تشریف لائے اور دروازوں پر بیٹھے والوں سے پوچھا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود باہر نکلے یا نہیں؟ ان لوگوں نے بتایا کہ بھی تو نہیں نکلے تو حضرت ابو موسیٰ اشعری بھی باہر ہو بیٹھ گئے اتنے میں حضرت عبداللہ بن مسعود باہر تشریف لائے جب وہ باہر نکلے تو ہم سب چلنے کے لیے کھڑے ہو گئے ابو موسیٰ اشعری نے فرمایا کہ میں ابھی مسجد میں بالکل ایک نئی بات دیکھ کر آیا ہوں اور خدا کی قسم کوئی خراب بات نہیں ہے ابھی باک مگر بدعت معلوم ہوتی ہے حضرت عبداللہ

یمینا و شمالا لتضلوا
ضلالاً بعيداً۔

قال كنا نجلس على باب عبد الله
بن مسعود قبل صلوة الغداة
فاذا خرج مشيناً معه الى
المسجد فجاؤنا ابو موسى
الاشعري فقال اخرج
اليكم ابو عبد الرحمن بعد
قلنا لا فجلس معنا حتى
خرج فلما خرج قمنا اليه
جميعاً فقال له ابو موسى يا
ابا عبد الرحمن اني
رأيت في المسجد انفاً مراً
انكرته ولما روالحمد لله
الاخيراً فقال فما

ہونے والے ان عشتختر نے فرمایا کہ آپ کیا دیکھ کر آئے ہو؟ تو حضرت ابو موسیٰ اشعری
 قال رأیت فی المسجد نے فرمایا کہ ایک مسجد میں میں نے دیکھا کہ کچھ لوگ حلقہ باند
 قومًا حلقًا جلوبسائے تکترون کر بیٹھ جاتے ہیں اور ان لوگوں کے ہاتھوں میں ٹکریاں ہوتی
 الصلوة فی کل حلقۃ ہیں ان میں سے ایک کہتا ہے کہ تو بارگاہِ اقدس کے چہرہ لوگ
 رب فی یرسیمہم خصائصاً سوار اللہ تبارک و تعالیٰ کے چہرہ کہتے ہیں سوار اللہ تبارک و تعالیٰ اللہ
 کہروا مائۃ نیکورون مائۃ پڑھو تو وہ سوار اللہ تبارک و تعالیٰ اللہ کہتے ہیں پھر کہتے
 فیقول ہذا مائۃ نیکورون سوار سبحان اللہ پڑھو۔ تو وہ سو مرتبہ سبحان اللہ پڑھتے ہیں
 مائۃ ویقول سجرا مائۃ اس پر بعد کہ میں سعوتے پوچھا آپ نے کہا کیا ان لوگوں کے
 نیجورون مائۃ قال نماذات بنت فرمایا کہ میں آپ کے مشورے اور حکم کا منتظر تھا۔ تو حضرت عبد اللہ
 لہ مقال ما قلت لہم شیئاً فی بن سعوتے ابو موسیٰ اشعری سے کہا کہ تم نے ان کیوں نہ کہا
 انتظار آیت اور انتظار امرک کہ تم یہ اپنی برائیوں کو سب سے بد دیکھا رہا یہ اللہ اکبر لا الہ الا اللہ
 قال انہم یقولون ان بعد اور سبحان اللہ پڑھنا سبکی نہیں بد گناہ ہے اور میں ضامن ہوں
 سبباً لہم و غنمت لہم کہ تم نے جو سبب کام کئے ہیں وہ برباد ہو جائیں گے۔ اس کے
 ان لا یضیع من حسناتہم بعد جب حضرت عبد اللہ بن مسعود چل پڑے اور ہم بھی ان کے
 ثم مضی و مضی نامعہ حتی ساتھ ہو گئے اور ذکر کے حلقوں پر پہنچے آپ وہاں کھڑے
 اتی حلقۃ من ثلاث الحلق اتے ہوئے اور آپ نے پوچھا کہ میں تم کو یہ کیا کرتے ہوئے دیکھ رہا ہوں
 فرقیف علیہم فقال ما هذا انہوں نے کہا اے ابو عبد اللہ حسن دیکھ کر بیان میں جن پر ہم اپنی بکریں
 الذی اراضہ تصنعون قالوا اور شیچوں کو گن ہے ہیں کہ ہمارا ثواب بڑھ جائے۔ آپ نے فرمایا
 یا ابا عبد الرحمن خصائصاً کہ تم اپنے گناہوں کو گن ہے ہو اور گناہ میں اضافہ کر رہے ہو
 التکیور والتہلیل والتسبیح میں ضامن ہوں کہ تمہاری کوئی نیکی برباد نہیں جائے گی۔ اے
 قال نعد و اسیاتکم امت محمد تمہارا براہوں تم کتنی جلد برباد ہو گئے تمہارے نبی

فانا ضامن ان لا يضيع من
 حسنا تكم شئ ويحكم يا
 امة محمد ما اسرع هلكتم
 هؤلاء صحابة نبيكم صلى الله
 عليه وسلم مترا فرون وهذه
 ثيابه لم تبل واينتم لم
 تكسروا الذي نفسى بينكم
 لعل ملة هي اهدى من ملة
 محمد او مفتحو باب ضلالة
 قالوا والله يا ابا عبد الرحمن
 ما اردنا الا الخير قال وكم من
 مريد للخير لن يصيبه

صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کثرت سے زندہ
 ہیں۔ ان کے کپڑے بوسیدہ نہیں ہوئے
 اور ان کے برتن ابھی نہیں ٹوٹے قسم ہے اس
 ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے کیا
 تمہارا طریقہ عبادت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
 کے طریقہ عبادت سے بہتر ہے یا تم رب مگر ای
 کا دروازہ کھول رہے ہو ان لوگوں کا کہ خدا کی قسم
 اسے ابو عبد الرحمن ہم تو نیک کام سمجھ کر
 کر رہے تھے آپ نے فرمایا بہت سے لوگ
 نیکی کی توقع کرتے ہیں لیکن نیکی نہیں
 پاسکتے۔

اب اس میں عجز کریں کہ یہ لوگ جو بیٹھے ہوئے تھے کسی تہہ خانہ یا کسی بہی جگہ
 نہ بیٹھے تھے بیٹھنے کا مقصد بھی ذکر الہی تھا۔ مشغول بھی وہ ذکر الہی میں تھے۔ مگر ذکر الہی
 کا یہ طریقہ چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہ تھا اس لئے حضرت عبد اللہ بن مسعود
 نے اس کو بڑی سختی سے روکا۔ یہ آپ کے فہم اور علم کی گہرائی تھی کہ آپ نے اسے
 بدعت قرار دیا اس سے باز رہنے کا حکم دیا۔ طبیعت کی درشتی ذہن مزاجی
 کو اس میں ذرا دخل نہ تھا۔ باوجود بڑے مفسدان بن جانے کے آپ نے
 ان باقول کو اپنے قریب بھی نہیں آنے دیا تھا۔ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ تحریر

فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ آپ نے اپنے چند شاگردوں کو درس کی مجلس سے
غیر حاضر پایا۔ پتہ چلا کہ ان کے کپڑے صاف نہ تھے تو آپ ایک ہی کپڑے میں جو
معمولی مٹھائیں دن تک متوازی تشریف لاتے رہے تاکہ وہ حضرات معمولی لباس
پہن کر آنے میں اپنی توبہیں محسوس نہ کریں۔ دایا شخص دین کے معاملے میں
جب بھی سختی کرے گا وہ سختی نہیں بلکہ دین کے معاملہ میں مضبوطی کہلائے گی۔

عن عمر بن زرارۃ قال وقف
علیٰ عبد اللہ یعنی ابن مسعود
وانا اقصیٰ فقال یا عمر ولقد
ابتدعت بدعة ضلالة وانک
لا تھدی من محمد واصحابہ
فلقد رأیتهم تفرقوا عنی حتی
رأیت مکانی ما فیہ احد۔
ابن زرارہ اپنا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ میں
نصفیت آمیز واقعات بیان کر رہا تھا
کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود اس جگہ آ کر
کھڑے ہو گئے اور مجھ سے فرمایا تم بڑی
گمراہی کی بدعت میں مبتلا ہو یا تم صحابہ سے
زیادہ صداقت کا راستہ پا چکے ہو۔ اس کے
بعد میں نے دیکھا کہ لوگ میرے ارد گرد
سے منتشر ہو گئے اور میں اس جگہ اکیلا
رہ گیا۔

آپ کے علمی کمالات کے باب کو شرک و بدعت کے فہم میں آپ کی ذہنی
رسی کے واقعات پر ختم کیا جا رہا ہے کیونکہ اس کے بعد جو تین باب ہیں ان
میں بھی آپ کے علمی کمالات آگے ہیں۔ مگر چونکہ ان میں سے ہر ایک کا مستقل

۱۔ از اللہ الخفاء ج ۲ مقصد دوم ص ۱۰۷ مطبع صدیقی بریلی۔

۲۔ رواہ البطرانی فی الکبیر یا سنادین احمد ہما صحیح (الترغیب للندری مشکاب التزیب

من ترک السنۃ والکتاب البدع والابواء)

عنوان ہے، اس لئے ہر ایک کو ایک باب بنا دیا گیا۔
 اس باب کے بعد آپ کے خطبے اور اقوال ہیں اس کے بعد دوسرے
 باب میں آپ کے مدلل علمی جوابات ہیں۔ سب سے آخر میں آپ کے فتاویٰ
 اور فقہی اقوال جمع کئے گئے ہیں۔ اس طرح یہ سب علمی چیزیں اپنی اپنی جگہ
 آگئی ہیں۔



اپنے خطبات و اقوال کے متعلق چند کلمات

یوں تو ہر مذہب میں آخرت کا تذکرہ اور اس پر ایمان لانے کی دعوت ہے مگر اسلام انسان کو نہ صرف آخرت پر یقین کی دعوت دیتا ہے بلکہ ایمان کے لئے آخرت کی زندگی کا پورا نقشہ سامنے رکھتا ہے اور اس پورے نقشہ پر ایمان کا مطالبہ کرتا ہے۔ دوزخ سے نجات پانے اور مغفرت کے مستحق ہونے کے لیے اپنی پیش کردہ ہر بات پر ایمان اور قرآن کے بتائے ہوئے طریقہ پر بغیر زیادتی اور کمی کے عمل کو لازمی قرار دیتا ہے۔

انگلی امتیں جن خیالات میں گھر کر آخرت کے صحیح تصور سے بے بہرہ ہو گئیں اسلام ان میں سے ایک ایک غلط فہمی پر انگلی رکھ کر صاف صاف نشان دہی کرتا ہے۔ اسلام کی صحیح تعلیم سے اس کے ماننے والوں کے لئے نہ کسی خوش فہمی کا موقع رہتا ہے نہ ان کے دل و دماغ میں کسی بے جا آرزو کا گذر ہو سکتا ہے۔ اسلام کی بنیاد می تعلیم پر جو ایمان لاتا اور یقین رکھتا ہے اس میں آخرت کی تمنا میں ضرور پیدا ہوتی ہیں مگر انسان کو بے راہ بہنیں ہونے دیتیں اسلام کی ہدایتوں پر

استقامت سے زندگی نہ صرف پاکیزہ اور مسرور ہو جاتی ہے بلکہ فتنہ و فساد سے دور اور خیر و صلاح سے بھرپور ہو جاتی ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اسلامی تعلیم کو اپنے آپ میں کس قدر سمویا تھا کس قدر آپ کو آخرت کا یقین تھا اور کس قدر آپ کا پختہ ایمان تھا۔ ایمان کی یہی پختگی دوسروں میں پیدا کرنے کے لیے آپ جس جدوجہد میں لگے رہے اس کا اندازہ آپ کی زندگی کے مشاغل اور آپ کے شاگردوں کے حالات سے تو ہوتا ہی ہے، آپ کے خطبے اور اقوال جہاں اس کا بہترین ثبوت ہیں وہیں آپ کی ولی آرزو کا مظہر بھی ہیں۔ آپ کے خطبے اور اقوال پڑھیے، آپ کے فہم کی گہرائی، علم کی وسعت اور عقل کی دقیقہ رسی کے درجوں کی نلندی کا علم ہوگا۔ آپ کے دل و دماغ میں جو افکار اور حس فہم کے خیالات موجزن رہا کرتے تھے اس کا عکس آپ کے عمل خصوصاً تعلیم و تدریس کی مشابہت و روز سعی میں تو نظر آتا ہی ہے آپ کے خطبے اور اقوال بھی اس کا اچھا منظر پیش کرتے ہیں، ان میں آپ کی آخرت کی تمناؤں کا شوق اور اس کے حاصل کرنے کے لئے آپ کے دل کی بیتابی چھلکتی ہے۔ بڑی بلند جوصلگی سے آپ دنیا کی مرعوب بالوں اور پر لطف لذتوں سے بے نیاز رہے اور دنیا کے بڑے بڑے عہدے چھوڑنے میں ذرا بھی ہچکچاہٹ محسوس نہ کی۔ اس کی وجہ ان سچی آرزوؤں کی بہتات ہے۔ صحیح علم ہی کا یہ اثر ہے کہ جگہ جگہ خطبات اور اقوال میں آخرت کے خوف سے آپ لہزہ بر اندام معلوم ہوتے ہیں۔ شاہ ولی اللہ نے آپ کی فقہی دیدہ ربیبی، قوت و اجہتا و وفقہ و حدیث کی وسیع پیمانہ پر تعلیم و تدریس کا جہاں طویل تذکرہ کیا ہے وہاں آپ کی "زادانہ زندگی" کو بھی پیش کیا ہے۔ اور زہدیات، کا عنوان دے کر آپ کے مواعظ کا مفید اور دلپذیر انتخاب بھی ایک جگہ کر دیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا کلام پھر شاہ ولی اللہؒ کا انتخاب، اس میں سے کوئی بات چھوڑ دی جائے تو بڑی محرومی اور بے ذوقی کی بات ہوگی اس لئے شاہ ولی اللہ نے آپ کے حالات میں "زہدیات" کا عنوان دے کر کچھ جمع کر دیا ہے اسی کو ہم نے پورے مقالہ کا جز بنا لیا ہے۔ دوسری کتابوں سے آپ کے خطبات اور اقوال کے اقتباسات لے کر کافی اضافہ بھی کیا ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ نے اس کا بھی تذکرہ کیا ہے ایک سے زیادہ آپ کے شاگرد اور صحبت یافتہ حضرات آپ کی آخرت کے بہتر بنانے کی فکر اور سعی میں نہمک رہا کرتے تھے پہلی صدی کے جن علماء اور بزرگوں کو علمی سیادت حاصل ہوئی ہے اور انھوں نے اپنے وقت کے مقتداؤں میں ممتاز درجہ حاصل کیا ہے ان میں کثرت آپ ہی کے شاگردوں کی ہے۔ آپ کے اقوال و خطبات کی جان اچاز ہے یعنی مٹھڑے الفاظ نے بہت سے مضمون کو سمیٹ لیا ہے۔ جو ایک فصیح اللسان بلغ الکلام خطیب کا کمال ہے۔

آپ نے اللہ تعالیٰ کی رحمت کا مستحق بننے کے لئے محبت و شفقت بھرے الفاظ سے انسانوں کو بیدار کیا ہے۔ اس کی رحمت کی توقع دلائی ہے۔ پڑھنے والے میں ان کی وجہ سے رحمت حاصل کرنے کا جذبہ ابھرتا ہے جن باتوں سے انسانوں کا آخرت میں نقصان ہوتا ہے بڑی دل سوزی سے ان سے دور رہنے اور رکنے پر آپ نے آمادہ کیا ہے۔ مغزرت سے محرومی کا افسوس نظر میں اتنا اہم بن جاتا ہے اور دوزخ کی ہیبت ایسی طاری ہوتی ہے کہ انسان برے کاموں سے بچنے کے لئے جرات و ہمت کو کام میں لاتا ہے۔

آپ نے پیش کرنے کے لئے ان ہدایتوں کا انتخاب کیا ہے جن کی طرف بہت سے آدمیوں کو ضرورت و حاجت پیش آتی ہے اپنی طبیعت کی جولانی دکھلانے

کے لئے نہ آپ نے الفاظ کا انتخاب کیا اور نہ لطف ادا سے مسح کر کے لے لئے
جملوں کی بناوٹ و ساخت میں تصنع سے کام لیا۔ دل کی تمنا اور کارزوں کو
بے تکلفی سے اس مقصد کو پیش نظر رکھ کر پیش کیا کہ زیادہ سے زیادہ انسان آپ کے
دلی جذبات سے متاثر ہو کر حق قبول کریں۔

آپ کے نعروں کی جستجوئی دل لہانے والی ہے۔ ان ہدایتوں کی تمثیل و
تشبیہ بے مثل ہے۔ آپ کا کلام حسن بیان کے ساتھ بے حد صاف اور غایت
درجہ سادہ ہونے پر بھی نہایت لطیف انداز سے پڑھ کر رہے۔ میٹھے بولوں اور
شستہ الفاظ میں سنجیدہ خیالات کے علاوہ بڑی دل آویزی ہے۔ آپ کا کلام
دل پر اثر کرنے والا ہے اور اس میں بڑی کشش ہے۔ یہ حلاوت اور ملاحت
کا خوشگوار امتزاج ہے۔ پھر کمال یہ کہ سارا کلام بلند درجہ کا ہے اور کوئی بھی نقرہ
فصاحت و بلاغت کے معیار سے گرا ہوا نہیں ہے۔ کہیں بلند اور کہیں پست
یہ فرق آپ کے کلام میں نظر نہ آئے گا۔ پنج استدلال اچھوتی طرز ادا تو کھی۔
کہیں کہیں ہدایتوں کو اہم ظاہر کرنے کے لئے بھاری بھر کم الفاظ لائے گئے
ہیں۔ ان سے ہر قسم کے کلام پر آپ کی قدرت کا اظہار ہوتا ہے۔ اور ہدایت کی
وقت بھی دل میں اٹھتی جاتی ہے مگر یہ نچیم الفاظ اس سلیقہ سے مناسب طریقہ پر اپنی
اپنی جگہ پر جھانٹے گئے ہیں کہ نہ زبان پر بار نہ کان کے لئے ناگوار۔

آپ نے خطیبوں کی سجع اور شاعرانہ تانیہ بندی سے اجتناب کیا ہے لیکن جہاں
الفاظ بے ساختہ آہٹ ہی سجع اور آہٹ ہی تانیہ میں آگئے ہیں کلام کی لذت دو بالاموگنی ہے۔
آپ کے مسجع اور مرصع نعروں میں نصیحت کی سادہ سیدھی باتیں ایسی ملیں گی
جیسے پشینہ کی شمال میں رنگ بڑنگ کے تار۔

کلام کی تدر و تمہیت کا اندازہ اس کے مطالعہ سے آپ خود کر لیں گے زبان میں

لوچ ایسا ہے کہ معلوم ہوتا ہے کہ گونا گوں رنگ کے ریشم کے گچھوں کو گرہ درگرہ ایک دوسرے سے ٹانک دیا گیا ہے۔

اس مقالہ کے پانچوں حصے میں فتاویٰ اور مسائل ہیں۔ اگرچہ حضرت عبداللہ بن مسعود کے ان مسائل و فتاویٰ کا تعلق انسانی اعمال و عقائد سے ہے لیکن یہ ضروری نہیں کہ ان سب کا تعلق خود آپ کے اعمال سے ہو۔ ان میں بہت سے فتاویٰ دوسرے لوگوں کے اعمال سے متعلق ہیں۔ اس لئے خطبات اقوال کا یہ تیسرا حصہ اس نقطہ نظر سے بڑا قیمتی ہے کہ یہ آپ کے دل کی دنیا یعنی اندرونی زندگی کا آئینہ ہے۔

پہاڑِ عالمِ حسنیٰ دل و جان تازہ می دارد
 بہ رنگ اصحابِ صورت رابر لولہ باب معنی را

مقالات عبد اللہ بن مسعود ^{رض}

- (۱) ان اصداق الحدیث کتاب اللہ عزوجل۔
سب سے زیادہ سچی بات اللہ عزوجل کی کتاب ہے۔
- (۲) وارث العری کلمہ التقویٰ۔
اور سب سے زیادہ مضبوط دستہ دکڑا تقویٰ ہے
- (۳) وخیر الملل ملۃ ابراہیم
اور بہترین ملت ابراہیم کی ملت ہے۔
- (۴) واحسن السنن سنۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم
اور بہترین سنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔
- (۵) وخیر المرسلین المرسلون
زندگی گزارنے کا بہترین طریقہ انبیاء علیہم السلام کا طریقہ ہے۔
- (۶) واشرف الحدیث ذہر اللہ
سب سے زیادہ عزت کی بات اللہ کی یاد (ذکر) ہے۔

مذہب جو موقع اور محل ہو اور اس محل و موقع کی جو ہدایت ہو اس موقع پر وہ پیش نظر ہے جیسے پریشانی اور الجھنوں میں دعا، کاموں میں توکل، ہمتیوں میں صبر، نعمتوں میں شکر، خلاصہ یہ کہ بندہ ہر حال پر اللہ کی طرف اس کے بتائے ہوئے طریقوں سے متوجہ رہے۔

- (۷) وخیر القمص من القرآن
 (۸) وخیر الامور عواقبها۔
 (۹) وشرا الامور محدثاتها
 (۱۰) وما قل وكفى خير مما كثر
 واللهی۔
 (۱۱) ونفس تنجیها خیر من
 إمارتها لا تحصیها۔
 (۱۲) وشرا العذیلة حین یحضر الموت
 (۱۳) وشرا الندامة ندامة یوم القیامة
 (۱۴) وشرا الضلالة الضلالة۔
- بہترین قصہ دعوات بار بار دہرائی جاتی ہے (قرآن)۔
 سب کاموں میں اچھا کام اپنے نتیجہ کے لحاظ سے ہے۔
 اور سب کے بری بات بدعتیں ہیں۔
 اور جو تھوڑا مہرا اور بس کافی ہو جائے وہ اس کہیں زیادہ
 بہتر ہے جو بہت مہرا اور اللہ سے غافل بنا دے۔
 وہ نفس جو اپنے نہیں نجات دلائے یہ اس کے لئے
 بہتر ہے اس سے کہ وہ سردار بنے اور (پھر) ماتحتوں
 کی نگرانی نہ کر سکے۔
 بدترین معذرت موت کے وقت کی معذرت ہے۔
 بدترین بچتا و اقیامت کا بچتا واپس ہے۔
 ہدایت پا جانے کے بعد دنیا کے فائدے کی خاطر

سے کام کے وقت اس کا انجام پیش نظر ہے کاٹنے بھی اپنے فلسفہ اخلاق کی بنیاد و نتیجہ ہی کو بنایا ہے۔
 اسے دنیا کی دولت کی تم حفاظت نہیں کر سکتے وہ ختم ہو کر رہے گی۔ دین و ایمان کی حفاظت کر سکتے ہو تمہارا
 بہتر کام یہ ہے کہ تم نجات کی فکر میں لگے رہو۔
 اسے دنیا کے مشاغل بقدر ضرورت اور وہ بھی اللہ تعالیٰ کی ہدایت کے مطابق رہیں، حاجت اصلی سے زائد مشغول
 رہنے سے اللہ تعالیٰ کے احکام سے غفلت پیدا ہوتی ہے جو ہمارے لئے ضروری نہیں ان کا اختیار تو اور
 پریشانیوں کو دعوت دیتا ہے۔

حرف تالیف نیست در نہ اسباب معاش
 آنچه مادر کار داریم اکثر در کار نیست
 اسے موت کے وقت نفس کو ملامت بے سود ہے۔

اسے ندامت رہی کام کی ہے جس کے بعد اصلاح کا موقع ہو۔ اس ندامت کے بعد کوئی موقع اصلاح کا
 نہیں ہے۔

بعد الہدیٰ

گمراہی کی راہ اختیار کرنا بدترین گمراہی ہے۔
نفس بے نیاز ہو جائے یہ بہترین دولت ہے
(دل سے دنیا کی حرص نکل جائے)

(۱۵) وخیر الغنی غنی النفس

بہترین زاد راہ تقویٰ (پرہیزگاری) ہے۔
دلوں میں جربات ڈالی جاتی ہے اس میں
بہترین بات یقین (ایمان) ہے۔

(۱۶) وخیر الزاد التقویٰ

اللہ کی ہدایت میں (تک وتر و کفر کا دور نام
بدترین اندھا پن دل کا اندھا پن ہے۔

(۱۸) والربیب من الکفر۔

اور شراب ہر گناہ کو سمیٹنے والی ہے

(۱۹) وشوالعمی عمی القلب

شیطان کے ٹسار کا پھندا عورتیں ہیں۔

(۲۰) والخمر جماع کل اثم

جوانی جنون کا ایک شعبہ ہے۔

(۲۱) والنساء جبالۃ الشیطان

مڑے پر گاہ دیکھا کفر کا کام ہے (مسلمان کا بیٹوہ صبر ہے)

(۲۲) والشباب شعبة من الجنون

بہت لوگ جمعہ کی نماز کو نہیں آتے مگر بے ولی کے

(۲۳) والنوح من عمل الجاہلیۃ۔

(۲۴) ومن الناس من لا یاتی الجمعة

الادیرا۔

اور بے ولی سے اللہ کی یاد اس سے دور کر دیتی ہے۔

(۲۵) ولا یذکر اللہ الا ہجرا۔

۱۔ کیف یہدی اللہ قومًا کفرًا بعد اسلامہم و استہدوا ان الرسول حتی ہدیت کو پا جانے کے بعد جو گمراہی

نہیں کرتے ہے اللہ تعالیٰ اس کو ہدایت نہیں دیتا۔ ان ہی لوگوں کے متعلق ارشاد ہوا ہے۔ واللہ لا یہدی القوم

الظالمین ۱۔ اہل غنا یہی ہے کہ دنیا اور دنیا پرستوں سے نفس مستغنی رہے جس کو سامنے رکھ کر

بھی حق کو نہ دیکھے بلکہ جوانی کے جذبات میں انسان اندھا ہو جاتا ہے جسے جمعہ میں پہلے آنے والوں کو

نفسیت سمجھنے آنے والا محروم ہے لہٰذا زبان پر ذکر جاری ہے لکہ اللہ تعالیٰ کے احکام پر چلنے کی ہمت و جرات

نہیں ہوتی ایسی یاد سے اللہ کی رحمت کا مستحق نہیں قرار پاتا۔

- (۲۶) واعظم الخطايا الكذب . اور سب سے بڑا گناہ جھوٹ ہے ۔
- (۲۷) وسباب المؤمن خسوف و قتاله صفرو حرمة ماله كحرمة دمه . مسلمان کو گالی دینا گناہ ہے مسلمان کے جھگڑا کرنا کفر ہے مسلمان کے مال کی عزت اس کے خون کی عزت کے برابر ہے ۔
- (۲۸) ومن يعف الله عنه ومن يكظم الغيظ يا جرح الله ومن يعف يغفر الله له ومن يصبر على الرزية يعقبه الله (۲۹) وشر الماكسب كسب الربار شر الماكل مال اليتيم (۳۰) والسعيد من وعظ بغيره والشقي من شقى في بطن امه . (۳۱) وانما يكفي احدكم ما تمت به نفسه وانما يصير الى اربعة
- جو معاف کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو معاف کرتا ہے جو غصہ پیتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو ثواب دیتا ہے جو مجرم سے درگزر کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس سے بھی درگزر کرتا ہے جو مصیبت میں صبر کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو بدلہ دیتا ہے بدترین کمائی سود کی کمائی ہے اور سب سے بری چیز جس انسان پیٹ بھرے وہ یتیم کا مال ہے سعادت مند وہ ہے جو دوسرے نصیحت حاصل کرتا ہے اور بد بخت وہ ہے جو اپنی مال کے پیٹ ہی میں بد بخت ہو گیا ہو ۔ بے شک تمکے لیے وہی کافی ہے جس پر تمکدا نفس قناعت کہے ۔ بے شک آدمی چارگز کے فاصلے

سہ البیان والتبیین ہیں ہے اعظم للخطايا اللسان الكذب
 ۱۔ جو لوگوں کی خطا معاف کرتا ہے تو اللہ اس کی خطاؤں سے درگزر فرماتا ہے ۔
 ۲۔ الذین یا کلون اموال الیتیمی ظلموا انہا یا کلون فی بطونہم فنادا
 ۳۔ دوسروں کی برائیوں کو دیکھ کر نصیحت حاصل کرتا ہے اور برائیوں سے دور رہتا ہے ہر بری بات پر جھک جانا اچھائی کے پاس نہ آنا اپنے قوت اختیار کا بڑا غلط استعمال ہے ۔
 ۴۔ قناعت میں بڑی راحت جو جس دل میں لگی رہتی ہے کام کی پستی و بلندی انجام کے لحاظ سے ہے

پر موجود ہے اللہ کا معاملہ آخرت کے لحاظ سے ہوتا ہے کام کی چوٹی اس کے خاتمہ کے لحاظ سے ہوتی ہے۔ بدترین قصے چھوٹے قصے ہیں۔

عزت کی موت شہادت کی موت ہے جو شخص امتحان کو پہچان لیتا ہے وہ برداشت کرتا ہے جو نہیں پہچانتا وہ گریز کرتا ہے۔

جو غرور کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو ذلیل کرتا ہے جو دنیا سے محبت کرتا ہے وہ دنیا سے عاجز ہو جاتا۔ جو شیطان کا کہا مانتا ہے وہ اللہ کا نافرمان ہوتا ہے اور جس اللہ کی نافرمانی کی اللہ اس کو عذاب دیتا ہے۔

کفایت شعاری کو پسند کرنا معجزہ کی کنجی ہے۔ یہ بہت بڑا علم ہے کہ انسان خدا سے ڈرے اور یہ انتہائی جہالت ہے کہ انسان اپنے عمل پر اترائے۔ اللہ تعالیٰ سے ڈرنا علم کی زبردست شہادت اور پوری جہالت یہ ہے کہ انسان تمناؤں میں مبتلا ہے (اور عمل و تدبیر سے غافل و بے نیاز)

اذرع والامرالی آخرتہ
وملاک العمل خواتمہ۔

(۳۲) وشەر الروایا روایا العذب

(۳۳) واشرف الموت قتل الشہداء

(۳۴) ومن یعرف البلاء یمبر علیہ

ومن لا یعرفہ ینکر

(۳۵) ومن یتکبر یضعہ اللہ

(۳۶) ومن یتولی الدنیا یجزع عندہ

(۳۷) ومن یطع الشیطان یغص اللہ

ومن یغص اللہ یعد بہ۔

(۳۸) حب الکفایۃ مفتاح المعجزۃ۔

(۳۹) یجب المرء من العلم ان یخاف اللہ

و یحسبہ من الجہل ان یوجب بعملہ

(۴۰) کفی بخشیۃ اللہ علما و کفی

بالاعتقار بہ جہلا۔

۱۔ بلا کو من اللہ جانتا ہے جس کا علم اس درجہ کا نہیں ہے وہ فرار کی راہ چلتا ہے۔

۲۔ غرور کا سر نیچا۔ ۳۔ جو دنیا سے محبت کرتا ہے وہ اس کی محبت میں مبتلا ہو کر پریشان ہوتا ہے۔

۴۔ حلیۃ الاولیاء ص ۱۳۸ ص ۱۳۹

۵۔ البیان والتبیین ج ۱ ص ۱۳۹

ترغیب تحصیل علم

(۲۱) علیکم بالعلم فان احدکم
 لا یدری متی یختل لہ ای متی
 یحتاج الناس الی ما عندک۔
 تم علم ضرور سیکھو تم کو پتہ نہیں کہ لوگوں کو
 تم سے پوچھنے کی ضرورت کب پیش آئے
 گی۔

علم کن سے حاصل کیا جائے

(۲۲) لا ینزال الناس بخیر ما اتاہم العلم
 عن اصحاب رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم وعن اکابرہم فاذا جاؤ
 من قبل اصغرہم نذاک حین
 ہلکوا۔
 لوگ ہمیشہ بہتری میں رہیں گے جب تک ان کے
 علم کا چشمہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ
 میں ان کے بڑے رہیں گے۔ اور حیب ان کے
 چھوٹوں سے علم حاصل کرنے لگیں تو یہ تباہی
 کا وقت ہے۔

حضرت ابن مسعودؓ ہر جگہ تاکید کرتے ہیں کہ جن بڑی عمر کے صحابہ نے آنحضرت صلی اللہ
 علیہ وسلم کی زیادہ صحبت اٹھائی ہے ان سے علم حاصل کیا جائے۔

(۲۳) عن عون بن عبد اللہ قال
 لی عبد اللہ لیس العلم بکثرة الروا
 وکن العلم بالخشیة۔
 علم بہت اقوال بیان کرنے کا نام نہیں
 ہے بلکہ خشیت کا نام علم ہے۔

ابن خزیمہ کے الفاظ یہ ہیں: العام بالحسبة علم ثواب کی نیت کرنے کا نام ہے۔
 (۲۴) قال الشعبي مر رجل بعبد اللہ
 امام شعبی نے فرمایا کہ ایک آدمی کا عبد اللہ بن مسعود

پر گزر ہوا۔ حضرت عبداللہؓ نے اپنے رفیقوں سے کہا کہ یہ بے علم ہے اور اس کو اپنی بے علمی کا احساس بھی نہیں ہے اور اہل علم سے سیکھنا بھی نہیں چاہتا۔ آپؓ فرمایا کہ آدمی ماں کے پیٹ سے لکھا پڑھا نہیں پیدا ہوتا بے شک علم لکھنے پر پڑھنے سے آتا ہے۔

حضرت عبداللہؓ نے فرمایا کہ پہلے تم علم سیکھو جب علم آجائے تو عمل کرو۔

علم کے باوجود بے عملی

حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ بے علم بڑا بد قسمت ہے اگر اللہ چاہتا تو اس کو علم دے دیتا۔ اور کتنا بد قسمت وہ ہے جو علم تو رکھتا ہے مگر عمل نہیں کرتا۔

حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ انسان علم پڑھ کر بھول جاتا ہے۔ میرا خیال ہے یہ صرف گناہ کی وجہ سے ہوتا ہے۔

بن مسعودؓ فقال لأصحابه هذا لا يعلم ولا يعلم انه لا يعلم ولا يتعلم من يعلم۔

(۲۵) قال عبد الله بن مسعود ان الرجل لا يولد عالما وانما العلم بالتعلم۔

(۲۶) عن علقمة: قال قال عبد الله تعلموا العلم فاذا علمتم فاعملوا۔

(۲۷) قال ابن مسعود: ويل لمن لا يعلم ولو شاء الله لعلمه وويل لمن يعلم ثم لا يعمل سبع مرات۔

(۲۸) قال ابن مسعود اني الاحسب الرجل ينسى العلم كان يعلمه للخطيئة يعملها۔

۱۔ العقد الفريد ج ۲۔ طبقات الرجال ص ۲۹۴

۲۔ واللہ اخراجکم من بطون امہاتکم لا تعلمون شیئا شاعر نے یوں نظم کیا ہے۔
تعلم فلین المرء یولد عالما؛ ولیس اخو عالم کمین ہو جاہل و دگر شاعر نے یوں اد کیا ہے۔
تعلم فلین المرء یخلق عالما و ما عالم ارا کمین ہو جاہل

۳۔ حلیۃ الاولیاء ص ۱۳۱ لکہ علم کے بعد بے عملی بڑا گناہ ہے گناہ سے دینی بصیرت چھین لی جاتی ہے۔
۴۔ حلیۃ الاولیاء ص ۱۳۱ لکہ حاشیہ لکہ کے مطابق۔ لکہ ایضاً

علم (قرآن)

قرآن پڑھو اور اس سے اپنے دلوں کو حرکت
دو اور بھارا مقصد سورۃ ختم کر دینا نہ ہو۔ (تدبر
وضیحت حاصل کرنا مقصود میں)
حضرت عبداللہؓ نے فرمایا کہ انسانی قلوب طرف میں
اس کو قرآن سے بھر دو۔ قرآن کے علاوہ اور چیزوں
سے نہ بھرے۔

حضرت فرماتے ہیں بے شک یقیناً اللہ کا دسترخوان
ہے جو قرآن سیکھ سکتا ہے اس کو ضرور سیکھنا چاہیے
اور وہ گھر دل و سینہ خیر سے بالکل خالی ہے جس میں
اللہ کی کتاب کا کوئی حصہ نہ ہو۔ اس کی مثال
ایسے دیوانے کی سی ہے جس کا کوئی آباد
کرنے والا نہ ہو بے شک شیطان اس
گھر سے بھاگ جاتا ہے جس گھر سے وہ
سورہ بقرہ سنتا ہے۔

(۴۹) اقروا القرآن وحرروا
به القلوب لا یكون
هم احدکم احر السورۃ
۵۰، قال عبد اللہ انما هذه القلوب
ارعیة فاشغلوها
بالقرآن ولا تشغلوها بغيره۔

(۵۱) عن ابی الاحوص قال قال ابن مسعود
ان هذا القرآن ما یدلہ اللہ من
استطاع ان يتعلم منه شیئا
فلیفعل فان اصغر البیت
من الخیر الذی لیس فیہ من
کتاب اللہ شیء کخراب البیت
لا عامر له وان الشیطان یخرج
من البیت الذی تسمع فیہ
سورۃ البقرۃ

۱۔ السنن الکبریٰ - بیہقی - ج ۲ ص ۱۳

۲۔ قرآن علم و ہدایت سے معمور ہے۔ ۳۔ بغیرہ کے لفظ پر خوب غور کر و بزرگوں کے اقوال اور
کشف غیر قرآن میں داخل ہیں۔ وہ قرآن و سنت سے ماخوذ نہیں ہیں ۴۔ حلیۃ الاولیاء ص ۱۲۰ ص ۱۳۱
وہ گھر جس میں قرآن شریف سمجھ کر پڑھا جائے وہ گھر اللہ تعالیٰ کی رحمت سے خالی ہے۔

آپ کے پاس ایک شخص آیا اس نے درخواست کی
اے ابو عبد الرحمن مجھ کو جامع اور مانع کلمات بتلا
دیجئے تو آپ نے فرمایا کہ اللہ کی عبادت کرو اور
اللہ کا شریک بالکل نہ کرو۔ اور ادھر ڈھل جاؤ جدھر
قرآن ڈھالو اور جو شخص کہ حق تمہارے پاس لے کر
آئے اس کو قبول کر لو اگرچہ وہ تم سے بے تعلق اور دشمن
ہو اور جو جھوٹ لے کر آئے وہ اس کے منہ پر بارود
اگرچہ وہ تمہارا دوست اور قریبی کیوں نہ ہو۔

محمد کی سورتیں، قرآن کی زینت ہیں حضرت نے فرمایا
جب میں چرتا ہوں تو زیم باغوں میں چرتا ہوں اس
میں لطف اٹھاتا ہوں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود نے فرمایا کہ قرآن عمل کے لیے
ہے اور ہدایت حاصل کرنے کے لیے نازل ہوا ہے
لوگوں نے قرآن کی تلاوت کو نیک عمل قرار دیا ہے حضرت
سعد بن ابی وقاص فرماتے ہیں جو امام کے پیچھے
تراویح کرتا ہے اس کی نماز ناسد ہو جاتی ہے۔

(۵۲) اِنَّهُ رَجُلٌ فَقَالَ يَا اَبَا عَبْدِ
الرَّحْمَنِ عَلِمْتَنِي كَلِمَاتٍ جَوَامِعٌ نُّوْفَعُ
فَقَالَ اَعْبُدِ اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكْ بِهِ وَشَيْئًا
وَزَلْ مَعَ الْقُرْآنِ حَيْثُ زَالَ وَمَنْ
جَاءَكَ بِالْحَقِّ فَاَقْبَلْ مِنْهُ وَاِنْ
كَانَ بَعِيدًا بَغِيضًا وَمَنْ جَاءَكَ بِالْبَاطِلِ
فَارْذُو عَلَيْهِ وَاِنْ حَبِيبًا
قَرِيبًا۔

(۵۳) قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُودٍ الْحَوَامِيْمُ
يَبَاجِ الْقُرْآنَ وَقَالَ اِذَا رَقَعْتَ رَقْعَةً
فِي رِيَاضٍ دَمْتَهُ اَتَانِقُ فِيْهِنَّ۔

(۵۴) قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُودٍ اَنْزَلَ الْقُرْآنَ
لِيَعْمَلَ بِهِ فَاتَّخَذَ النَّاسُ تِلَاوَتَهُ
عَمَلًا تَالِ سَعْدِ بْنِ اَبِي وَقَاصٍ
مِنْ قُرْآنِ خَلْفِ الْاِمَامِ مَسْدُودِ
صَلَاتِهِ۔

۱۔ حلیۃ الاولیاء، جلد اول، ص ۱۳۴ ۲۔ العقد الفرید، ج ۲، فی حملۃ القرآن ص ۲۳۹
۳۔ مبسوط سرخی باب الحدیث فی الصلوٰۃ ص ۲۰۰-۱۹۹ علامہ سرخی اس کی دلیل فرماتے ہیں۔ والمعنی
عنه ان القرآنة غیر مقصودة لعینها بل للتدبیر والتفکر والعمل به صحابہ رضوان اللہ
علیہم قرآن سے کیا نائدہ اٹھاتے تھے اور آج ہم نے قرآن کا کیا مسرت قرار دے رکھا ہے۔

آداب قرآن

(۵۵) عَنْ مَعْنٍ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ
 بن مسعود ان استطعت ان تكون
 امت المحدث واذ سمعت الله
 يقول يا ايها الذين آمنوا فاعملوا
 سمعك خيرا مرببه
 او شريه على عنه -

حضرت عبداللہ نے فرمایا اگر تم سے موسکے تو اللہ سے
 گفتگو کرنے والے بن جاؤ۔ جب اللہ سے سنو کہ فرمایا
 ہے یا ایہا الذین آمنوا تم کو ان لگا دو۔ کیونکہ
 اس کے بعد کسی نیکی کا تم کو حکم دیا جا رہا ہے یا کسی
 بُرائی سے تم کو روکا جا رہا ہے۔

(۵۶) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ نَبِيغِي
 لِحَامِلِ الْقُرْآنِ ان يعرف بليده
 اذا الناس ناسمون وينهار اذا النيا
 يفطرون ومجزئه اذا الناس
 بفرحون ويكاد ان اذا الناس
 يضحكون ويصمته اذا الناس
 يخلطون ويختوعه اذا الناس

حضرت عبداللہ فرماتے ہیں کہ حامل قرآن پر یہ
 فرض ہے کہ جب لوگ سو رہے ہوں تو وہ قرآن پڑھ
 لیا ہو اور اس کے قرآن پڑھنے کی وجہ سے لوگ اس سے
 واقف ہوں اور دن میں جب لوگ کھانے پینے میں
 مشغول ہوں تو وہ روزہ دار ہو اور جب لوگ خوشی
 میں لگن ہوں تو وہ آخرت کے علم میں غمگین ہو
 اور جب لوگ ایک دوسرے سے مل رہے ہوں

۱۳۰ ص ۱۳۰ حلیۃ ص ۱۳۰ تلاوت قرآن کے وقت یہ سمجھیں کہ جو باتیں اللہ تعالیٰ بتلا
 رہا ہے ان کا ہم سے مطالبہ ہو رہا ہے نہ صرف یہ کہ تیرہ سو برس پرانی بات ہو رہی ہے بلکہ خیال نہ کریں۔
 معلم قرآن کے صفات بیان کئے جا رہے ہیں۔ راتوں کو قرآن زیادہ پڑھنا ہے۔ آخرت کا سامان نہ دیکھ کر
 قرآن پڑھنے والا نکرند رہتا ہے عاقبت سے بے خبر رہنے والے دنیا پا کر خوشیاں مناتے ہیں اذہ کان فی
 اعلیہ مسروراً حال قرآن دنیا میں مشغول بھی رہتا ہے پھر بھی آخرت کی فکر اس کو دامن گیر رہتی ہے فضول باتوں
 سے خاموش رہنے کو بہتر سمجھتا ہے اس کی ریش ٹیک لڑنے ہوتی ہے وعباد الرحمن الذین یجتون علی الارض
 هوناً ان کی چال تکبرانہ نہیں ہوتی۔

تو وہ خاموش ہو اور جو لوگ اتر رہے ہوں تو وہ
اللہ کی بارگاہ میں سر جھکائے ہوئے ہو۔ قرآن کے
حامل پر ضروری ہے گناہوں پر پونے والا اور آخرت
کی فکر میں ڈوبا ہوا بہت حکیم، بڑا بڑا بار خاتوش
اور علم والا ہو۔ قرآن کے حامل کو خشک مزاجی مناسبت
نہیں اور نہ ہی وہ غافل ہو، وہ شور و غل کرنے والا
یا جلائے والا نہ ہو اور نہ ہی لوبہ کے مانند سخت ہو۔

يَخْتَالُونَ وَيَتَّبِعُونَ لِحَامِلِ الْقُرْآنِ
ان يَكُونُوا كَيْبًا - مَحْزُونًا حَكِيمًا
حَلِيمًا، عَلِيمًا، سَكِينًا
وَلَا يَتَّبِعُونَ لِحَامِلِ الْقُرْآنِ
ان يَكُونُوا جَانِبًا وَلَا غَانِلًا
وَلَا مَخَابِرًا وَلَا مَبْأَحًا وَلَا
حَدِيدًا -

بے عمل کی زندگی

حضرت عبداللہ نے فرمایا کہ میں اس بات
کو ناپسند کرتا ہوں کہ انسان بالکل بیکار رہے
نہ دنیا کا کام کرے نہ دین کا۔

(۵۷) عَنْ مِجْبِي بِنِ دَثَابٍ قَالَ قَالَ ابْنُ
مَسْعُودٍ أَنِي لَأَكْرَهُ أَنْ أَرَى الرَّجُلَ
فَارْغَالَ فِي عَمَلِ دُنْيَا وَلَا فِي عَمَلِ
الْآخِرَةِ

یہ روایت مجیبی بن دثاب اور مسیب بن رافع
آپ کے دونوں شاگردوں نے کی ہے۔
مجھے سخت ناگوار ہے کہ میں کسی شخص کو فارغ
دیکھوں وہ نہ دنیا کا کام کرے نہ آخرت کا۔

(۵۸) عَنْ الْمُسَيْبِ بْنِ رَافِعٍ قَالَ قَالَ
عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْعُودٍ أَنِي لَأَمَقْتُ
الرَّجُلَ إِذَا رَأَيْتُ فَارْغَالَ فِي شَيْءٍ
مِنْ عَمَلِ الدُّنْيَا وَلَا فِي عَمَلِ الْآخِرَةِ

اہمیت معاش

انسان کے لئے یہ بڑے گناہ کی بات ہے کہ اپنے
ذریعہ معاش کو کھو دے یعنی جائز ذریعہ معاش کا
کاچھوڑنا اللہ کو پسند نہیں۔ دوسرے معنی یہ بھی ہیں

(۵۹) كَفَى بِالْمَرْءِ اثْمَانًا يَضِيحُ
مِنْ يَقْوَتِ

لے حلیہ ص ۱۳۰ سے حلیہ ص ۱۳۱ سے بیہقی ج ۹ ص ۲۵۔ باب الرجل لا يجد ما يفتق.

کرمین کی افکات ہم پر ہے ان کی افکات سے غفلت نہیں اور یہ بڑا بڑا ہول۔

بے کاری سے نفرت

(۶۰) عن خثیمة قال قال عبد الله
حضرت عبداللہ نے فرمایا کہ میں تم کو رات
لا الفین احد عم جيفة لیل
کا مردہ اور دین کا قطرب نہ پاؤں۔
قطرب نہار۔

خرچ میں میانہ روی

(۶۱) المتفقة فی غیر حوت
بے محل خرچ کمرنا تہذیر ہے۔ یعنی لہود
هو التبذیر
دلعب اور ممنوع باتوں پر خرچ کرنا تہذیر ہے
الکتاب میں بے صبری نہ کی جائے

(۶۲) فرغ عن الخلق والخلق والرزق
اللہ چار باتوں سے فارغ نہ ہو چکا ہے (۱) اعضا
والاجل فلیس احد احسب
برقی کی قوت وضعف اس کی نحو بصورتی وید صورتی
من احد والصدقہ جائزۃ
دماغ خوش خلقی وید خلقی (۳) رزق کی تنگی و فراخی (۴)
تبضت ام لم تقبض۔
زندہ رہنے کی مدت۔ یہ چیزیں صرف اللہ کے اختیار
میں ہے کسی بندہ کے اختیار میں نہیں۔

آخرت

(۶۳) عن ابی وائل قال سمع عبد الله
حضرت ابی وائل کہتے ہیں کہ حضرت نے ایک آدمی
وجلا یقول امین الزاهدون
کو کہتے سنا کہ دنیا سے بیزار اور آخرت کے طالب
فی الدنيا الراغبون فی الآخرة
کہاں ہیں، آپ نے جواب دیا کہ وہ لوگ جاہلہ واک

سے رات کا کچھ حصہ بیدار رہ کر اللہ کو یاد کرو۔ دنیا کے کاروبار میں بھول کر اللہ کو یاد رکھو قطرب ایک جانور ہے
جو کودتا پھرتا ہے ابھی یہاں بیٹھا ابھی وہاں بیٹھا۔

سے بیہقی ج ۶ ص ۶۲ - سے بیہقی ج ۶ ص ۱۶۲ -

تھے پانچ سو مسلمانوں نے یہ عہد اللہ سے
کیا تھا کہ کبھی پیچھے نہیں لوٹیں گے یہاں تک کہ
شہید ہو جائیں گے انہوں نے اپنے ہنڈولے
اور ڈھنوں سے جا بھڑے یہاں تک کہ سب
ہو گئے مگر وہ شخص جس نے آکر یہ خبر پہنچانی

فقال عبد الله اولئك اصحاب
المجاوية اشتروا خمس مائة
من المسلمين ان لا يرجعوا
حتى يقتلوا فحلقتوا رؤسهم
لقول العدو وقتلوا الامم خبر عنهم

آخرت کی رعیت

تم لوگ بہت روزے رکھتے ہو بہت نماز
پڑھتے ہو بڑی محنت اٹھاتے ہو صبح
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتنے روز رکھنے والے
اتنی نمازیں پڑھنے والے نہ تھے لیکن وہ تم سے
بہتر تھے لوگوں نے پوچھا عبد اللہ یہ کیوں؟ تو
آپ نے فرمایا وہ دنیا سے بہت بے نیاز اور
آخرت کے بڑے ہی شوقین تھے۔

مسلمان اللہ کے لقاء دیدار کے سوا کسی
چیز میں راحت محسوس نہیں کرتا اور جس کی یہ
تمنا ہوگی تو لفتین کہہ دے کہ اسے اللہ کا لقاء
ہو کر رہے گا۔

(۶۴) قال انتم اكثر صياقا واكثر
صلاة واكثر اجتهادا من اصحاب
رسول الله صلى الله عليه وسلم وهم
كانوا خيرا منكم قالوا ولم يا ابا
عبد الرحمن قال كانوا ازهد
في الدنيا ارجب في الآخرة۔

(۶۵) ليس للمؤمن راحة دون
لقاء الله فمن كانت راحته
في لقاء الله فكان قد

لذات عدن میں اللہ تعالیٰ جنتیوں کو دعوت دیں گے کہ وہاں سب کو لقاء الہی حاصل ہوگا
کسی کو ہر ہفتہ کسی کو ہر مہینہ میں ایک بار سب سے اعلیٰ جنتی وہ ہے جس کو دن میں دو بار لقاء الہی ہوگا۔
طالب لقاء کو لقاء کا شرف بخشا جائے گا۔

اہمیت آخرت

(۶۷) **وَاللّٰهُ الَّذِي لَا إِلٰهَ غَيْرُهُ مَا يَفْعُرُ**
عَبْدًا يُّصْبِحُ عَلَى الْإِسْلَامِ وَ
يَمُتِي عَلَيْهِ مَا أَمَابَهُ فِي
الدُّنْيَا۔

قسم ہے اس ذات کی جس کے سوا کوئی دوسرا
 معبود نہیں ہے کہ انسان اگر مسلمان رہتا ہے تو دنیا
 میں جو بھی مصیبت ہو اس مصیبت سے اس
 کو کوئی نقصان نہیں۔

دنیا و آخرت کا مقابلہ

(۶۷) **مَنْ أَرَادَ الدُّنْيَا بِالْآخِرَةِ**
رَمَىٰ أَرَادَ الْآخِرَةَ اضْرِبَ الْآخِرَةَ
فَآخِرٌ وَإِنَّمَا لِلْقَاتِلِ لِلْبَاقِي

جس نے دنیا کو مقصود بنایا آخرت کا نقصان
 کیا اور جس نے آخرت کو مقصود بنایا اس نے
 دنیا کا نقصان برداشت کیا اے لوگو باقی رہنے
 والی آخرت کے مقابلہ میں فنا ہونے والی دنیا کا
 نقصان برداشت کر لو۔

خوف آخرت و خشیت

(۶۸) **لَوْ تَفَتَّ بَيْنَ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ**
فَقِيلَ لِي مَخِيرٌ أَيُّهُمَا تَكُونُ
أَحَبُّ إِلَيْكَ أَتَكُونُ رَمَادًا أَلَا
خَيْرٌ تَنْتَ إِذَا كُنْتَ رَمَادًا۔

اگر مجھ کو جنت و دوزخ کے درمیان کھڑا کر کے
 کہیں کہ ان میں سے جو تم کو پسند ہے اس میں چلے جاؤ
 اور چاہو تو خاک ہو جاؤ تو میں خاک ہو جانا پسند
 کروں گا۔

نیکیوں میں ہمت کی ضرورت

(۶۹) **إِنَّ الْجَنَّةَ حَفَّتْ بِالْمَكَارِهِ وَالنَّارَ**
حَفَّتْ بِطَيِّبَاتِهَا

جنت چھپی ہوئی ہے ناگوار باتوں سے اور جہنم پر
 سہ حلیتہ ص ۱۳۸۔ سہ انسان بغیر ناگوار می برداشت کئے نیک اعمال نہیں کر سکتا اور
 جب عمل نیک نہ ہوں گے تو جنت سے محرومی ہوگی ناگوار باتوں کو برداشت کرنے کے لیے نیکیوں سے
 محبت کو لازموری ہے نفس کی ہرگز زور پورا کرنے کا انجام جہنم ہے۔

النَّارِ حَفَّتْ بِالشَّهَوَاتِ فَمَنْ اطلع واقع ما وراءه .
 پردہ ہے نفسانی خواہشات کا جو جھانکتا ہے
 تعجب نہیں کہ پیچھے گر پڑے .

انفکائے اعمال صالحہ

(۷۰) اذا أصبح احدكم صائماً
 فليتحلى واذا تصدق بصدقة
 بيمنيه فليخفها عن شماله
 واذا صلى صلاة اوصلى
 تطوعاً فليصلها في داخله .
 جب تم روزہ رکھو دتیل لگاؤ کنگھی کرو
 تمہاری صورت شکل سے ہٹائے روزے
 کا پتہ نہ چلے اور جب تم دائیں ہاتھ سے
 خیرات کرو تو بائیں ہاتھ سے چھپاؤ اور جب
 تم نفل پڑھو تو انذر کے حصے میں پڑھو
 لوگوں کو علم نہ ہو

التجاء الى الله

(۷۱) قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم
 داود امرضاكم بالصدقة وحصنوا
 اموالكم بالزكاة واكثر من اللبائع الدعاء
 حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے علاج کرو اپنے
 بیماروں کا صدقہ کے ذریعہ اور نگرانی کرو اپنے مال کی نذر
 کے ذریعہ اور مصیبتوں کے لئے دعا کو تیار رکھو

تقوی

(۷۲) كتابنا ع شعة اعشار
 ہم دس میں سے نو حلال چیزوں کو چھوڑ دیتے

۱۲۲ حضرت عبداللہ کی دوسری روایت میں ہے کہ روزہ میں تیل لگاؤ روزہ میں تیل لگانے سے تسکین ہے گی۔
 ۳۸۲ سے مبسوطہ نمبر ۱۲ ص ۱۹۹ ج ۱۰۹ ہم سے بچنے کے لئے بڑی کوشش کی ضرورت اور جب تک وہ
 احتیاط نہ بریں تو ہم جنم سے بہیں بچ سکتے یعنی نو حلال چیزوں کو ہم اس لئے چھوڑ دیں کہ دسویں حرام چیز کی طرف
 ہم کو رغبت ہو کیونکہ انسان کا حال یہ ہے کہ جب ایک خواہش پوری ہوتی ہے تو اس کو تسکین نہیں ہوتی
 بلکہ دوسری خواہش پیدا ہو جاتی ہے۔ جب اس کو پورا کر لیتا ہے تو بس نہیں کرتا بلکہ اور خواہشیں پیدا
 ہو جاتی ہیں یہاں تک کہ حرام میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

سرچشمہ باید گرفتن بہیل

چو پشیدن باید گرفتن بہیل

لللال مخافة الحرام۔ تمھے اس ڈر سے کہ کہیں حرام میں گرفتار نہ ہو جائیں
اللہ تعالیٰ سے دل لگانے کا طریقہ

(۴۳) من استطاع منكم ان يجعل
كنزاً في السماء حيث لا ياكله
السوس ولا يناله السرّات
فليفعل فان قلب الرجل
مع خزائه۔
تم میں سے جس سے ہو سکے اپنا خزانہ آسمان میں
محفوظ کرے جہاں نہ کیڑے کھا سکتے ہیں نہ پوچھا
سکتے ہیں آدمی کا دل اپنے خزانہ سے لگا رہتا ہے۔
دو انسان کا دل اللہ سے لگا رہتا ہے)

نماز کا فائدہ

(۴۲) قال ما دمت في صلاة فانت
تفتح باب الملك، ومن يفتح
باب الملك يفتح له۔
جب تم نماز میں ہوتے ہو تو شاہ کے دروازہ کو
دنگ دیتے ہو اور جو شاہ کے دروازے کو دنگ
دیتا ہے گا ایک نہ ایک دن دروازہ کھل ہی جائے گا،
اہمیت صلوٰۃ

(۴۵) قال استوالی الصلوٰۃ فقد مشی الیہا
من هو خير منكم البرکرو وعمرو
المهاجرون والانصار قاربوا الخطي واكثروا
ذکر اللہ عزوجل ولا علیک
ان لاتصحب احد الا من
اعانک علی ذکر اللہ ﷻ
چلو تم نماز کی طرف کیونکہ تم میں سے جو بہتر تھے ابو بکرؓ
اور مہاجرینؓ والانصار یہ سب نماز کے لئے پھل کر آئے ہیں
اور چھوٹے چھوٹے قدم رکھو اور اللہ کو خوب یاد کرو
اور اس میں کچھ مضائقہ نہیں ہے کہ تمہارے ساتھ
کوئی نہ ہو مگر جو اللہ کی یاد پر تھیں مدد دے۔

بچوں کو نماز کی تاکید

(۴۶) حافظوا علی ابنائکم فی الصلوٰۃ
پابند بناؤ اپنے بچوں کو نماز کا اور پھیر سکی

۱۔ بیہقی ج ۲ ص ۲۸۶ نماز پر دعتا ہے درحقیقت وہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کے لئے
صد لگانا ہے۔ فقیرانہ آئے مدد کر چلے۔ ۲۔ بیہقی ج ۳ ص ۲۲۹۔

ثم تعود الخیرنا ما الخیر بالعادة ^۱ کا عادی بناؤ۔ کیونکہ نیکی عادت ڈالنے ہی سے

ہوتی ہے۔

احتیاط کرنے کی باتیں

(۷۶) قولوا خیراً تعرفوا بہ واعملوا بہ
اچھی بات کہو تاکہ اچھائی سے پچھانے جاؤ اور
نیکی پر عمل کرو تاکہ اچھے ہو جاؤ۔ جلد باز اور برائی
مزا بیع بیداراً۔ پھیلانے والے، راز ظاہر کرنے والے نہ بنو۔

امانت کی اہمیت

(۷۷) اول ما تفقدون من دینکم
سب پہلی چیز جو ہٹنے سے دین کی جاتی ہے گئی
الامانة و آخر ما تفقدون
وہ امانت ہے اور سب آخر میں لوگ نماز سے
الصلوة و سیصلی قوم لادین
بے پرواہ ہونے شروع ہوں گے پھر بے دین قوم
لہم
جہنم میں جائے گی۔ امانت میں خیانت سے دین میں
نقص آجاتا ہے اور نماز سے بے پروائی سے دین
جانا رہتا ہے۔

(۷۹) القتل فی سبیل اللہ یکفر کل
اللہ کے راستہ میں شہادت امانت کے سوا ہر گناہ
ذنبہ از الامانة یوتی الصاحبھا
کا کفارہ بن جاتی ہے جو شخص اللہ کے راستہ میں شہید
وان کان قتل فی سبیل اللہ
ہوگا تو اس سے کہا جائے گا تو اپنی امانت ادا کر لو وہ
فیقال لہ اذ امانتک فیقول
شہید کہے گا کہ دنیا تو ختم ہو گئی میں کہاں سے ادا کروں

۱۔ بیہقی ج ۳ ص ۸۴ صرف کسی کام کا بہتر ہونا اس کے لئے کافی نہیں ہے کہ انسان اس پر عمل کر ہی لے
بزرگوں کو چاہیے کہ اپنے زیر دستوں کو بار بار نصیحت کریں اور محبت سے شوق دلائیں نیکی کا عادی بنائیں

تب جا کر انسان نیک بنتا ہے۔ ۲۔ بیہقی ج ۶ ص ۲۸۹۔

اللہ تعالیٰ کہے گا اس کو جہنم میں لے جاؤ جب
وہ جہنم کی تہ میں پہنچے گا تو اس کی امانت اس کے سامنے
لائی جائے گی جیسی کہ امانت کے سپرد کرنے کے
وقت مہتی اس کو وہ اپنی گردن پر ہمیشہ ہمیشہ
کے لئے اٹھائے رہے گا اور حضرت عبداللہ بن مسعود
نے یہ آیت پڑھی۔

اللہم کو حکم دیتا ہے کہ امانتیں ان کے
مالک کے پاس پہنچاؤ۔

رب ذہبت الدینا فمن
این اژدہا نبقول اذہوا
بہ الی الهاویۃ حتی اذا اتی
بہ الی قرار الهاویۃ مثلت
لہ امانتہ کیوہم دفعت الیہ
فیحملہا علی رقبتہ فی اثرہا
ابدأ وقراء عبد اللہ ان اللہ یامرکم
ان تؤدوا الامانات الی
اهلہا۔

تقدیر پر ایمان

نبوت کے بعد کوئی کفر نہیں ہوا ہے مگر اس کی
ابتداء تقدیر پر ایمان لانے سے ہوتی ہے یعنی مذہبی
اسی تقدیر کا انکار کہے کہ کفر کی راہ اختیار کرتا ہے
یہ وہ زمانہ ہے جس سے ہم ڈرائے جاتے تھے اس
حدیث میں جو کعب نے بروایت ابن مسعود
بیان کی ہے۔

اگر یہ زمانہ باقی رہ گیا تو کوئی شخص جو ہم میں سے
اس کا غم نہ کرے اور نہ کسی بچے کی پرورش پر غم ہوگی۔

(۸۰) ما کان کفر بعد نبوۃ قط الا
کان مفتاحہ التکذیب
بالقدرۃ

(۸۱) انشد نوح بن سلام فی زمل الزمان
ہذا الزمان الذی کنا نجد
نیما یجدت کعب عن ابن مسعود
ان دام ذالده لم یخزن علی احد
یموت منا ولم یفرح بمولود۔

۱۔ بیہقی ج ۶ ص ۲۸۸۔ ۲۔ العقد الفرید ج ۲ ص ۱۳۸۱ القول فی القدر ۳۔ العقد الفرید ج ۲ باب ذم
الزمان ص ۱۳۲۱ دور الشراہ اس طرح بھی منقول ہے۔ ان دام هذا اولم یجدت لہ فرج
لم یبک میت ولم یفرح بمولود۔

(۸۲) اِيَّاكُمْ حَزَا شِزَّ الْقُلُوبِ وَمَا
 حَزَنِي قَلْبُكَ عَنْ شَيْءٍ فِدْعَهُ
 آپ نے فرمایا کہ تم دلوں کی کھٹک سے
 بچو اور جو چیز تمھارے دل میں کھٹکے اس کو چھوڑ دو۔
 آئینہ خود شناسی

(۸۳) لَا يَشْبَهُ الزُّرِّيُّ الزُّرِّيَّ حَتَّى
 تَشْبَهُ الْقُلُوبُ الْقُلُوبَ .
 وضع سے وضع نہیں ملتی جب تک دل
 سے دل نہ ملے۔

ریا کاری سے اجتناب

(۸۴) مَنْ أَرَى فِي الدُّنْيَا رَأْيًا لِلَّهِ
 بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَمَنْ سَمِعَ فِي
 الدُّنْيَا سَمْعًا لِلَّهِ بِهِ يَوْمَ
 الْقِيَامَةِ وَمَنْ يَتَطَاوَلُ تَعْظِيمًا
 يَضِيعَهُ اللَّهُ وَمَنْ يَتَوَاضَعُ
 تَخَشَعًا يَرْفَعَهُ اللَّهُ ﷺ
 جو دنیا میں دکھا لے کے لئے کام کرتا ہے اللہ
 بھی تیا مت میں اس کے ساتھ دکھا لے گا بڑا بڑا کرے گا
 اور جو دنیا میں سنانے کے لئے کام کرتا ہے اللہ
 تیا مت کے دن اس کی بے عزتی سنانے کا جو اپنے
 کو بڑا سمجھ کر بڑا بنتا ہے اللہ اس کو ذلیل کرے گا
 اور جو اللہ سے ڈر کر تواضع کرتا ہے اللہ اس کو
 بلند کرے گا۔

ایمان و عمل صالح کی اہمیت

(۸۵) لَوْ دِدْتُ اَنْي اَعْلَمَاتًا اللّٰهُ غَفِرِي
 ذَنْبًا مِنْ ذُنُوبِي وَاَنْي لَا اِيْلٰهَ اِىَّ
 میری تمنی ہے کہ مجھے معلوم ہو جائے کہ اللہ نے میرے
 گناہ معاف کر دیئے تو مجھے اس کی کوئی پروا نہیں

۱۔ ازالۃ الخفا کے الفاظ میں دعویٰ الحکاکات فناہا الاثم الاثم ما حک فی صدرک ج ۲ ص ۱۸۵ مقصد دوم
 ۲۔ دوسریں کی تناؤں کو جب ہم اپنے میں پیدا کرتے ہیں تو ہم ان ہی کی جیسی صورت شکل رنگ و خفا لختیا
 کر لیتے ہیں جب تک مقصد میں اتحاد نہیں ہوتا دوسرے کی بات میں کمال نظر نہیں آتا ۱۲) ۳۔ حلیۃ ص ۱۳۸
 اس کو تیا مت کے دن ایک ایسے مقام پر دکھا جائے گا جس کو وہ جنت خیال کرے گا اس سے
 کہا جائے گا کہ اس میں چلے جاؤ وہ ذوق و شوق سے جائے گا تو وہ دوزخ ہوگی ۱۲
 ۴۔ انکساری سے سر بلند ہوتی ہے۔

ولد آدم ولدانی۔

کہ میں کس کا بیٹا ہوں۔

تھوڑے تھوڑے عمل کے تسلسل سے اپنا مقصد حاصل کرنا اہم بات ہے

(۸۶) مثل المحقرات من الاعمال مثل

قوم نزلوا من لالیس بد حطب و

معهم لحم فلم یز الولیقظون

حتی جمعوا ما نضجوا به

لحمهم۔

چھوٹے چھوٹے عملوں کی مثال ایسی ہے کہ گویا ایک

قوم ایسی جگہ اتری جہاں لکڑی نہ تھی اور اس کے

پاس گوشت تھا وہ لوگ لکڑیاں برابر چیتے رہے

یہاں تک کہ گوشت پکانے کے لاکڑی لکڑیاں جمع

کر لیں۔

اللہ تعالیٰ کی محبت کی پہچان

(۸۷) ان الله يعطي الدنيا من يحب و

من لا يحب ولا يعطي الايمان

الا من يحب فاذا احب الله

عبدا اعطاه الله الايمان۔

(۸۸) والذی لا اله غیرہ ما اصبیح

عند آل عبد الله ما یرجو

بے شک اللہ دنیا کو دیتا ہے جو اس کا محبوب ہو

اور اس کو بھی جس کو اللہ ناپسند کرتا ہے جو ایمان نہیں

دیتا سوائے اپنے محبوب کے تو اللہ تعالیٰ جس بند

سے محبت کرتا ہے اس کو ایمان کی دولت دیتا ہے۔

آپ فرمایا تمہیں اس ذات کی کہ جس کو کوئی

دوسرا محبوب نہیں میرے خاندان میں کوئی ایسی

سہ آخرت کی عزت نجات میں ہے۔ نجات کے بعد دنیا کی عزت کی پردہ نہیں کرتا خاندان کی

اہمیت نہیں ہے، ہنرمند سے نجات حاصل کر لینا اہم بات ہے۔ سہ الادب المفرد اہم بخاری۔

سہ حلیۃ الاولیاء ص ۱۳۲ شرک نہ کرے توحید کی برکت سے انسان کو اللہ تعالیٰ استدراج و عذاب

دونوں سے محفوظ رکھتا ہے۔ لا اله الا الله حصن و من رحل حصن امن من عذابی (حصن حصین)

جو مصیبت میں پر آتی ہے وہ اس کے گناہوں کا کفارہ بنتی ہے یعنی مصیبت اس امتحان

کے لئے آتی ہے کہ ہمارے ایمان میں کس قدر سختگی ہے گناہ برکتے ہیں کتنے راضی بہ

قضائے ربی ہیں۔

چیز نہیں جس سے مجھے توقع ہو کہ اللہ تعالیٰ مجھے
عطا کرے گا، یا مجھ سے کس مصیبت کو دور کرے
گا۔ بجز اس عقیدے کے کہ میں اللہ کا کسی کو تروپ
نہیں کرتا۔

تم میں سے کوئی نہیں مگر اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ تجلیہ
کے گا جیسا کہ تم چاند کے ساتھ چودھویں رات
میں تجلیہ کرتے ہو اللہ تعالیٰ پوچھے گا کہ میرے بارے
میں کس چیز نے تم کو دھوکہ میں رکھا ہے ابن آدم تم
نے رسولوں کی اور قرآن کی دعوت قبول کی یعنی
ضرزبان سے یا عمل سے علم پر کیا عمل کیا۔

لوگوں کے سامنے نیامت میں تین دفتر پیش کئے
جاہیں گے ایک میں نیکیاں ہوں گی دوسری میں
نعمتیں اور تیسری میں برائیاں یکسوں کے دفتر
کا مقابلہ نعمتوں کے دفتر سے کیا جائے گا۔ اب نعمتیں
نیکیوں کے مقابلہ میں شمار کر دی جائیں گی۔ اور
برائیاں باقی رہ جائیں گی ان کا اللہ تعالیٰ کو
اختیار ہے چاہے وہ امانت کرے اور

چاہے سزا دے۔

۱۴۱۔ کیا میں نے اختیارات کسی کو دے دیئے تھے کہ اس کے خوشی کہنے کو تم
کافی سمجھا کیا کوئی برابر مغرب بندہ کسی کی سفارشوں کی نافرمانی کے باوجود کر سکتا ہے؟ میری نافرمانی
میں ہو مگر بھی سعی و سفارشوں سے کام چل جائے؟

ان يعطيه مما الله به خير او
يدفع عنهم به سوء ال
الا ان الله تد عليم ان عبد
لا يشرك به شيئاً.

(۸۹) فقال مما نكم من احد الا ان
ربه تعالى سيخلمه كما يخلو
احدكم بالقتل لية البد وتقول
يا ابن ادم ما شرت بي ابن ادم
ماذا اجبت المرسلين؟ ابن
آدم ماذا عملت فيما علمت

(۹۰) يعرض الناس يوم القيامة على
ثلاثة دواب في ديوان نيه العنا
وديوان نيه النعيم وديوان نيه
السيمات فيقابل بد ديوان
الحنات وديوان النعيم فيتفرغ
النعيم الحنات وتبقى السيمات
ومشيتها الى الله ان شاء الله

عذب وان شاء غفور

میں تمنا کرتا ہوں کہ ڈونکیاں ایک برائی کے بدلے
سے جا رہی تو میں راضی ہوں۔

خطا اور غلطی سے تم کوئی کام کرو تو مجھے اسکے بارے میں
ڈر نہیں ہے مگر جان بوجھ کر جو گناہ کرتے ہو تو وہ
پناہ مانگنے کی چیز ہے میں اس سے نہیں ڈرتا کہ تم
اپنے اعمال کو کم خیال کرو بلکہ اس کا خوف ہے
کہ تم کہیں اپنے اعمال کو بہت نہ سمجھ لو۔

مومن اپنے گناہ کو پہاڑ برابر یقین کرتا ہے اور
ڈرتا ہے کہ اس کے اوپر نہ گر پڑے اور منافق
اپنے گناہ کو شل مکھی خیال کرتا ہے جو ناک پر چڑھی
اور اڑ گئی۔

جس بندے کے گناہ پر اللہ تعالیٰ نے پردہ ڈالا
(اس کے فضل سے) تو قیامت ہے کہ آخرت میں بھی اس
کو پردے میں رکھے گا۔

آپ نے فرمایا قیامت کے دن ہر شخص اس کی تمنا

(۹۱) رَدِّتْ اُنِّیْ صَوْلِحْتَ عَلٰی تَسْعِ
مَسِيَّاتٍ وَحَسَنَةٍ۔

(۹۲) اِنِّیْ لَا اَخَافُ عَلَیْكُمْ فِی
الْخَطَاِءِ وَّلٰكِنْ اَخَافُ عَلَیْكُمْ
فِی الْعَمَلِ اِنِّیْ لَا اَخَافُ عَلَیْكُمْ
اِنْ تَسْتَقْلُوا اَعْمَالَكُمْ وَّلٰكِنْ
الْخَافُ عَلَیْكُمْ اِنْ تَسْتَلْکُتُوْهُمَا۔

(۹۳) الْمَوْءِنُ بِرِیْ ذَنْبِهِ كَاَنْهٖ مَخْرَجٌ
يَخَافُ اِنْ نَفَعَ عَلَيْهِ وَالْمَنَافِقُ
بِرِیْ ذَنْبِهِ كَنْزٍ بَابٍ رَفَعَ عَلٰی
اَنْفِهِ فَنظَارَ فَنذَهَبُ۔

(۹۴) لَا يَسْتُرُ اللّٰهُ عَلٰی عَبْدٍ فِی الدُّنْيَا
الْاَسْتِرَ عَلَيْهِ فِی الْاٰخِرَةِ۔

(۹۵) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ، مَا اَحَدٌ

سے برائی سے اتنا کانپتے تھے کہ ایک برائی معاف کر دیے جانے کے بدلے میں دس نیکیوں سے دست برداری
پر راضی تھے ایسا شخص کس قدر بڑائیوں سے دور رہتا ہوگا۔ اس کا اندازہ کر لیا جائے۔

تو معمول چوک سے آدمی سے گناہ ہو جائے تو یہ اتنی خطر سے کی بات نہیں ہے جتنی یہ بات خطرے کی ہے
کہ آدمی دنیا کا نفع حاصل کرنے کے لئے بڑے بڑے کام کرے اور ان کی پڑاؤ نہ کرے یا یہ کہ غنڈہ ٹی بہت
عبادت کرے یا کچھ نیک کام۔ تو اسی کو نجات کے لئے کافی سمجھے۔ ۱۳۷ جلیتہ ص ۱۳۷

من الناس يوم القيامة الا
 يتمنى انه كان ياكل في الدنيا
 قوتاً وما يضر احدكم على
 ما اصبح وامسى من الدنيا الا
 ان تكون في النفس حزازة ولان
 بعض احدكم على حمة حتى تطفأ
 كمرے گا کہ دنیا میں مقوڑی روزی ملتی تم کو اس سے
 کچھ نقصان نہیں پہنچتا۔ صبح شام میں جو مختاری کشت
 ہو صرف دل میں اکبر، کٹنگ رہتی ہے تم لوگ کو دانت
 سے وبالو یہاں تک کہ وہ کچھ جائے وہ اس سے
 بہت بہتر ہے کہ کسی تقدیری امر کو یہ کہو کہ کاش
 یہ نہ ہوتا۔

لم یکن خیر من ان یقول لامر قضاہ اللہ لیت هذا

(۹۶) عن ابی عثمان عن ابن مسعود انه
 كان یجالسه بالحرفۃ فبینما
 هو یومئ فی صفة له وتحتہ
 فلانة فلانة امرأتان ذواتا
 منصب یمالی ولہ منہما
 ولد کاحسن الولد اذ شقیق
 علی رأسہ عصفور ثم قدت
 اذی بطنہ فنکت بیدہ اذ قال
 لان یموت ال عبد اللہ ثم اتبعہم
 اقبل من ان یموت هذا العصفور
 ابو عثمان کہتے ہیں کہ کوفہ میں میری مجلس عبداللہ
 ابن مسعود کے پاس ہوا کہ تی تھی ایک دن آپ ایک
 چوڑے پر بیٹھے تھے اور اس وقت آپ کے پاس
 آپ کی دو بیویاں بڑی خاندانی اور حسین کھتی
 اور ان دونوں کے بیچ میں ایک ہی لڑکا تھا
 نہایت خوبصورت ایک چڑیا چھپائی اور اس نے
 بیٹ کے دی آپ نے اپنے ہاتھ سے اسے
 پونچھ دیا اور فرمایا کہ میرا لڑکا خاندان مرگا
 پھر میں مرجاؤں اس سے بہت بہتر ہے کہ
 یہ چڑیا مرے۔

لہ تقدیر پر اعتراض بہت بڑی بات ہے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی فرماتے ہیں کہ عیبت کے وقت
 اللہ تعالیٰ پر اعتراض، دین، ایمان، اخلاص کی موت ہے للاعتراض علی اللہ عند نزول البیان موت الدین۔ موت
 الایمان، موت الاخلاص۔ لہ حیبتہ الایاء ص ۱۳۲ اگر چڑیا کے بیٹ کے لئے سے مجھے غصہ آجائے اور
 میں اسے مار دوں اس سے زبان چڑھتی ہے کہ میرے بال بچے مر جائیں۔

فتنہ و فساد

(۹۶) ذہبت صفو الدنیا و بقی کدرها
فالموت الیوم تحفة بکل مسلم
صاف دنیا ختم ہو گئی۔ گدلی دنیا رہ گئی کن کوئی
ہی مسلمان کے لیے تحفہ ہے۔

جزا ستر

(۹۸) لا یجعل اللہ عزوجل من لہ
سهم فی الاسلام کمین لاسهم
لہ ولا یتولی اللہ عبدا فی الدنیا
الا تولاه غیرہ یوم القیامۃ
ولا یحب رجل قوما الا حبوا
معمومہ

اللہ تعالیٰ ایسے شخص کا اسلام میں حصہ ہے اس کو
دیبا نہ بنائے گا جس کا اسلام میں کوئی حصہ نہیں
کوئی بندہ دنیا میں اللہ تعالیٰ سے محبت نہیں کرتا
قیامت میں اللہ تعالیٰ ایسا نہ کرے گا کہ اس کو چھوڑ
اللہ دوسرے سے محبت کرے اور کوئی شخص قوم سے
محبت نہیں کرتا مگر اس کا مشران کے ساتھ ہوتا ہے۔

(۹۹) انه کان یقول اذا تعد انکم
فی ممر اللیل والنهار فی احوال
متقومۃ واعمال محفوظۃ
والموت یاتی بغتۃ فمن
یزرع خیرا یوشک ان یرصد
رعۃ ومن یزرع شرا الویشک ان
ان یرصد ثامۃ و لکل
زارع عقل ما زرع لا یریب

حضرت ابن مسعودؓ جب بیٹھے تو فرماتے کہ تم بہت
تھوڑی عمر میں دن اور رات کی گزرگاہ میں مواعمال
مخفوظ رہ جائیں گے مگر اچانک آجائے گی تیرے
کہ جس چیز کی تخم ریزی کرے گا وہ اپنی بونی ہوئی
پھر خوش خوش کائے گا اور جو بُرائی کی تخم ریزی
کرے گا بہت قریب کہ اس کو کھچتا وہ ہو۔
لیکن ہر لہنے والے کو ہی ملے گا جو اس نے بویا
جو عمل میں دیکر کہتا ہے وہ اپنا حصہ جلد نہیں

سلہ حلیتہ ص ۱۳۱ صحابہ کا دور ختم ہو گیا فتنہ و فساد شروع ہو گیا۔

۱۳۶ ص ۱۳۶

بطوعاً بحفظہ ولا یدرک
 حرصی ما لم یقدر لہ فمن
 اعطی خیرا فادلہ تعالیٰ اعطاه
 ومن ذقی شراً فادلہ تعالیٰ
 رقاہ المتقون سادۃ و
 الفقہا قادۃ و مجالستہم
 زیادۃ۔

(۱۰۰) ما منکم الا ضیف و مالہ عاریۃ
 والضيف مر محل والعارية
 مؤذاة الى اهلها۔

دنیا کس طرح گذاری جائے

(۱۰۱) و ددت الی من الدنیا فردک العافی
 الراكب المرائح۔

تواضع کی پہچان

(۱۰۲) ان من رأس التواضع ان ترضی
 بالذون من شرف المجلس
 وان تبدأ بالسلام من لقیته

تواضع میں چوٹی کی چیز یہ ہے کہ کم درجہ کی جگہ
 پر بیٹھنے سے تم ناراض نہ ہو اور جو تمہارے سامنے آئے
 اسے سلام کرنے میں تم پہل کرو۔

لہ ہم وہ چیز طلب کرتے ہیں جو مقدر میں ہمیں پہنچا دے یا ہمیں تعلیم اس دعا میں دی گئی ہے۔ اللہم لا یاتی
 بالحنات الا انت ولا یصرف السیئات الا انت ولا حول ولا قوۃ الا بیدک

سے ازالۃ الخفاص ۱۸۶۔

شانِ مومن

(۱۰۳) المومن مالف ولاخیر فی
مومن الفت مزاج ہوتا ہے اس شخص میں خیر نہیں
من لایا لئف ولا یؤلف۔ کسی صحبت کرتا ہے نہ اس صحبت کی جاتی ہے۔

خواہشاتِ نفس کا انجام

(۱۰۴) الحق ثقیل مرئ والباطل
حق دشوار ہے (دیر میں) اس کی لذت کا
خفیف ربی ورب۔ اور آگ ہوتا ہے ناسخ آسان ہے دیر سے اس
شهوة تورث حزناً کی ناگواری نصوس ہوتی ہے اور بہت سی شہوتیں
طویلاً۔ غم کا سبب بن جاتی ہیں۔

عمل میں تسلسل اور تواتر

(۱۰۵) لا تفتروا فتھلکو
احمال میں سستی نہ کرو (عمال سے نہ ٹھکوا) برباد
ہو جاؤ گے۔

اپنے عمل اور بے عملی کے نتیجہ کو دور نہ سمجھو

(۱۰۶) کل ما هو آت قریب
وہ چیز جو آنے والی ہے وہ قریب ہی ہے۔

نیکی کے اوقات

(۱۰۷) ان للقلوب شهوة واقبالا
آپ نے فرمایا دل کو کسی وقت رغبت ہوتی ہے
وان للقلوب فترة اور متوجہ ہوتا ہے اور کسی وقت بے رغبت
وادباراً فاعتموها ہوتا ہے اور بے توجہ، جس وقت اس کو توجہ ہو

۱۔ ازالۃ الخفاص ۱۸۶ ۲۔ اس نے اپنا مزاج ایسا بنا لیا ہے کہ کوئی اس سے بے تکلف نہیں ہوتا۔

اور نہ اس سے محبت کرتا ہے ۳۔ حلیۃ ص ۱۳۴

۴۔ ذوق و شوق کی عبادت نفس کو راحت پہنچاتی ہے۔

عند شہوتہا و دعوہا عند
فترتہا و ادبارہا۔
چلے کہ اس کو غنیمت سمجھو اور اللہ کو یاد کرو اور اس وقت
جس وقت کند ہو اور بے توجہ ہو اس وقت چھوڑ دو۔

بیکار بالقول سے اجتناب

(۱۰۸) قال رجل لعبد اوصنی یا ابا
عبدالرحمن قال وایعب بینک
واکفف لسانک وایک علی ذکر
خطیبتک۔
ای شخص نے آپ سے فرمائش کی کہ مجھے وصیت
کیجئے آپ نے فرمایا کہ تمہارا گھر تم کو گھیرے رہے
اپنی زبان کو روک رکھو اپنے گناہوں کو یاد
کر کے روؤ۔

(۱۰۹) قال ولعلہ الذی لا الہ الا هو ما علی
ظہر الارض شی اخرج الی طول
سجن من لسان۔
آپ نے قسم کھا کر فرمایا کہ زمین میں سب سے
زیادہ قید میں رکھنے کی چیز زبان سے زیادہ
کوئی نہیں۔

حسد

(۱۱۰) لا تغادوا نعم اللہ قبل لہ
ومن یغادی نعم اللہ قال الذین
یجسدون الناس علی ما اناھم
اللہ من فضلہ۔
اللہ کی نعمتوں سے دشمنی مت کرو۔ آپ سے پوچھا
گیا کہ اللہ کی نعمتوں سے کون دشمنی کرتا ہے
تو آپ نے فرمایا کہ وہ لوگ جو ان لوگوں سے حسد
کرتے ہیں جن پر اللہ نے اپنا فضل کیا ہے۔

بدعت

(۱۱۱) الا تضاد فی السنہ احسن
سنت میں میانہ روی بدعت میں بڑی سخت

سنت مفسول باتیں نہ کرو اور اس میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے باز رہنے کی اجازت نہیں آپ کے
مجاز سے حضرت عبدالرحمن کے بیان میں یہ نصیحت گزر چکی ہے اس میں کف لسان کے

بجائے اوصیہ بتقوی اللہ ہے۔ ۲۷ حلیہ ص ۱۳۲

۲۷ باب الحدیث ۲۲۰ العقد الفرید ج ۲۔

من الاجتهاد في البدعة اٹھانے سے زیادہ بہتر ہے۔

عزت نفس

(۱۱۲) قال رسول الله صلى الله عليه وسلم
 الايدي ثلاثة ايدى فيد الله
 العيا ويدا المعطى تليها ويدا
 السائل اسفل الى يوم القيامة
 ناستغفوا من السؤال ما استطعتم

فرمایا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تین ہاتھ
 ہیں اللہ کا ہاتھ سب سے بلند ہاتھ ہے اور دنیا والے
 کا ہاتھ اللہ سے پلا ہوا ہے اور سائل کا ہاتھ
 قیامت تک نیچے ہے جہاں تک ہو سکے تم
 سوال سے دُور رہو۔

(۱۱۳) لا تعجبوا محمد الناس ولا
 بذمهم فان الرجل يعجب
 اليوم ويسوء لك عند الله
 بسوءك اليوم ويعجبك
 عند الله ان العباد يغيرون والله
 يغير الذنوب يوم القيامة
 والله ارحم لعباده يوم تاتيهِ
 من ام واحد فرشت له في
 ارض نعي ثم قامت تلتس
 فراشه بيدها فان كانت
 لدغتك كانت بها وان كانت
 مشوكة كانت بها۔

لوگوں کی تعریف و مذمت کی کچھ پروا نہ کرو
 کیونکہ آدمی آج خوش ہوتا ہے اور کل ناراض
 ہو جاتا ہے آدمی اذیتا بدلتا رہتا ہے اور
 اللہ قیامت کے دن اپنے بندوں کے گناہوں
 کو معاف کرے گا اللہ تعالیٰ اس کی ماں سے
 زیادہ مہربان ہو گا جس نے سایہ میں اپنے
 بچہ کے لئے بچھونا بچھایا ہو مگر اس کے نیچے ہاتھ
 ڈال کر دکھیتی ہو کہ اگر کوئی کاٹنے والا جانو
 ہو تو اسی کے ہاتھ میں کاٹ لے اور اگر کوئی
 کاٹا ہو تو اس کے ہاتھ میں چبھے

اندھی تقلید سے ممانعت

(۱۱۴) قال عبد الله لا يكون من
 احدكم معة قالوا وما الامعة
 ما اباعيد الرحمن قال يقول
 انا مع الناس ان اهتدوا اهتدوا
 وان ضلوا ضللت الى وطن
 احدكم نفسه على ان كفر الناس
 ان لا يكفر

آپ نے فرمایا امعة نہ بنو لوگوں نے پوچھا امعہ
 کیا ہوتا ہے آپ نے فرمایا جو لوگوں سے کہتا
 میں تھا سے ساتھ میں اگر وہ میری راہ چلیں
 تو میں بھی اسی راہ پر رہوں گا اپنے نفس کو
 اس کی عادت ڈالو کہ اگر لوگ کفر کی راہ پر
 جا رہے ہیں تو تم ہرگز نہ چلو۔

جہالت کی گرم بازاری

(۱۱۵) عن عبد الله قال رسول الله
 صلى الله عليه وسلم خيف انتم
 اذا الهتمكم فتنه
 يريدونها الصغير ويهيم
 فيها الكبير واذا ترك منها شيء
 قيل تركت سنة قالوا مق
 ذلك يا رسول الله قال اذا
 كثرت اذكم وقلت علماء وكم

آپ نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
 ہے کہ جب فتنے گھیر لیں گے تو تم کیا کرو گے
 ایسا طریقہ اختیار کریں گے کہ بچہ بڑا ہو جائے گا
 اور بڑا بوڑھا ہو جائے گا اور کوئی چیز چھوڑ دی
 جائے گی تو کہا جائے گا کہ سنت چھوڑ دی گئی
 صحابہ نے پوچھا یا رسول اللہ یہ کب ہوگا؟
 آپ نے فرمایا: اذا كثرت اذكم وقلت علماء وكم
 یعنی جب قاسی لوگ بہت ہو جائیں گے اور

۱۔ المحقق دینہ الرجال فصل ۸۲ ص ۱۷۵ ابن القیم
 ص ۳۷ حلیۃ الاولیاء زمانہ کی پرواہ نہ کرو۔ حتیٰ پر قابو رہو خواہ کچھ ہی ہو جائے۔
 زمانہ با تو نشان و تو باز مانہ ستیز

و كثرت امرائهم
وقلت أمتائهم والتمت
الدين بعمل الآخرة وتفقت
لغير الله قال عبد الله
فأصبح حقيرتيها

علماء کم ہو جائیں گے اور دینا تذاو کم ہو جائیں
گے اور آخرت کے عمل سے دنیا حاصل کی جائے گی
اور دین کا علم اللہ کی مرضی کے علاوہ اور مقصد
کے لیے حاصل کیا جائے گا آپ نے فرمایا یہ باتیں
میں تم میں دیکھ رہا ہوں۔

یاد رفتگان

۱۱۶) قال عبد الله بن مسعود
من بر الحی بالہیت ان یصلی
من کان یصل اباه۔

حضرت نے فرمایا ایک زندہ کانیک سلوک
مردہ کے ساتھ یہ ہے کہ وہ اس کے ساتھ اچھا
سلوک کرے جو اس کے باپ کے ساتھ اچھا
سلوک کرتا تھا۔

ولی کی ذمہ داری

آپ کی خدمت میں ایک شخص اپنے بھتیجے کو لے کر آیا جو شراب میں مست تھا آپ نے
اسے اتنی دیر روکا کہ اس کا نشہ اُتر گیا۔ اس کے بعد درخت کی ایک شاخ منگوائی اور اس کے
پتے توڑ کر جلاؤ کو بلایا اور اس سے کہا تم اس کے چمڑے پر اس کوڑے سے ہاتھ کو ہاتھ کی
حد تک اٹھا کر مارو۔ اس قدر اُدپر نہ کرو کہ بغل نظر آنے لگے۔ پچانچہ جلاؤ کوڑا مارتا جاتا
تھا اور حضرت گنتے جاتے تھے یہاں تک کہ اس نے اتنی دُڑے مارے تو اس لڑکے کے چچا
نے کہا اے ابو عبد الرحمن یہ میرا بھتیجہ ہے اس کے علاوہ کوئی اور میرے اولاد نہیں ہے۔
یہ سن کر حضرت نے فرمایا۔

شراً العیروا الی الیتیمان صنت
تم جیسے یتیم کے مربی چچا کا بڑا ہونے والا ہے خدا کی قسم تم نے نہ

ملہ العقد القریب ج ۱۔ باب مواصلات لمن کان یواصل ابانک ص ۱۸۰ میں نے اس کے باپ پر احسان
کیا ہے اس کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنا باپ کا حق ادا کرنا ہے۔

والله ما احسنت ادمبه صغيرا
 و الاستوتنه كبيراً
 بیچن میں اس کو اچھا ادب سکھایا اور نہ ہی بڑے
 ہونے پر اس کی پردہ پوشی کی۔

اس کے بعد بیان فرمایا کہ اسلام میں سب سے پہلے حدیوں جاری ہوئی کہ رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک چور لایا گیا جس کی گواہی گزرنے کے بعد آنحضرت صلی اللہ
 علیہ وسلم نے اس کا ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا جب چور کو ہاتھ کاٹنے کے لئے لے جانے لگے
 تو وہ بڑی مایوسی سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دیکھ رہا تھا۔ بعض صحابہ کو
 اس پر ترس آیا اور انہوں نے آپ سے درگزر کرنے کی خواہش کی۔ اس پر آپ نے فرمایا۔

افلاکات هذا قبل ان	یہ بات اس چور کو میرے پاس لانے سے پہلے
تاتونن بہ فان	کیوں نہ ہوئی جب حاکم کو حد جاری کرنے
الامام اذا انتهى اليه	کی شہادت پہنچائی جائے تو پھر کسی کو حق
حد فليس لاحد ان يعلطه	نہیں ہے کہ غلط قرار دے۔

۱۲۸ (طبع حلب)

۱۹۸

ہمہ وقت حاضر رہنا صحابی پر غلط الزام

قرآن کریم نے چونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک کو اسوہ حسنہ قرار دیا ہے اور مسلمانوں کو بتلایا ہے کہ اللہ کی اطاعت کی شکل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی جائے۔ من یطع الرسول فقد اطاع اللہ (جس نے رسول کی اطاعت کی یقیناً اس نے اللہ کی اطاعت کی) اس لئے صحابہؓ کے زمانہ سے آج تک مسلمانوں کو آپ کی ذات مبارک کے ساتھ ہر زمانہ میں بڑی گرویدگی رہی ہے صحابہؓ کو آپ کے ساتھ جو کچھ لہانہ شینفتگی تھی اس کی مثال پیش کرنے سے تاریخ قاصد صحابہؓ اور ان کے عبادت نے آپ کی زندگی کی ایک ایک بات ایک ایک چیز تیرے گورز جاں بنایا۔ ہاں الیسا ہوا ہے کہ آپ کی حیات طیبہ کے مختلف اوقات میں آپ کے عمل میں اختلاف ہوا۔ امت نے ان جزئیات کو بھی نہیں مچلایا بلکہ تمام و کمال اپنے سینوں اور سینوں میں محفوظ کیا۔

ہر شخص ہر بات کو یاد رکھے یہ مشکل کام ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کا یہ نظم کیا کہ ایک صحابی نے ایک بات یاد رکھی تو دوسرے صحابی نے دوسری بات یاد رکھی۔ ایسے بھی صحابی ہیں جنہوں نے کسی کسی واقعہ میں ایک سے زیادہ وقتوں کی باتوں کو یاد رکھا

عرض کہ آپ کی زندگی کا کوئی پہلو ایسا نہیں ہے کہ جو امت کی نظر سے اوچل ہو۔ مختلف اوقات میں اپنی عمر کی مختلف حصوں میں آپ نے جو کچھ فرمایا بلکہ عمل کے مختلف پہلوؤں کو بھی اسلاف نے احلاف تک پہنچا پایا ہے یہ ضرور ہوگا کہ بعد کے حضرات میں سے کچھ لوگوں نے ایک پہلو پر زور دیا تو دوسرے حضرات نے دوسرے پہلو پر۔

انہیں باتوں نے آگے چل کر اختلافی مسائل کی شکل اختیار کر لی یہ مسائل عادت سے بھی تعلق رکھتے ہیں اور عبادت سے بھی۔ صلح کی ان تدبیروں سے بھی اور جنگ کی ان ضروریات سے بھی، نماز سے بھی اور روزہ سے بھی۔ عرض یہ کہ زندگی کے تقریباً سارے مسائل کو احاطہ کئے ہوئے ہیں۔ نماز جیسی پرسکون عبادت کے جن مسائل میں اختلاف ہے ان میں رفع یدین صرف تکبیر تحریمیہ کے وقت ہے؟ یا دوسرے انتقالات (رکوع، قومہ اور سجدہ کے قبل بھی) رفع یدین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے؟ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت براء بن عازبؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح طریقوں پر نقل کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف تکبیر تحریمیہ پر ہاتھ اٹھایا یا پھر نہیں۔ دوسرے صحابہ نے رکوع میں جاتے وقت، رکوع سے اٹھتے وقت، سجدہ کو جاتے وقت، سجدہ سے اٹھتے وقت، حتیٰ کہ سلام کے وقت بھی رفع یدین نقل کیا ہے۔ ہر فریق اپنے مذاق کی روایت کو قوی قرار دیتا ہے۔

اس سلسلہ میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے دونوں قسم کی روایتیں ہیں (۱) پردی نماز میں صرف ایک بار تحریمیہ کے وقت ہاتھ اٹھایا، جس کو اس سلسلہ کے فقہ کے

موسس حضرت امام مالکؒ نے اختیار فرمایا۔ (۲) رکوع میں جاتے وقت اور رکوع اٹھتے وقت دونوں حالتوں میں بھی ہاتھ اٹھایا۔ یہ حدیث صحیحین میں عن الزہری عن سالم عن ابن عمر کی سند کے ذریعہ مروی ہے کہ جس سند کے ذریعہ پہلی روایت ہے۔

ہندوستان میں جن چند مسائل کا کسی زمانہ میں چرچا ہوتا رہا ہے ان میں صرف یہی ایک مسئلہ ہے جس کی سند کے متعلق یہ سمجھا جاتا رہا ہے کہ صرف تکبیر تکبیر کے وقت رفع یدین کرنے والے اس کے مقابل کی سند نہیں پیش کر سکتے۔ ان سے کہا گیا کہ سلسلۃ الذہب کی یہ روایت ہماری تائید میں ہے اور تمہارے پاس سلسلۃ الذہب کی روایت نہیں ہے اور ان سے یہ مطالبہ کیا گیا کہ تم اپنی تائید میں سلسلۃ الذہب کی کوئی حدیث پیش کرو۔ سب سے پہلے اس مقابلہ میں اسی سند کی حدیث پیش کی جاتی ہے حضرت سالم اور حضرت نافع کا اس روایت مرفوع موقوف ہونے میں جو اختلاف ہے وہ پیش کیا جاتا ہے۔ اس مقالہ کے سوا کسی اور حکم یا استدلال نظر نہیں آگے۔ چونکہ حضرت ابن عمرؓ کی ایک ہی پسند سے دونوں حدیثیں زمین وقت رفع یدین، اور صرف تکبیر کے وقت رفع یدین کی حدیثیں مروی ہیں۔ اگر اذاعتنا رضا نسا قطا کے اصول پر اس حدیث کو استدلال کے قابل نہ قرار دیں تو پھر عبداللہ بن مسعود اور براء بن عذب کی حدیثوں کے پایہ کی کوئی حدیث زمین وقت رفع یدین کی نہیں پیش کی جاسکتی۔

حضرت عبداللہ بن مسعود پر لسیان کا غلط الزام

اور

اس پر محققانہ بحث

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے: الاصلی بکم صلاحۃ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم فصلی فلم یرفع ید یدہ الا اول مرۃ انتھی

۱۰ ابوداؤد باب من لم یذکر الرفع عند الركوع (جلد ۱ ص ۱۱۶)
وحسنہ الترمذی باب رفع الیدین وصحیحہ ابن خزیمہ فی المحلی
والنسائی ولفظہ، فرقع ید یدہ اول مرۃ ثم لم یعد. واحمد
بالکل یہی روایت حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے اسی سند سے ہے کہ جس سند سے رفع یدین
کی روایت بخاری و مسلم میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی ہے دونوں روایتوں کے راوی ایک
ہی ہیں۔ ایک روایت کو دوسری روایت پر ترجیح دینے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ چنانچہ
علامہ عابد سندھی المواہب اللطیفہ فی الحرم المسکونی علی مسند
الامام ابی حنیفہ میں لکھتے ہیں۔
(بقیہ صفحہ ۲۰۲ پر)

۱۰ مخطوطہ کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد

اس روایت پر بحث کرتے ہوئے حافظ ابو بکر احمد بن اسحاق بن ایوب نیشاپوری نے کہا کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے بھول گئے اور آپ کا بھولنا کوئی عجیب بات

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۰۱۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت کے ہم
مصنوع حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی بھی روایت
ہے جس کو بیہقی نے اپنے خلافیات میں اس
سن سے روایت کیا ہے۔ عن مالک عن
الزہری عن سالم عن ابن عمرؓ۔ عبداللہ بن
عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ
وسلم نماز شروع کرتے وقت ہاتھ
اٹھاتے تھے پھر اس کے بعد نہیں
اٹھاتے تھے حاکم اور بیہقی نے کہا کہ
عبداللہ بن عمرؓ کی یہ حدیث باطل ہے۔

قلت قد وثقني معنى حديث
ابن مسعود ايضاً ما اخرج به
البيهقي في خلافياته من
حديث مالك عن الزهري
عن سالم عن ابن عمر ^{رضي} الله
عليه وسلم كان يرفع
يديه اذا افتتح في الصلاة
ثم لا يعود قال الحاکم والبيهقي
حديث ابن عمر هذا باطل
موضوع لا يجوز ان يذكر

۱۔ ان کا پورا نام ابو بکر بن اسحاق بن ایوب بن زید بن عبدالرحمن بن نوح نیشاپوری ہے جس نے ۳۸۵ھ میں پیدا
ہوئے آپ مذہب شافعی ہیں۔ علامہ بسکی نے ان کی بڑی تعریف کی ہے۔ ان کی رائے ناسخ کی قرأت کے متعلق یہ تھی
کہ جس کو رکوع مل جاتا ہے مگر سورہ فاتحہ نہیں پڑھ سکتا تو اس کی رکعت نہیں ملی علامہ شوکانی نے نبل الادوار
میں پہلی تحقیق کی تھی لیکن بعد میں اس تحقیق سے رجوع کر لیا۔ دلاحظہ ہو عون المعبود جلد ۱ ص ۱۳۵ باب ترک
رفع الیدین عند الركوع، ان کا ایک مسئلہ یہ بھی نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ یہ کہیں گئے تھے اور ان کی آستینوں میں
ایسی کچھ لٹکی تھی جس پر کتا لوٹا تھا۔ کھولنے اپنی لونڈی کو حکم دیا کہ اسے دھو ڈالے اور آخر میں مٹی سے بھی
دھوئے۔ لونڈی نے پوچھا کیا کچھ ٹھنڈی مٹی نہیں ہوتی؟ اس وقت علامہ ابو بکر نے بڑے انصاف سے کام
لیا اور کہا۔ اھنت انت افقہ منی۔ ملاحظات الشافعیہ لکبری للعلامة بسکی ج ۱ ص ۸۱، ۸۲۔

نہیں ہے، کیونکہ اور چند باتیں بھی آپ مہجول گئے ہیں۔ اور چھ باتیں انہوں نے

موضوع ہے اس کا ذکر کرنا بھی جائز نہیں ہے

بقیہ حاشیہ سابقہ۔

مگر تعجب کے طور پر یا اس پر اعتراض کرنے کی
غرض سے کیونکہ ہم نے بڑی اچھی اچھی سند
سے امام مالک سے اس کے خلاف روایت
کیا ہے۔

الاعلیٰ سبیل التعجب والقدح
فیہ نقدر وینا بالاسانید
الزاهرة عن مالک خلاف
هذا انتهى۔

اس پر بلا عابد سندھی تحریر فرماتے ہیں۔

کسی حدیث کو ضعیف بتایا جائے تو صرف زبان
ضعیف کہنے سے وہ حدیث ضعیف نہیں ہو
جاتی صرف ضعف کا حکم لگا دینا کافی نہیں ہے
بلکہ اس حدیث کی سند یا متن میں جو اعتراضات
ہیں وہ اعتراضات بیان کرنے چاہئیں حضرت
عبداللہ بن عمرؓ کی وہ حدیث جسے بیہقی نے اپنے
خلائیات میں ذکر کیا ہے (یعنی صرف تکبیر تحریر کے
وقت دفع بدین کی حدیث) اس حدیث راوی
دہی ہیں جو بخاری کی روایت کے راوی ہیں۔

قلت تضعیف الحدیث
لا یثبت بمجرد الحکم
وانما یتثبت ببيان وجوب
الطعن و حدیث ابن عمر
الذی رواه البیہقی
فی خلائیاتہ رجالہ رجال
الصحیح فماری لہ ضعفا
بعد ذلک۔

یعنی مالک سے لے کر اوپر تک تو بالکل وہی راوی ہیں جو بخاری کی رفع بدین کے راوی ہیں

پھر اس کے بعد اس روایت کے ضعیف ہونے کی کوئی وجہ ہم نہیں پاتے۔ صرف سبک یا مذاق
کے خلاف ہونے کی وجہ سے حدیث کو ضعیف قرار نہیں دیا جاسکتا۔

ہو سکتے کہ امام مالک سے نیچے کے راوی قابل

اعتراض ہوں لیکن بظاہر کوئی قابل اعتراض راوی

(باقی اگلے صفحہ پر)

اللہم الا ان یکون الراوی عن

مالک مطعوناً لکن الاصل العدم

شہد کرادی ہیں۔ یہ دعویٰ کیا کہ چھ سٹکے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بھول گئے حافظ ابو بکر

(بقیہ حاشیہ سابقہ)

ہیں پایا جاتا یہ حدیث میرے نزدیک یقیناً صحیح ہے زیادہ سے زیادہ اس حدیث میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو رفع یدین کرتے دیکھا تو وہ روایت کر دی (جیسا بخاری و مسلم کی روایت ہے) اور جب آپ کو دیکھا کہ صرف ایک بار نماز کے شروع میں ہاتھ اٹھائے اور پھر نہیں اٹھائے تو وہ روایت کر دی۔ دونوں حدیثوں میں سے کسی میں کوئی ایسا لفظ نہیں ہے جو دوام استمرار کو بتاتا ہو یعنی دونوں میں سے کسی حدیث کے پانچ پانچوں یہ بات نہیں ہے۔

اور "کان" کا لفظ دوام کے معنی کثرت سے دیتا ہے نہ کہ ہر وقت کیونکہ ایک حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عرفة کے دن عرفات کے میدان میں کالے کالے پتھروں کے پاس ٹھہرے تھے، حالانکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے بعد ایک ہی حج (حجۃ الوداع) کیا ہے یقیناً اب "کان" یہاں عادتاً بتلانے کے لیے نہیں ہوگا تو آپ کے ایک عمل کی وجہ سے جو حدیث دوسرے عمل کو بتلاتی ہے اس کو ضعیف کہنا جائز نہ ہوگا۔

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

فہذا الحدیث عندی صحیح
لا محالة وغایة ما یقال
نیہ ان ابن عمر رای النبی
صلی اللہ علیہ وسلم حیثما
یرفع فآخبر عن تلك الحالة
ولعیانا لا یرفع واخبر عن
تلك الحالة ولین فی کل
من حدیث ما یفید الدوام
والاستمرار علی شیء
معین منہما۔

ولفظ کان لا تفید
الدوام والاستمرار لا
علی سبیل الغالب
فقد ورد انہ صلی اللہ
علیہ وسلم کان یقف
عند الصخرات السود
بعرفة ولم یحج بعد
الہجرة الاحیة الوداع
ولا سبیل الی تضعیفہ

احمد ابن اسحاق کی اس بحث میں اس وقت صرف اس پہلو در لیس فی نسیان
ابن مسعود لذلک ما استغرت سے بحث کی جائے گی۔ رفع یدین کے مسئلہ پر

بقیہ حاشیہ سابقہ

فضلاً عن وضعه والله اعلم چہ جائے کہ اس کو موضوع کہا جائے۔
علامہ غلطائی نے ابن ماجہ کی شرح میں رفع یدین کی بحث میں لکھا ہے۔
واستدل لابی حنیفة بحدیث کہ امام ابو حنیفہ کی مسلک کی دلیل میں ایک
لاباس سبندہ ذکر ایسی حدیث بیان کی گئی ہے کہ جس پر کوئی اعتراض
البیہقی فی الخلائیات نہیں ہے اس حدیث کو بیہقی نے الخلائیات میں
من حدیث محمد بن محمد بن غالب سے روایت کیا ہے وہ احمد ابن
غالب ثنا احمد بن البرانی محمد البرانی سے اور وہ عبد اللہ بن عون الخزاز
ثنا عبد الله ابن عرب اور وہ امام مالک سے روایت کرتے
الخزاز حدیثنا مالک ہیں اور (باقی حاشیہ لگے صفحہ ۲۰۶)

حاشیہ صفحہ ۲۰۶

۱۲۰۰ حدیث عربی۔

بالخلاء المعجمة بعد ما راع مہملۃ اخرۃ زاء معجمة و عبد الله بن عون
هذا بغدادی کما فی الخلاصۃ من رجال مسلم اخرج عنہ بدون
واسطۃ من خبراء الرجال جدۃ امیر مصر کما فی التقدیب وهو البضا امیر
کما فی الخلاصۃ بعد من الرجال و رجالہ یکتون معروفین وغایۃ
ما یکتون بینہ و بین الحاکم رجالان کما یعلم بالتصفح فی المستدرک
فی الطبقتین نکیف اعوز الحاکم معرفۃ من اوجده ولم یعینہ والامرا
لم یجد احدا یرمیہ فیہ معینا۔ (نیل الفرقانین ص ۱۲۴)

ہر پہلو سے اس وقت میرا موضوع گفتگو نہیں ہے۔ حافظ ابو بکر احمد بن اسحاق نیشاپوری

(بقیہ حاشیہ سابقہ)

عن الزهري عن سالم
 عن ابن عمر ان النبي صلى الله
 عليه وسلم كان يرفع يديه
 لاذنتاح الصلاة ثم لا يعود
 ده زہری سے اور وہ سالم سے اور عبد اللہ بن عمر
 سے نقل کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز
 شروع کرتے تھے تو ہاتھ اٹھاتے تھے پھر ہاتھ
 نہیں اٹھاتے تھے۔ علامہ مغلطائی اس کو نقل کر کے

(حاشیہ صفحہ ۱۷۱) والحدیث تد اخرجہ مدد ونوالمدد وندة على ادلة التراح
 عن ابن وهب وابن القاسم عن مالك عن ابن شهاب عن سالم بن
 عبد الله عن ابن عمر ان النبي صلى الله عليه وسلم كان يرفع يديه حد وملكبيه اذا
 افتتح الصلاة الخ (نيز الفرقين ص ۱۲۴) زرقانی نے شرح صراط املاک باب افتتاح
 الصلوة ص ۱۲۳ پر اس کی وجہ یہ بتائی ہے کہ سلسلہ الذہب کی وہ حدیث جو بخاری میں ہے اس پر امام مالک
 نے قبول عمل نہیں کیا۔ وقال الاصيل لم يأخذ به ملاح لان مانعا وفقه علي ابن عمر وهو
 احد الاربع التي اختلف فيها سالم ونافع وثاينهما من باع عبد اوله مال
 فماله للبايع والثالث النمس كما بماعة لا تجزئها رحلة والرابع
 في ما سمت السماء والعيون العشر فرفع الاربعة سالم ووقفها نافع وبه
 يعلم تعامل الحافظ في قوله لم ار بسا كية دليلا على تركه ولا
 متمسكا بالقول ابن القاسم انتهى لان سالم ونافع لما
 اختلفا في رفعه ووقفه تركه مالك في مشهور القول
 باستحباب ذلك لان الاصل صيافة الصلوة عن الانعال
 علامہ نووی فرماتے ہیں وهو مشهور الروایات عن
 مالک۔

نے اس جملہ میں لسانی کے جو معنی بھی لئے ہوں ان میں سے کوئی معنی حضرت عبداللہ

(بقیہ حاشیہ سابقہ)

انتھی ولما لم یزال محاسم
ما یدفعہ بہ قال ہذا
باطل نقد روینا بالاسانید
المصاحح عن مالک خلاف
ہذا۔

فرماتے ہیں کہ جب مالک کو کوئی ایسی بات نہیں
ملی جس سے اس حدیث کا جواب دیتے تو دعویٰ کر دیا
کہ یہ باطل حدیث ہے کیونکہ ہم نے صحیح سند سے
امام مالک سے اس کے خلاف روایت کی ہے

قال مالک لا عرف رفع الیدین فی شیء من تکبیر الصلاة لا
فی خفض ولا فی رفع الا فی افتتاح الصلوة ر نیل الفوتین ص ۱۳۱

تلخیص المجیر میں حافظ ابن حجر عسقلانی کا صرف یہ فرمایا کہ حدیث ابن عمر منقلوبت موضوع
اس پر دلالت کرتی ہے کہ وہ اس حدیث کی کسی عدالت پر مطلع نہ ہو سکے صرف اپنے مذاق کی بنا پر یہ حکم
لگا دیا۔ ورنہ بتلاتے کہ فلاں راوی اس کا ہنم ہے فلاں راوی واضح الحدیث ہے وہ حافظ میں ان
سے کوئی نہ پوچھتا ہے اور نہ ہی وہ کسی راوی کے حالات سے ناواقف ہیں اس روایت
کے کسی راوی پر ان کا اعتراض نہ کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ سند بالکل صحیح ہے اور حافظ ابن حجر
کسی اعتراض کی جگہ نہیں پاتے ورنہ وہ ضرور بتلاتے کہ فلاں تدب کرنے والا ہے اور فلاں وضع
کرنے والا ہے کسی حافظ کا بغیر کسی کے پتہ کے بات کہنے کو محدثین بڑے خطرہ کی بات کہتے ہیں
تذکرۃ الحفاظ میں امام زہری کے تذکرہ میں ہے۔ قال یحییٰ بن سعید مرسل
الزہری شرم مرسل غیرہ لانہ حافظ وکلمہ افتر وان یسوی
واغایترک من لایسن جیران یمتیہ حافظ ہونے کی وجہ سے ان کو
نام بتلانے میں وقت نہیں جس کا نام بتلانے میں وہ خطرہ سمجھتے ہیں اس کا نام نہیں
بتلانے۔ یہ بات حافظ ابن حجر عسقلانی پر بھی پوری منطبق ہوتی ہے۔ اس موقع پر یہ بات
(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

بن مسعودؓ پر چسپاں نہیں ہوتے۔ (امام سیان مہول جانے اور یاد نہ رکھنے کو بھی کہتے ہیں)

(بقیہ حاشیہ سابقہ)

کہی جاسکتی ہے کہ عبداللہ بن عمرؓ کی جو حدیث صحیح بخاری میں ہے زیادہ قابل اعتبار ہے عبداللہ بن عمرؓ کی وہ حدیث جو صحیح بخاری کے علاوہ دوسری کتابوں میں ہے اس درجہ کے قابل اعتبار نہیں کیونکہ دونوں روایت کے در رفع بدین عند المرکورع و نزک رفع بدین عند المرکورع راوی ایک ہیں اور روایت کی صحت اور ضعف کا واسطہ دار راویوں پر ہے نہ اس پر کہ وہ روایت نلال خاص کتاب میں ہے۔

حالانکہ اس قسم کا دعویٰ کی کوئی گنجائش نہیں ہے یہتی کی کتاب معرفۃ السنن والآثار میں صحیح سند سے یہ روایت ہے۔

حدیثنا الحاکم ابنا ابوبکر
بن مکرم ثنا احمد بن عبد الجبار
ثنا ابوبکر بن عیاش حصین
عن مجاہد نال مارأیت
ابن عمر یرفع یدیه
الانی اول ما بفتح الصلوۃ

حاکم روایت کرتے ہیں کہ ابوبکر بن مکرم نے ہم سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ احمد بن عبد الجبار نے ہم سے روایت بیان کی وہ بیان کرتے ہیں کہ ابوبکر بن عیاش نے ہم سے روایت کی اور وہ روایت کہتے ہیں کہ حصین نے مجاہد سے روایت کی اور وہ کہتے ہیں کہ میں نے ابن عمر کو نہیں دیکھا کہ اپنے دونوں ہاتھ اٹھاتے تھے مگر نماز شروع کرنے میں سب سے پہلے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے شاگرد مجاہد بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابن عمر کو صرف نماز کے شروع میں ہاتھ اٹھاتے دیکھا ہے یعنی پھر نہیں اٹھاتے تھے چنانچہ علامہ طحاویؒ نے شرح معانی الآثار میں مجاہد کا یہ اثر نقل کیا ہے۔

فحدیث الرفع منسوخ علی هذا

قاضی ابن رشیدؒ کی ہدایۃ الجتہد میں لکھتے ہیں مذہب اہل الکوفۃ ابو حنیفہ و سفیان

جیسا کہ قرآن میں حضرت آدم علیہ السلام کے متعلق کہا گیا، فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهُ
عِزْمًا۔ یہ نسیان آدم علیہ السلام کی دراشت سے ہم کو بلا ہے لیکن جن مسائل میں

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ)

الثوری وسائر فضہا نھم الی اندہ لا یرفع المصلی ید یدہ الاعند تکبیر
الاحرام فقط رھی رادیۃ ابن القاسم عن مالک (ابو الفضل الثانی انفال الصلا
من الباب الاقل ص ۱۸) علامہ لزوی فرماتے ہیں۔ وَهُوَ اشھر الروایات عن مالک
اسی ہدایۃ المجتہد میں ہے۔ فمنہم من اتصروہ علی الاحرام فقط ترجیحاً
لحدیث ابن مسعود و حدیث البراء بن عازب و هو مذہب مالک
لموافقة العمل بہ۔ حافظ ابو بکر حازمی نے اپنی کتاب الاعتبار فی المناسخ و
المسوخ من الآثار میں ایک حدیث پر دوسری حدیث کی ترجیح کی پچاس وجہیں
لکھیں ہیں اور ان پچاس وجہ تہ جمح کو حافظ عراقی نے تبصرہ کی شرح میں نقل کر دیا ہے
ان وجہ میں یہ نہیں ہے کہ ایک حدیث وہ ہو جس کو بخاری اور مسلم دونوں نے ترا
کیا ہو یا دونوں میں سے کسی ایک نے روایت کیا ہو اور دوسری حدیث ایسی نہ ہو تو اس
روایت کو ترجیح ہوگی جو بخاری و مسلم میں ہے العرض جتنی تہ جمح کی وجہیں لکھی ہیں اس کا
تعلق صرف راویوں سے ہے۔ کسی خاص کتاب میں ان کا روایت شدہ ہونا نہ اس
روایت کو قوی بنانا ہے نہ ضعیف۔ صحیحین کے علاوہ دوسری کتابوں میں بھی
صحیح حدیثیں ہیں ابن کثیر لکھتے ہیں۔

نعم یوجد فی مسند الامام	مسند احمد میں بہت سی ایسی سندیں
احمد من الاسانید والامتون	اور ایسی حدیثیں ملتی ہیں جو بخاری اور
شیء کثیر مما یوازی کثیرا	مسلم کی حدیثوں کی ٹکر کی ہیں۔ اور وہ
من احادیث مسلم بل	حدیثیں بخاری و مسلم میں نہیں ہیں یا دونوں

حافظ ابو بکر نے دعویٰ کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ مجھ لگے تو ان مسکوں میں سے کوئی ایک مسئلہ بھی ایسا نہیں ہے جس میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ

درعاشیہ بقیہ سابقہ

والبخاری ایضاً ولیست عند
 تھما وکذا عند احمد ہما بل
 ولم یخرجہ احمد من اعتنا
 الکتب الاربعہ وھما ابوداؤد
 و الترمذی والنسائی عواہرنا
 وکذا لک یوحنا فی معجم
 الطبرانی الکبیر والاوسط
 و مسند ابی یعلیٰ والبخاری وغیر
 میں سے کسی ایک میں نہیں ہیں بلکہ صحیح
 ستہ میں کسی نے اس کی روایت نہیں کی
 اور ایسی طریقہ سے معجم طبرانی کبیر میں اور
 اور مسند ابی یعلیٰ میں یا مسند بخاری میں اور
 حدیث کی دوسری کتابوں میں وہ حدیث
 موجود نہیں اور اس کا متن اور سند بہت
 بہتر ہے اور اس میں کسی قسم کا اعتراض
 نہیں پایا جاتا۔

ذک من المسانید والمعاجم والعوامد والاجزاء ما یتمکن
 المتبحر فی ہذا الشان بصحة كثيرة منه بعد النظر فی
 حال رجالہ و سلامتہ من التقلیل المضد۔ الخ

اسی طرح امام ترمذی نے اپنی کتاب تقریب میں اس دعویٰ کو نقل کیا ہے۔
 واما ما ادعی عن الصلاح من
 ان ھما روایۃ او احد ھما کفر
 مقطوع۔
 اور جو ابن صلاح نے دعویٰ کیا ہے کہ بخاری
 و سلم نے یادوں میں سے ایک نسخہ میں
 کو روایت کیا ہے اس کا صرح نفع ہے۔

بصحة والعلم القطعی حاصل نبیہ پھر اس کا رد کیا ہے وقد خالفہ المحققون

۲۵۳
 ۲۵۴
 ۲۵۵

جیسی ہستی کے متعلق مجہول کی نسبت اس شخص کی نظر میں کسی طرح صحیح ہو سکے

(بقیہ ماضیہ سابقہ)

والاکثرون فقالوا بقيد الظن ما لم يتواتر امام زروى نے مسلم کی شرح میں مرويات صحیحین سے قطعی علم حاصل ہونا جو درج کیا ہے ناقابل تسلیم ہے۔ لان ذلك شان الأحاد ولا فرق في ذلك بين الشيخين وغيرهما۔ علامہ ابن الہمام نے فتح القدير میں بہت صاف لکھا ہے۔ وقول من قال اصح الاحاديث ما في الصحيحين ثم ما انفرد به البخاري ثم ما انفرد به مسلم ثم ما اشتغل۔

پھر وہ حدیث جو صرف صحیح مسلم میں ہے پھر وہ	علی شرطہما من غیرہما ثم ما
جہاں میں وہ نوزوں کی شرطیں پائی جاتی ہوں پھر	اشتمل علی شرط احدہما تحکم
وہ جو دونوں میں سے ایک کی شرط ہو	لا يجوز التقليد فيه اذا لمحيية
یہ دعویٰ بلا دلیل ہے کہ تسلیم نہ کرنا چاہیے	لبيت الاستئمال روايتهما
کیونکہ حدیث کا صحیح ہونا راویوں میں ان شرطوں	علی شروط التي اعتبرها فاذا
کہ پائے جانے پر ہے جو ان حضرات نے شرط	فرض وجود تلك الشروط في
قرار دی ہیں اور جب یہ ہم مان لیں کہ وہ	رواية حديث في غير الكتابين
شرطیں کسی ایسی حدیث میں پائی جاتی ہیں	انما يكون الحكم بامحيية ما في
جو بخاری و مسلم میں نہیں ہیں تو کہا اس میں	الكتابين عين التحكم ثم حكمهما
بہم صحیح ہونے کا حکم نہیں لگایا جاسکتا	واحد هما بان الراوي المعين
	مجتمع تلك الشروط۔

بخاری و مسلم یا ان دونوں میں سے ایک کا	ليس مما يقطع فيه بمطابقة
پہیلہ کہ فلاں راوی میں یہ تمام شرطیں پائی	الواقع فيكون الواقع خلافه

جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ان ارشادات سے واقف ہے۔ جو حضرت
(بقیہ حاشیہ سابقہ)

وقد اخرج مسلم عن كثير من
كتابه ممن لم يبلغ عن غوائل
الجرح وكذا في البخاري جماعة
تعلم فيهم، فدا ر الامر في الروا
على اجتهاد العلماء فيهم وكذا في
الشروط حتى ان من اعتبر شرطاً
والغاه اخرج يكون ما رواه الاخر
مما ليس فيه ذلك الشرط
عند ما كمال معارضة المثل
على ذلك الشرط وهذا فيمن
ضعف راوياً او وثقه الاخر نعم
شكك نفس غير المجتهد ومن
لم يخبر امر الراوي بنفسه الى ما
اجتمع عليه الاكثر اما المجتهد
في اعتبار الشرط وعدمه والذي
خبر الراوي فلا يرجع الا الى رأي
نفسه.

جاتی ہیں یہ فیصلہ ان کے خیال کے لحاظ سے
یا واقعہ کے لحاظ سے جب ان کے خیال و
اجتہاد کے لحاظ سے ہے تو ہو سکتا ہے کہ وہ
غلطی کریں مسلم نے بلکہ بخاری نے بھی ایسے
راویوں سے حدیثیں روایت کی ہیں کہ وہ راوی
جرح سے خالی نہیں ہیں تو معاملہ راویوں کے
بارے میں علماء کے اجتہاد پر پھر اسی طرح
سے ایک محدث نے کوئی شرط بڑھائی ہے اور
دوسرا محدث اس شرط کو ضروری نہیں سمجھتا جس
پاس وہ شرط ہے اس راوی میں وہ شرط نہیں
پائی جاتی تو وہ حدیث اس کے پاس صحت سے
گرجائے گی اور جس کے پاس وہ شرط نہیں ہے
وہ حدیث اس کے لئے حجت ہوگی اور یہی حال
اس راوی کے متعلق ہے کہ ایک محدث نے اس
کو ضعیف بتلایا اور دوسرا اس کو قوی کہہ
دیا ہے۔

عبداللہ بن مسعود کے متعلق صحیح حدیثوں میں روایت کئے گئے ہیں۔

(بقیہ حاشیہ سابقہ)

ابن الصلاح نے جو اس بات کا دعویٰ کیا ہے کہ ساری امت نے بخاری و مسلم کی تمام حدیثوں کو اجتماعی طور پر قبول کر لیا ہے، صحیح نہیں ہے اور ناقابل تسلیم ہے۔ اس کے متعلق محدث شمس الدین محمد ابن امیر حاجہ، ابن ہمام کی شرح التقریب والتجیر میں لکھتے ہیں:-

تلقى الامة لجمع مانی کتابیہما
ممنوع اما لروایتهما فلما ذکر
المصنف واما لمتون احادیثہما
فلانہ لم یقع الاجماع علی العمل
بمضمونہما ولا علی تقدیمہما علی
معارضہما۔

امت کا بخاری و مسلم کی کتابوں میں جو روایتیں ہیں سب کا قبول کرنا قابل تسلیم نہیں ہے۔ نہ ان کے راویوں کا نہ حدیثوں کے مضامین کا کیونکہ منقولہ کے عمل پر اجماع نہیں ہوا۔ اور نہ ہی اس پر اجماع ہوا ہے کہ بخاری و مسلم کی حدیثوں کو ان کی مخالف حدیثوں پر ترجیح دی جائے۔

گو ابن الصلاح نے دعویٰ کیا ہے کہ صحیح کی سب سے اعلیٰ قسم وہ ہے جو بخاری اور مسلم دونوں کی صحیح میں ہو پھر اس کے بعد اس حدیث کا درجہ ہے جو صحیح بخاری میں ہو اور مسلم میں نہ ہو پھر اس کے بعد اس حدیث کا درجہ ہے جو صرف مسلم میں ہو پھر وہ حدیث جو ان شرطوں پر ہو پھر وہ حدیث جو امام بخاری کی شرط پر ہو پھر وہ حدیث جو امام مسلم کی شرط پر ہو لیکن یہ دعویٰ بے دلیل ہے ابن الصلاح سے پہلے کسی نے نہ یہ دعویٰ کیا اور نہ کسی نے ان کی ہم نوائی کی بلکہ حافظ عماد الدین اسمعیل بن کثیر نے ان کے مقدمہ علم حدیث کا جو اختصار کیا ہے اس میں بھی یہ بات چھوڑی ہے یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ اس دعویٰ کو وہ بھی بے دلیل ہونے کی وجہ سے تسلیم نہیں کرتے۔

خلاصہ بحث یہ ہوا کہ حدیث کے قوی و ضعیف ہونے کا دار و مدار خود حدیث کے قوی و ضعیف ہونے کے جو اصول ہیں ان کی مطابقت اور راویوں کے حالات پر ہے۔ اصول سے قطع نظر صرف خاص خاص کتابوں میں ان روایتوں کا حکم ہونا اور درج ہونا قوت و ضعف کا سبب نہیں ہے تو کسی خاص حدیث کے فیصلے پر پھر ڈالنا ہے اور اس کی تقلید جاد کے مترادف ہے جو بے اصول بات ہے (حاشیہ ختم)

فتح القدیر باب النوافل، ج ۱، ص ۳۱۵، ص ۳۱۸ (طبع کبری امیرہ ۱۳۱۵ھ)

قال رسول الله صلى الله عليه
وسلم اقتدوا بالذين من بعدي
من اصحابي ابوبكر وعمر واقتدوا
بعمار وتوسكو بعهد ابن ام عي
حضرت حذیفہ کی حدیث میں
ما حد تکم ابن مسعود قصد تو ہے

ارشاد ہوا کہ میرے بعد میرے صحابہ میں ابوبکر
اور عمر کی اقتدا کرو اور عمار کا طریقہ
اختیار کرو۔ عبداللہ بن مسعود کے فیصلہ
کو مضبوطی سے پکڑو۔
عبداللہ بن مسعود جو حدیث تم سے بیان
کریں اس کو سچا مانو۔

ترمذی کی دوسری روایت ہے عبد الرحمن بن یزید بیان کرتے ہیں کہ ہم اسے
پاس حضرت حذیفہ آئے۔

فقلنا حد ثنا باقرب الناس من
رسول الله صلى الله عليه وسلم
هدى اذ دلا وسمتا فناخذ عنده
وسمع منه قال كان اقرب
الناس هدى اذ دلا وسمتا
برسول الله صلى الله عليه
وسلم ابن مسعود حتى يتوارى
منا في بيته ولقد علم الم محفوظون
من اصحاب رسول الله صلى الله عليه
وسلم ابن ام عبد هو من
اقربهم الى الله زلفى

عبد الرحمن بن یزید نے بیان کیا میں نے
حضرت حذیفہ سے درخواست کی کہ ہم کوئی
ایسا صحابی بتلائیے جو اپنے عادات و اطوار
چال ڈھال میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
سے سب سے زیادہ قریب ہوتا کہ ہم اس کی پیروی
کریں اور اس کا کہا جائے کہ حضرت حذیفہ
کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے چال ڈھال
طو طریق میں سب سے زیادہ قریب عبداللہ بن مسعود
تھے یہاں تک کہ وہ اپنے گھر جا کر ہماری نظروں کے
اوجھل ہو جاتے تھے اور بیشک آنحضرت کے صحابہ
میں جو محفوظ رہے انہوں نے سب سے قریب صحابہ کے

۱۔ ترمذی مناقب عبداللہ بن مسعود جلد ۲ ص ۲۶۱ ۲۔ ترمذی مناقب عثمان بن یاسر ص ۲۲۰

۳۔ ترمذی مناقب عبداللہ بن مسعود یہ حدیث تھوڑے سے لفظ کے اختلاف کے ساتھ بخاری شریف میں بھی ہے۔

جو شخص اتنا قدیم الاسلام ہے کہ اسلام کے سابقین میں اس کا چھٹا نمبر ہو۔ آنحضرت ﷺ کے ساتھ ہر وقت رہتا ہو۔ بیس سال سے زیادہ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی ہونے کے بعد سے وفات نبوی تک جس نے آپ کے ساتھ پوری زندگی گزارنی خلوت و خلوت میں اس کو آنحضرت کی صحبت کا ثمر حاصل رہا ہو۔ باہر سے آنے والے صحابہ ان کو اور ان کی والدہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ازواجِ مطہرات کی شبانہ روز خدمت اور کثرتِ حاضری کی بنا پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان والا سمجھتے ہوں۔ اس کے متعلق خیال کر لینا کہ وہ ایسے مسائل کو بھول گیا انسان کی فہم سے بالاتر بات ہے۔ (۲) اور کبھی بڑے لوگوں کی ناواقفیت کو بھی ادباً نسیان سے تعبیر کرتے ہیں۔ بے خبر کہنا بے ادبی سمجھتے ہیں۔ اس معنی میں بھی نسیان کی نسبت ایسی ہستی کے متعلق صحیح نہیں ہو سکتی جس کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ابتداء اسلام ہی میں فرما چکے تھے۔ انک علیہما اقرأ حکم ابن مسعود فاقترأوا حضرت عمر رضی اللہ عنہ جس کے متعلق یہ فرماتے ہیں: کئیف ملئ علیما جس کے متعلق اہل کوفہ کو آپ نے لکھا ہو کہ اپنی ضرورت کو قربان کر کے تمہاری ضرورتوں کے خیال سے عبداللہ بن مسعود کو تمہارے پاس بھیج رہا ہوں۔ ایسے صاحب علم بزرگ ہستی کے متعلق یہ گمان کرنا کسی طرح صحیح نہیں ہو سکتا کہ ان مسائل میں ثابت شدہ سنت کو بھول گئے۔

دنیا کو معلوم ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود کا ان ہستیوں میں شمار تھا جن کو

۱۔ فتح الباری ج ۲ مناقب ص ۸۰ و قد روی ابن حبان من طریقہ انہ کان سلاوس سنتہ فی الاسلام۔
 ۲۔ بخاری شریف ترمذی۔ مناقب عبداللہ بن مسعود حدیث ابی موسیٰ اشعری۔
 ۳۔ ترمذی، جلد ۲، مناقب ابن مسعود۔

مخاطب فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ نماز میں مجھ سے سمجھ دار
 و فہمیدہ لوگ قریب رہیں۔ اُمّخول نے نہ صرف یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی
 ساری زندگی آپ کے قریب ہو کر صفِ اول میں نماز پڑھی بلکہ حضرت ابو بکرؓ
 و حضرت عمرؓ کے زمانے میں بھی صفِ اول میں ان ہی کے پیچھے نماز پڑھا کرتے
 تھے جو عمل حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ کیا کرتے تھے اور
 دن میں سترہ بار فرض میں اور سنت و نفلوں میں اس سے زیادہ بار عمل کرتے
 تھے۔ کیا ابن مسعودؓ اس کو بھول سکتے ہیں؟ جن کے وفور علم کے قائل حضرت
 عمرؓ، حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ اور حضرت حذیفہؓ بول وہ کیسے بھول سکتے ہیں۔؟
 حضرت معاذ بن جبلؓ جو واقعتاً جہل علم تھے اور جن کا انتقال حضرت عبداللہ بن
 مسعودؓ سے کچھ ہی دنوں پہلے ہوا ہے، ان کے انتقال کے وقت لوگوں نے
 ان سے درخواست کی کہ ہم کو کچھ وصیت کیجئے۔ تو آپ نے فرمایا کہ مجھ کو بھلاؤ
 بیٹھنے کے بعد فرمایا۔

العلم والایمان مکانہما
 من ابتغاہما وجد ہما التقریر
 العلم عند اربعة عند عوسیرابی
 الدر داء وعند سلمان الفارسی
 وعند عبد اللہ ابن مسعود و
 عبد اللہ بن سلامؓ

علم اور ایمان کے چشے ہوتے ہیں جو ان
 چشموں کو تلاش کرتا ہے وہ پالیتا ہے۔
 تم ان چار بزرگوں سے علم حاصل کرو۔
 (۱) ابو الدرداءؓ، (۲) سلمان فارسیؓ، (۳)
 عبداللہ بن مسعودؓ، (۴) عبداللہ بن سلامؓ

جن کے متعلق حافظ ابن حجر عسقلانی فتح الباری میں فرماتے ہیں۔

وكان من علماء الصحابة
وممن اشتهر علمه
بكثرة اصحابه
الآخريين عنه -
دوسری جگہ لکھتے ہیں -

وانه لشدة ملازمته
لاجل هذه الامور ينبغي
ان يكون عندا من العلم
ما يستغنى طالبه عن
غيره -
چونکہ آپ بڑی پابندی سے حضور اکرم صلی اللہ
علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر رہے تھے وہ بہت
سی خدمتیں آپ انجام دیتے تھے، تو آپ کے جتنا
علم حاصل ہو سکتا تھا تو آپ کا شاگرد اس علم کی
وجہ سے دوسرے صحابی کا نیاز مند نہیں رہتا۔

حافظ ابن حجر لویہ کہتے ہیں کہ آپ کا شاگرد اور آپ سے علم سیکھنے والا دوسرے
عالم کے علم سے بے نیاز ہے۔ یہ بات خود نہیں کہتے جلیل القدر صاحب علم صحابی
حضرت ابوالدرداءؓ سے نقل کرتے ہیں اور حافظ ابوبکر احمد بن اسحاق نے حضرت عبداللہ
بن مسعودؓ کو دوسروں کے علم کا محتاج بنا دیا۔

حضرت فاروق اعظمؓ ایک شخص سے یہ سن کر غصہ ہوئے ہیں کہ کوفہ میں ایک شخص
آزادانہ تفسیر کرتا ہے۔ بلا کر سزا دینے کا ارادہ کرتے ہیں۔ واقعہ بیان کرنے والا جب عبد
بن مسعودؓ کا نام لیتا ہے تو نہ صرف حضرت فاروق اعظمؓ کا غصہ ٹھنڈا ہو جاتا ہے بلکہ تفسیر
بیان کرنے میں اپنے اوپر ان کی فوقیت کے حق کا اقرار کرتے ہیں۔ ایسے مسائل میں ایسے
جلیل القدر عالم صحابی پر مہجول جانے کے اعتراض کی جسارت! نہیں کہا جاسکتا کہ کہاں
تک جائز ہے۔

۱۔ فتح الباری، ص ۲۰ مناقب ۱۱۱ فتح الباری ج ۷ ص ۸۲۔

حضرت عبداللہ بن مسعود پر اعتراضات کی تنقیح

اسکا

ان کے جوابات

بحث کے اختتام کے لیے ابوبکر احمد بن اسحاق کے تمام اعتراض ایک جگہ نقل کئے جاتے ہیں اور پھر ان کا جواب دیا جائے گا۔ ہم نے جواب میں اختتام کے کام لیا ہے۔

قال ابوبکر بن اسحاق: وليس في نسخنا
ابن مسعود لذات ما يفترون قد نسي
ابن مسعود من القوان ما لم يختلف
المسلمون فيه بعد وهي المعوذتان
ونسى ما اتفق العلماء على نسخه كالنسخ
ونسى كيف تيام الاستين خلف الامام
ونسى ما لم يختلف العلماء فيه ان
النبى صلى الله عليه وسلم صلى الصبح يوم
ابوبكر بن اسحاق کہتے ہیں کہ عبداللہ
بن مسعود کے مہجول جانے پر حیرت نہ کی
جائے کیونکہ (۱) قرآن میں وہ ایسی چیز مہجول
چکے ہیں جس کو متفق طور پر مسلمان قرآن
قرار دیتے ہیں، اور وہ معوذتین ہے۔
(۲) پھر آپ تطبیق کا نسخ مہجول گئے جس
کے نسخ پر سارے علماء کا اتفاق ہے۔
(۳) جب دو مقتدی مہجول تب امام

النخرفی وقتھا ونسی کیفیۃ جمع
 البوصلی اللہ علیہ وسلم بعرفۃ
 ونسی ما لم یختلف العلماء فیہ من
 وضع المرفق والساعد علی الارض
 فی السجود ونسی کیف کان یقرأ النبی
 صلی اللہ علیہ وسلم وما خلق الذکر
 والانشی

کہاں کھڑا ہو یہ بھی مہجول گئے (۴) حضور نے حجۃ
 الوداع میں فجر کی نماز وقت پر پڑھی اور آپ نے
 روایت کر دیا کہ وقت سے پہلے نماز پڑھی (۵) غزوة
 کے دن آپ نے دو نمازوں (ظہر و عصر) کو کس طرح
 جمع کیا یہ بتلانا بھی مہجول گئے (۶) مسجد میں کہنی و
 کلائی زمین سے لگا دی جائے یہ روایت کر دی حالانکہ
 یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نہ فعل ہے نہ قول
 نیز آپ دعا خلق الذکر والانشی کا پڑھنا مہجول

ان سات باتوں میں بعض باتیں تو بالکل بے سرو پا ہیں حضرت عبداللہ بن مسعود
 کی طرف ان کی نسبت صحیح نہیں۔ اعتراض نمبر ۴۔ ۵۔ ۶۔ ایسے ہی ہیں۔ اسی ذیل میں اعتراض
 نمبر ۷ کو بھی رکھئے کہ اختلاف قراءت کا نام سنیان رکھ دیا ہے صرف دو مسکوں میں حضرت
 عبداللہ بن مسعود کا دوسرے صحابہ سے اختلاف عملی خود حدیثوں کے اختلاف کی بناء پر
 ہے ایک ہی دینی بات میں ایک صحابی ایک حدیث پر عمل کرتا ہے اور دوسرا صحابی دوسری
 حدیث پر لے لیں یہ قابل اعتراض بات نہیں ہے (اعتراض ۲-۳) ان دونوں کی یہی شکل
 ہے صرف ابوبکر ابن اسحاق نے اپنی تعبیر سے انہیں اعتراض کی شکل میں پیش کیا صحیح
 تعبیر سے ان مسکوں پر اعتراض کا کوئی غبار باقی نہیں رہتا۔ ایک صحابی پر دوسرے
 صحابی کی حدیث نہ جاننے کی وجہ سے یا دوسرے صحابی کی حدیث پر عمل نہ کرنے کی
 وجہ سے کوئی الزام لگایا جا سکتا ہے؛ یا یہ کہا جائے گا کہ وہ مہجول گیا۔
 ایک راوی کی روایت یا استنباط دوسرے راوی کی روایت یا استنباط

سے جدا ہو تو اس کو اعتراض کا نام دینا بڑا نصیم ہے۔ ان میں سے بعض اعتراض ایسے ہیں کہ دین میں کسی بات کے رواج کی بنا پر کسی سنت کے متعلق ایک معین شکل سمجھی جاتی ہے۔ ایک صاحب علم صحابی بتلا دیتا ہے کہ اس مسئلہ کی دوسری شکل بھی سنت ہے تو کیا اس صاحب علم صحابی پر الزام لگایا جائے گا کہ وہ مہجول گیا۔ صرف حافظ ابو بکر احمد بن اسحاق نے ایک نیا اجتہاد کیا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود نے رفع یدین کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کی صورت واضح کی ہے چونکہ یہ روایت حافظ ابو بکر کی خواہش کے خلاف ہے اس لئے اس کو نسیان پر مہجول کر دیا۔ اس کے ساتھ چند اور باتیں بھی شمار کر دیں۔ صرف ایک عالم محمد بن عبداللہ ادمی نے ان کے اس اجتہاد کو تسلیم کیا ہے۔ ان سے قبل اور بعد کے علماء نے ان کے اس اجتہاد کو پسندیدگی کی نظر سے نہیں دیکھا۔ علامہ بیہقی ایسے وسیع النظر محدث پر لکھتے ہیں کہ سنن کبریٰ میں ان کے اس اجتہاد کو نقل کر دیا اور عزیز نہیں کیا کہ اس سے جلیل القدر صحابی پر الزام آتے ہیں جس میں سے کسی بجائے خود بھی صحیح نہیں ہیں۔ ایک محدث نے کی حیثیت سے ایک جلیل القدر صحابی کی طرف جو غلط نسبت مورثی تھی اس کا دور کرنا ان کا دینی فرض تھا اور ایک محدثانہ ذمہ داری بھی جیسا کہ علامہ شوق نیروی نے آثار السنن میں اس فرض کو ادا کیا ہے اور ان سے مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی نے فتح الملہم شرح مسلم میں نقل کیا ہے۔

ولا سبیل الی معرفۃ ان عبد اللہ بن مسعود علمہ ثم نسیہ
 بل العفل ینسبہ ولا یجوز بل الحوات نسبة الشیان الی عبد اللہ
 بن مسعود لا تخار من اساءة ادب۔

علامہ ترکمانی الجوبہ النقی میں لکھتے ہیں -

ورد لحدیث ابن مسعود فی الاقتصار علی الرفع بمجرد
احتمال بعید ولا یلزم من نسخ الاقتصار علی الرفع فی
التکبیرۃ الاولی ولادلیل علیہا ولا طریق الی معرفۃ ان ابن
مسعود علم ذلك ثم تشبیه الادب فی هذه الصورة ان نسب
فیہا النسیان ان یقال لم یبلغه - اس کا کوئی طریقہ نہیں ہے کہ
ہم یہ جان لیں کہ عبد اللہ بن مسعود کی طرف مہجول کی نسبت کہ نابڑھی بے ادبی
اور جراتِ خلافِ تہذیب ہے۔ عبد اللہ بن مسعود نے صرف ایک مرتبہ رفع
یدین بیان کیا باقی رفع یدین مہجول گئے۔ اس بات کو سچائی سے کوئی واسطہ نہیں
تطبیق کا نسخ ہو گیا ہے۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ صرف ایک مرتبہ کے رفع
یدین کا بھی نسخ ہو گیا ہو۔ ہمارے پاس کوئی ایسا ذریعہ نہیں ہے جس سے ہم
یہ معلوم کر سکیں کہ عبد اللہ بن مسعود بھی اس کو جانتے تھے۔ پھر مہجول گئے۔ اب
کی بات یہ ہوتی کہ یہ کہہ دیا جاتا کہ رفع یدین کی حدیث ان کو نہیں پہنچی۔

محدث بیہقی کو رفع یدین کے مسئلے میں جو غلو تھا تو اس کی کیا ضرورت تھی
کہ ایک صحابی پر نسیان کا الزام لگائیں۔ موصوف الزام رکھنے میں احتیاط کی یہ
شکل اختیار کرتے ہیں کہ الزام رکھنے کا جرم اپنے اوپر نہیں لینا چاہتے۔ حافظ ابو بکر
احمد بن اسحاق کا نام آگے کر دیتے ہیں۔ اعلیٰ دیانت کا تقاضا تو یہ تھا کہ جو باتیں
ابو بکر سے نقل کر رہے ہیں اس میں ہر ایک کی تحقیق کر لیں کہ کون صحیح ہے اور
کون نہیں۔ چہ جائے کہ ان میں سے ایک جگہ بھی نسیان کا الزام صحیح نہیں جس
ترتیب سے اعتراض میں جو اب اس سلسلے کے نمبر سے دیا جائے تو بعض باتیں
بار بار دہرائی جائیں گی نگار سے جو بلال خاطر ہو گا اس سے بچنے کے لئے جو اب میں

وہ ترتیب اختیار کی گئی ہے جس میں مضمون کی تکرار نہ ہو۔ اب ہر ایک اعتراض کو پڑھیے اور اس پر جو تنقید ہے اس پر غور کیجئے کہ وہ اعتراض سے بھی یا نہیں اگر اعتراض سے تو کس درجہ کا اور جہاں جواب کی ضرورت ہے تو جو جواب پیش ہے وہ تسلی بخش ہے یا نہیں۔

اعتراض نمبر ۱، کا جواب دوسرے نمبر پر ہے۔ اعتراض (۲) کا جواب چھٹے نمبر پر ہے۔ اعتراض نمبر (۳) کا جواب سب سے آخر نمبر (۷) پر ہے۔ اعتراض نمبر (۴-۵) کا جواب (۳-۴) پر ہے۔ اعتراض نمبر (۶) کا جواب سب سے پہلے نمبر (۱) پر دیا جاتا ہے۔ اعتراض نمبر (۷) کا جواب نمبر (۵) پر ملاحظہ کیجئے۔

۱) ایک نسیان جس کا تذکرہ علامہ ابوبکر احمد بن اسحاق نے کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بھول گئے وہ سجدہ کی حالت میں کلائی اور کہنی سجدہ میں زمین پر نہ رکھی جائے اور عبداللہ بن مسعودؓ نے کہنی اور کلائی کے زمین پر رکھنے کا فتویٰ دیا ہے یا حکم دیا ہے "سنی من وضع المرفق والساعد علی الارض فی السجود" اس کی بنیاد آپ کی ایک روایت ہے جو مصنف ابن ابی شیبہ میں ص ۷۵-۷۶ پر ہے۔

ابو اسامہ اعمش سے اور وہ المسیب بن رافع سے روایت کرتے ہیں کہ۔
 ابو اسامہ عن الاعمش عن
 المسیب بن رافع عن عامر
 ابن عبد اللہ عن عبد اللہ بن مسعود
 قال قال سہیت بن نظام ابن آدم
 المسجود فاسجد واحق بالمرفق
 عامر ابن عبد اللہ سے روایت ہے کہ عبداللہ
 بن مسعودؓ نے فرمایا کہ انسان کی ہڈیاں سجدہ
 کے لئے بنائی گئی ہیں تم سجدہ کرو یہاں
 تک کہ اگر کہنیوں سے مدد لینا پڑے تو ان
 سے مدد لو۔

۱۰ اس لفظ کو نہایت بھی پڑھا گیا ہے جس کے معنی ہیں نرم کی گئی ہیں ہڈیاں سجدہ کے لئے۔

وکیع عن شعبة عن
عبد الملک عن ابی
الاحوص قال قال عبد اللہ
اذا سجد تم فاسجد واحق
بالمراة یعنی ہر فقیدہ۔
وکیع شعبہ سے اور وہ عبد الملک سے اور وہ
ابی الاحوص سے روایت کرتے ہیں کہ ابن
مسعود فرماتے تھے کہ جب تم سجدہ کرو تو سجدہ
کر دو یہاں تک کہ کہنیوں سے مدد لو یعنی
دونوں کہنیوں سے۔

ان دونوں روایتوں سے ابوبکر احمد بن اسحاق نے یہ مسئلہ مستنبط کیا کہ کلائی اور
کہنی زمین پر رکھے۔ اب سوال یہ ہے کہ سجدہ میں کہنیوں سے کام لیا جاتا ہے یہ صحیح ہے
لیکن اس سے یہ خاص صورت کہ کہنیوں کو زمین سے لگا دو کس لفظ سے متعین ہوئی
ہے پھر معلوم نہیں کہ یہ مسئلہ کس بنیاد پر کہا گیا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود یہ فرماتے
ہیں کہ سجدہ میں کہنی اور کلائی زمین پر لگا دو۔ اس کے بعد ان پر شیخ کا الزام لگایا گیا
صحاح ستہ میں نہ حضرت عبداللہ بن مسعود کی کوئی حدیث اس بارے میں ہے اور نہ مسئلہ کی
مختلف صورتیں جو محدثین و علماء نقل کرتے ہیں نہ ان علماء میں سے کسی نے یہ مسئلہ
کہ سجدہ میں کہنیاں اور کلائی زمین سے لگا دو۔ عبداللہ بن مسعود سے نقل کیا ہے۔
رلاحظہ ہو ترمذی، المعنی، شرح البکیر، مبسوط سرخسی، بہان، البحر الزخار، اعلام
الموقعین، ہدایۃ المجتہد جو مصنفین صحابہ کا اختلاف بیان کرتے ہیں نہ ان میں سے
کسی نے یہ مسئلہ حضرت کی طرف منسوب کر کے لکھا نہ کسی نے یہ لکھا کہ عبداللہ بن مسعود
نے یہ کہا ہے کہ علامہ بیہقیؒ ایسے وسیع النظر محدث سے تعجب ہے کہ انھوں نے
صرف حافظ ابوبکر ابن اسحاق کے نقل کرنے سے یہ تسلیم کر لیا کہ عبداللہ بن مسعود
نے کہنی اور کلائی کو زمین پر لگانے کو سنت بتا دیا ہے۔ یہ ہرگز صحیح نہیں ہے پھر

پھر نسیان کی نسبت حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی طرف کس طرح صحیح ہو سکتی ہے بالکل یہی سوال کسی نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے کیا تھا۔

سائل رحاب بن عمر اضع ایک آدمی نے حضرت عبداللہ بن عمر سے
مر فقی علی زحزی اذا سجد سوال کیا کہ سجدے میں اپنی کہنیاں اپنی
فقال اسجد کیف تیسرے رانوں سے لگا دو تو آپ نے فرمایا سجدہ
علیک۔ کرو جیسے بھی ہو سکے۔

اگر کوئی بھیر یا بیماری یا ضعف کی حالت میں کہتی کھڑی نہ کر سکے تو کیا ران کو کہنیوں سے بلا کرے تو اس کا جواب حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے یہ دیا کہ جس طرح طرح بھی ممکن ہو سجدہ کرو۔ اس سے صرف سجدہ کی اہمیت معلوم ہوتی ہے نہ یہ کہ بلا ضرورت سجدہ کی جو مسنون حالت ہے اس سے گزیرنے کی اجازت دی ہے۔ اسی طرح دوسری روایت مصنف ابن ابی شیبہ ہی میں ہے۔

عن عثمان بن ابی عیاش مشکوٰ عثمان ابن عیاش روایت کرتے ہیں کہ
الیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے
الادعاس والاعتقاد فی الصلاة نماز میں ٹیک لگانے کی شکایت کی آپ نے
فرخص لهم ان يستعين اجازت دی کہ آدمی اپنی دونوں کہنیوں
الرجلین فقیہ علی وکتبہ سے اپنے دونوں گھٹنوں سے یا دونوں
او فخریدہ۔ رانوں پر دوسے۔

بغیر بھیر یا بیماری کی مجبوری کے کوئی کیوں نماز میں ٹیک لگائے گا۔ البتہ سہارا لے کر مجبوری کے وقت اجازت ہے۔ پھر ان روایتوں کی وجہ سے کیا کسی نے عبداللہ بن عمرؓ نسیان کا الزام لگایا؟ پھر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ پر کیوں الزام لگایا جاتا ہے۔

(۲) وقد نسی من القرآن وحی بیشک آپ مہول گئے معوذتین قرآن

میں ہے۔

المعوذات۔

ابوبکر احمد بن اسحاق یہ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود ^{رضی} معوذتین کا قرآن ہونا مہول گئے کیونکہ ان کے مصحف میں یہ دو لؤل سورتیں نہیں تھیں اور وہ ان سورتوں کو اپنے مصحف سے مٹا دیتے تھے۔ اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا حافظ ابوبکر احمد بن اسحاق نے مصحف عبداللہ بن مسعود کو دیکھا ہے؟ اور کیا انھوں نے اس میں ان سورتوں کو نہیں پایا؟

علامہ نیشاپوری نے یہ کہیں نہیں لکھا کہ میں نے عبداللہ بن مسعود ^{رضی} کے مصحف کو دیکھا اور اس میں سورۃ نلق اور سورۃ ناس کو نہیں پایا۔ دوم یہ کہ اگر وہ کہتے ہیں کہ میں نے ان کا مصحف دیکھا اور اس میں معوذتین کو لکھا سو انہیں پایا تو یہ بھی اس بات کی دلیل نہیں ہو سکتی تھی کہ وہ سورۃ نلق اور سورۃ ناس کو قرآن کا جز نہیں سمجھتے تھے۔ کیونکہ حضرت عبداللہ بن مسعود ^{رضی} کے مصحف کے متعلق یہ بھی کہا جاتا ہے کہ سورۃ فاتحہ اس میں نہیں لکھی گئی تھی اور ظاہر ہے کہ وہ سورۃ فاتحہ کو قرآن ہی کا حصہ سمجھتے تھے۔ اور اسے نماز کی ہر رکعت میں پڑھتے تھے۔ شاگردوں کو قرآن پڑھانے تھے تو سورۃ فاتحہ پڑھانے تھے۔ نہ لکھا جانا اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ وہ سورۃ نلق و ناس کو قرآن کا جز نہیں سمجھتے تھے۔ آپ سے تو صرف ان کے مصحف میں نہ لکھے جانے کی روایت ہے حضرت عبداللہ بن مسعود ^{رضی} سے کچھ بڑی مستیاں بھی تھیں جو قرآن کو کتابی صورت میں لکھے جانے کے سرے سے مخالف رہے۔ مصحف میں

۱۔ الفہرست ابن النذیم میں ہے کہ مصحف ابن مسعود کا ایک نسخہ جو تقریباً دو سو سال کا ہو گا اس میں سورۃ

فاتحہ بھی لکھی ہوئی تھی۔ ابن النذیم خود جو چوتھی صدی کے ہیں۔ الفہرست ص ۴۰ طبع ۱۳۲۰ء

اگر ان دوسروں ہی کے لکھنے کے بارے میں حضرت عبداللہ بن مسعود کی وہی رائے جو اس سے بڑی مہنتوں کی پورے قرآن کے مصحف میں لکھے جانے کے متعلق تھی تو اس سے یہ رائے کیسے قائم کر لی جائے کہ وہ ان سورتوں کو قرآن کا جزء نہیں سمجھتے تھے۔ اس نسبت کو محققین نے صحیح نہیں پایا۔ چنانچہ علامہ ابن حزم لکھتے ہیں۔

کل ما روی عن ابن مسعود من ان المعوذتین وام القرآن لم یكونا فی مصحفہ فکذب موضوع لا یصح وانما صححت عند قرأۃ عاصم عن زوسن جیش عن ابن مسعود فیہا ام القرآن والمعوذتین
عبداللہ بن مسعود سے جو روایات کی گئی ہے کہ معوذتین اور سورۃ فاتحہ ان کے مصحف میں نہ تھیں یہ جھوٹ ہے اور گھڑی ہوئی روایت ہے۔ یہ گزشتہ صحیح نہیں (عبداللہ بن مسعود کے شاگرد زربن جیش عاصم کے استاد ہیں اور آج دنیا میں انہیں کی قرآن پھیلی ہوئی ہے جس میں سورۃ فاتحہ بھی ہے۔

علامہ سیوطی لکھتے ہیں۔

اجمع المسلمون علی ان المعوذتین والفاتحۃ من القرآن وان من جحد منہما شیئا کفروہا نقل عن ابن مسعود باطل اللین بصحیحہ
تمام مسلمانوں کو اتفاق ہے کہ معوذتین اور سورۃ فاتحہ قرآن کا جزء ہیں اور جو اس کا انکار کر لگا وہ مسلمان نہیں رہ سکتا۔ اور جو عبداللہ مسعود کی طرف نسبت کی گئی ہے وہ جھوٹ اور گزشتہ صحیح نہیں۔

۱۰ الفصل ابن حزم الاقنان ۷۹

۱۱ ترمذی حدیث مناقب ابن مسعود۔ ناقان النووی فی شرح المہذب۔

علامہ جزری نے آپ کے تیرہ شاگردوں کا نام گنا یا ہے جنہوں نے پورا قرآن آپ کو سنا کر صحیح کیا ان سب حضرات کو آپ سے سند تھی۔ آج ہم کو جو قرآن پہنچا ہے وہ ان قراء ہی کے سلسلے سے بلا ہے جس میں سورہ فاتحہ اور معوذتین سب موجود ہیں یہ ظاہر ہے کہ آپ کے شاگردوں کا شمار تو نہیں کرا یا البتہ ان تیرہ کے نام یہ ہیں۔

(۱) الاسود ابن یزید النخعی (۲) تمیم بن حذلم (۳) الحارث بن قیس (۴) زین حبیش (۵) عبید بن قیس (۶) عبید بن نضلة (۷) علقمہ (۸) عبیدۃ السلمانی (۹) عمرو بن شبرجیل (۱۰) ابو عبد الرحمن السلی (۱۱) ابو عمرو الشیبانی (۱۲) ازید بن دہب (۱۳) مسروق۔

قرآن سے آپ کو اس قدر عشق تھا اور اس میں اس قدر مہارت تھی کہ آپ رمضان میں تین دن میں قرآن ختم کیا کرتے تھے اور رمضان کے علاوہ جمعہ سے جمعہ تک قرآن ختم کر لیا کرتے تھے۔ ابن ابی سلیمان نے بتلایا کہ آپ کے احباب جمع ہوتے تھے اور وہ قرآن کھول کر بیٹھ جاتے تھے اور قرآن شریف پڑھتے تھے تو آپ تفسیر فرمایا کرتے تھے۔ مسروق کہتے ہیں کہ ہم کو حضرت مسجد میں قرآن پڑھاتے تھے پھر ہم بعد میں بیٹھ جاتے تھے تو لوگوں کو قرآن پڑھاتے تھے۔ ثم نجلس بعد نثبت للناس۔

حضرت ابو بکر صدیقؓ تو پورے قرآن کی کتابت ہی کے خلاف تھے حضرت زیدؓ بھی قرآن کی کتابت و جمع کی رائے سے اتفاق نہیں رکھتے تھے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے تو صرف معوذتین کو اپنے مصحف میں نہیں لکھا۔ اس سے یہ کب ثابت ہوتا ہے کہ وہ معوذتین کو قرآن میں داخل نہیں سمجھتے تھے یا بھول گئے تھے ایسے جلیل القدر صحابی کے متعلق ایسا گمان نہیں کیا جاسکتا کہ انہوں نے معوذتین کو قرآن سے خارج سمجھا ہو۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے حامل وحی سے خود قرآن سیکھا اور ان کے متعلق

فرمان رسول یہ ہے کہ اگر کسی کو قرآن سیکھنا ہو تو ان چار آدمیوں سے سیکھے جن میں سب سے پہلا نام حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا تھا۔ اس طرح مسلمانوں میں سب سے پہلے معلم قرآن ہونے کا مرتبہ آپ کو حاصل ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اقراءکم ابن مسعود فاقراؤا۔ پھر ان کے متعلق یہ تیس آرائی خیال و گمان سے زیادہ وقت نہیں رکھتی آپ حضور کے مخصوص صحابی ہیں جو خلوت و جلوت پر موقیع پر آپ کی خدمت میں حاضر رہتے تھے اور آپ کو یہ شرف بھی حاصل تھا کہ بلا اجازت کا شانہ نبوت میں جا سکتے تھے۔ اور حضور جو ہر سال ماہ رمضان مبارک میں قرآن کا دور فرماتے تھے تو حضرت عبداللہ بن مسعود وہ مقرب صحابی ہیں کہ اس میں شریک رہتے تھے۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کے مطابق آنحضرتؐ نے اپنی وفات کے سال رمضان کے مہینے میں قرآن کے جو دو دور فرمائے تو حضرت عبداللہ بن مسعود اس میں حاضر تھے۔

قال ابن عباس عن رسول الله
صلی الله علیہ وسلم یعرض
علیہ القرآن فی کل عام
فی کل شهر رمضان فلما
کان العام الذی مات فیہ
عرضہ علیہ مرتین فتشهد
عبدالله فانسخ ویدل۔

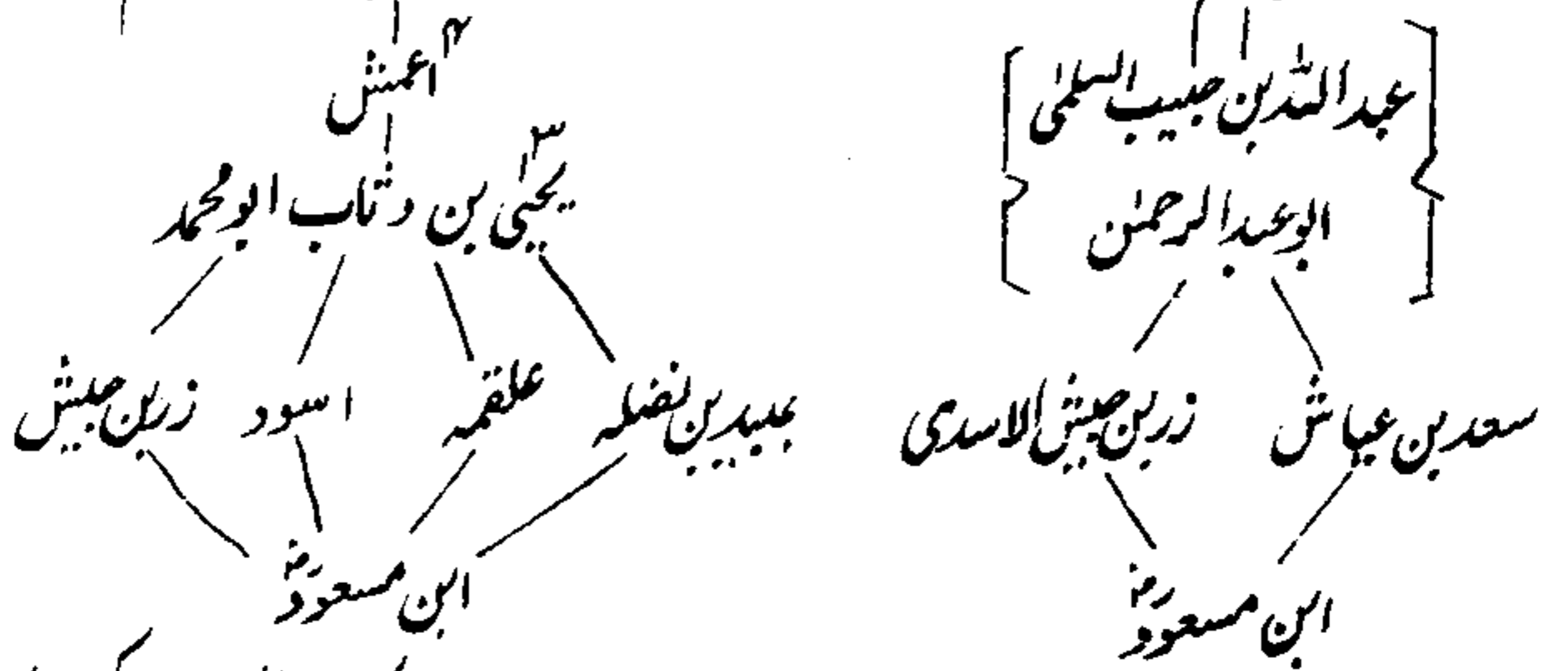
حضرت عبداللہ بن عباس نے فرمایا کہ حضور اکرم
صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال قرآن پر سال پیش کیا جاتا تھا
میرا خیال ہے کہ ہر رمضان میں لیکن جس سال آپ کی
وفات ہوئی ہے اس سال سب قرآن کا مقابلہ
حضرت جبریلؑ نے کر لیا ہے حضرت عبداللہ بن
مسعود موجود تھے جو نسخہ لکھ رہے تھے اور جس میں تبدیلی
ہوئی اس سے حضرت عبداللہ بن مسعود واقف تھے۔

سے ترمذی حدیث حذیفہ مناقب ابن مسعود۔
کے مستدرک ص ۲۳ ج ۳ نیز الطحاوی ص ۲۰۹

حضرت ابی ظبیان کی روایت ہے کہ ان سے حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے پوچھا کہ تم قرآن کس طرح پڑھتے ہو۔ انھوں نے جواب دیا کہ ابن ام عبد کی قرأت پڑھتا ہوں۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ یہی اخیر قرأت ہے۔ پھر یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ آپ ان دونوں سورتوں کو مہجول گئے یا ان کے قرآن کا جز ہونے کا آپ کو علم نہ تھا اور آپ کو اس سے انکار ہے۔

ابن مسعودؓ سے یہ تواتر ہم کو معلوم ہوا ہے کہ وہ ان سورتوں کو قرآن کا جز کہتے ہیں اور آئمہ قراء نے یہ تواتر اپنی اسناد کو ابن مسعودؓ تک پہنچا پایا ہے۔ چنانچہ حفاظ و قراء قرآن سے عاصم، حمزہ، کسایی اور خلف جو مشہور قراء سے ہیں اور ان کی صحت سند پر تمام امت کا اتفاق ہے۔ اور تمام بلاد اسلامیہ میں ان کی سندیں سینکڑوں ہزاروں حفاظ کے پاس ہیں۔ ان چاروں کو اسی قرآن کی سند جس میں معوذتین ہیں ابن مسعودؓ سے ہے۔ ہر ایک کی سند ملاحظہ ہو۔

کسایی ————— حمزہ ————— سلیم خلف



اب ان سندوں کے مقابلہ میں جو متواتر ہیں اور صحت کا اعلیٰ درجہ رکھتی ہیں دوسری ضعیف روایتوں کا اعتبار نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح حضرت علی ابن ابی طالبؓ اور ابی بن کعبؓ سے بھی حفاظ قرآن اور قراء کے پاس اسی قرآن مرتب کی ایسی سندیں ہیں جس کی صحت پر تمام امت کا اتفاق ہے۔ اور جو درجہ تواتر اور صحت کے اعلیٰ مرتبہ

پر ہیں۔ ان کے مقابلے میں وہ روایات جن سے حضرت علیؓ یا حضرت ابن مسعودؓ یا حضرت ابی بن کعبؓ کی تالیف اور ترتیب اس قرآن کے خلاف ثابت ہوتی ہے معتبر نہ ہوگی۔ اسی لئے علماء نے اور مسلمانوں نے ایسی روایتوں کو جعلی اور بے اصل و اہی کہا ہے یہاں ہم ایسے چند علماء کے نام لکھتے ہیں۔ ابن حزم کی محلی اور اتقان کی عبارت ہم پہلے نقل کر چکے ہیں۔ اب ان کے علاوہ دوسرے علماء کی عبارتیں نقل کی جاتی ہیں۔

(۱) واما قولهم ان مصحف عبد الله بن مسعود خلاف مصحفنا نباطل وكذب وانك نصحف عبد الله ابن مسعود انما نبيعه تراثة بلا شك وقراءة من قراءة عاصم المشهورة عند جميع اهل الاسلام في مشرق الدنيا وغربها نقرأ كما ذكرنا

اور یہ بات کہ ابن مسعودؓ کا قرآن ہمارے قرآن موجودہ کے خلاف ہے محض بہتان، افتراء اور جھوٹا ہے۔ البتہ ان کا قرآن ان کی تراث کے مطابق لکھا ہوا تھا اور ان کی تراث وہی ہے جو قراء سبعہ میں سے عاصم کی تراث ہے اور اس وقت تمام دنیا میں مشہور ہے یعنی محض قراءت کا فرق ہے نہ کہ ترتیب کا۔

(۲) اجمع المسلمون على ان المعوذتين والفاطحة من القرآن وان من جحد منها شيئاً كفر وما نقل عن ابن مسعود غير صحيح

تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ معوذتین قرآن کی سورتیں ہیں اور اس کا منکر کافر ہے۔ ابن مسعودؓ سے اس کے منقول روایات جعلی اور واهی ہیں۔

۱۔ کتاب الفصل طبع ثانی ص ۷۷، ابن حزم
۲۔ امام محی الدین نووی قال النووی فی شرح المہذب۔

- (۳) لم یصح عنه انها لیسیت بقرا
ولا حفظ عنه۔
معوذتین کا انکار صحیح طور سے ابن مسعودؓ
سے ثابت نہیں ہوا ہے۔
- (۴) والاعلیٰ علی النطن ان نقل هذا
لمذہب عن ابن مسعود نقل باطل
ابن مسعودؓ سے معوذتین کے متعلق جو انکار
نقل ہے وہ باطل ہے۔
- (۵) نسبة انکار کونہا من القرآن الیہ
غلط فاحش ومن اسناد
الانکار الی ابن مسعود فلا یعبأ بسندہ
عند معارضة هذه الاسانید
المصحیحة بالاجماع المتلقاة
بالمقبول عند العلماء الکرام بل
والامة کافة کلها فظہران نسبة
الانکار الی ابن مسعود باطل ہے۔
- (۶) بقی امر ترتیب السورۃ فالہ حقو
علی لہ من امر الرسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم وقیل ہذا الترتیب
باحبتہا من الصحابة واستدل
علیہ ابن فارس باختلاف المصاحف
فی ترتیب السور فہم صحف
- محققین علماء کے نزدیک سورتوں کی ترتیب آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے موافق ہے اور یہ قول کہ
صحابہ نے اپنی رائے سے ترتیب دی اور اس پر یہ
دلیل لانا کہ حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ اور ابی بنی
کعب اور ابن مسعودؓ کے قرائن کی جو ترتیب تھی
وہ قرآن کی اس ترتیب کے خلاف تھی جس سے معلوم

سے قاضی ابوبکر سے امام فخر الدین رازی۔

سے کبر العلوم شرح مسلم الثبوت مصر ج ۲ ص ۱۲۔

علی کان علی ترتیب النزول
 ومصحف ابن مسعود علی
 غیر هذا الذی الآن والحق
 هو الاول وهذا الروایات
 من خرفة مموهة ولم توجد
 فی الكتب المعترضة ولا یعبأ بهانی
 مقابلة التواتر الذی جرى
 من لدن رسول الله صلی الله
 علیه وسلم الى الآن وايضا ظهر
 من هذا ان الترتیب الذی
 یقرء علیه القرآن ثابت
 عن رسول الله صلی الله علیه
 وسلم فان القراء العشرة
 باسائرهم الصحاح
 المجمع علی صحتها نقلوا
 عن رسول الله علیه وسلم
 وقروا وعلی هذا الترتیب و
 نقلوا عن شیوخهم انهم
 اقرؤهم هكذا وشیوخ
 شیوخهم اقرؤهم هكذا
 الى رسول الله صلی الله علیه وسلم

ہوتا ہے کہ ترتیب خود صحابہ نے دی تھی
 در زمان صحابہ کی ترتیب کے خلاف نہ ہوتی
 یہ قول اور دلیل صحیح نہیں ہے ہاں پہلا قول
 صحیح ہے اس لئے جن روایتوں سے یہ معلوم
 ہوتا ہے کہ ان صحابہ کی ترتیب اس قرآن کے
 خلاف تھی وہ تمام جعلی اور خیالی ہیں واقعت
 اسے کچھ بھی تعلق نہیں کسی معتبر کتاب میں ایسی روایات
 نہیں اس لئے یہ روایات ہرگز اس قابل نہیں
 کہ ان پر توجہ کی جائے خصوصاً ایسی حالت میں
 کہ قرآن کی یہ ترتیب تمام امت کے اجماع تک منقول
 اور تمام اکابر کا اس پر اتفاق ہے یہاں یہ معلوم
 ہوا کہ قرآن کی یہ موجودہ ترتیب آنحضرت کی دی ہوئی
 ہے کیونکہ ان دنوں قاریوں نے جن کی سندیں متواتر ہیں
 اس قرآن کو اپنی سندوں سے آنحضرت تک پہنچا یا اور
 اس کا آنحضرت کے سماع ثابت اور ان قاریوں کی یہ
 سندیں نہایت ہی اعلیٰ درجہ میں صحیح ہیں اور تمام
 امت نے ان کی صحت پر وثوق کیا ہے اور تمام
 کا ان پر اتفاق ہے اور ہر ایک قاری اس کو یہی نقل کرتا
 ہے کہ میں نے اپنے استاد سے اس طرح قرآن کو سنا
 اور پھر یہ استاد اپنے استاد سے اسی طرح سماع بیان کرتا
 یہاں تک کہ یہی سلسلہ آنحضرت تک پہنچا ہے۔

(۳) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ پر ایک الزام یہ بھی ہے۔

وَنَسِيَ مَا لَمْ يَخْتَلَفِ الْعُلَمَاءُ فِيهِ
 اور آپ بھول گئے جو بات کہ صلے علماء میں
 النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 اتفاق ہے کہ رسول ذی الحجہ کو آپ نے
 صَلَّى الصُّبْحَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فِي وَقْتِهَا
 صبح کی نماز اپنے وقت پر پڑھی۔

ابوبکر احمد بن اسحاق کا اشارہ اس عبارت سے اس حدیث کی طرف ہے جو صحیحین میں مروی ہے۔ صلی الفجر قبل ميقا تھا آپ نے وقت سے پہلے نماز فجر پڑھی یہاں تو کوئی اعتراض کی بات ہی نہیں۔ ائمہ نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی بات کا منشا نہیں سمجھا اور نہایت جرات سے "نسی" کا حکم لگا دیا۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا منشا یہ ہے کہ صبح کی نماز عادتاً جس وقت آپ پڑھتے تھے اس دن اس وقت سے پہلے آپ نے پڑھی جیسا کہ بخاری شریف میں ہے۔
 ثم صلی الفجر حين طلع الفجر
 پھر آپ نے نماز پڑھی جب فجر طلوع ہوئی
 ولقائل ان يقول لم يطلع
 اور اتنا سوچا تھا کہ کوئی کہنے والا یہ کہہ سکتا تھا
 الفجر
 کہ ابھی صبح نہیں ہوئی۔

آپ نے نماز فجر طلوع سے پہلے ہی پڑھی مگر اتنا جس وقت تھا کہ کسی کو شک ہو سکتا تھا کہ فجر ابھی شروع نہیں ہوئی۔ یعنی اس سے پہلے کبھی آپ نے ایسے وقت پر نماز نہیں پڑھی کہ فجر ہو گئی ہو لیکن لوگوں کو فجر ہونے میں اشتباہ ہو۔
 ابوبکر احمد بن اسحاق بخاری کے چند بابوں میں "حين طلع الفجر" اور فلما طلع الفجر اور حين مبرز الفجر ان کو مل جاتا ہے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ تو وہ مستحق ہیں جن کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ما حدثتكم ابن ام عبد بن فضل قولا
 عبداللہ بن مسعودؓ حدیث بیان کریں اس کی تخم تعدیلتے۔

دوسرا ارشاد ہے

رضیت لکم ما رضی لکم
ابن ام عبد

جس بات سے عبداللہ بن مسعود خوش ہیں
اس سے میں بھی خوش ہوں۔

(۴) ونی کیفیت جمع النبی

اور آپ یہ بھول گئے کہ حضور نے عرفہ کے دن
نمازوں میں کس طرح جمع کیا جائے۔

صلی اللہ علیہ وسلم بعرفة

اوس جہی کے سلسلے میں جس طریقے سے اُنھوں نے یہ لکھا کہ مزدلفہ کی صبح کی

نماز کا وقت حضرت عبداللہ بن مسعود بتلانا بھول گئے۔ اسی طرح عرفہ میں جمع

کرنے کی کیفیت بھول جانے کا الزام بھی حضرت عبداللہ بن مسعود پر لگایا ہے

یہ دونوں واقع ایک ہی دن کے ہیں۔ دو نمازیں آپ نے ظہر کے وقت پڑھیں

اور دو نمازیں عشاء کے وقت آپ نے پڑھیں۔ مگر عشاء و مغرب کی نمازیں

مزدلفہ میں پڑھیں۔ جس میں جمع تاخیر فرمائی شافعیہ جس کی تائید کرتے ہیں اس

حصہ کو چھوڑ کر جس مسئلے میں تمام شافعیہ اتفاق نہیں کرتے اس کا تذکرہ بھی

ابوبکر احمد بن اسحاق "نسی" ہی سے کرتے ہیں اب ان سے کون پوچھے کہ جمع تاخیر

کو کیوں لسیان نہیں فرمایا۔ ہم خوش ہیں کہ ایک صحابی کی غلطیوں کی تعداد کم کر دی

اس الزام کی حقیقت یہ ہے

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عرفات کے میدان میں عرفہ کے دن ظہر

و عصر کی نماز ظہر کے وقت پڑھی۔ اس میں ظہر کی نماز تو اپنے وقت پر پڑھی تھی

مگر بالکل اول وقت اور عصر کی نماز ظہر سے بالکل متصل یہ نماز وقت سے

بہت پہلے پڑھی گئی۔ پھر مغرب کا وقت ہو جانے کے بعد آپ میدان عرفات

سے روانہ ہوئے اور چھ میل چل کر جب مزدلفہ پہنچے ہیں تو یقیناً مغرب کا وقت ختم ہو گیا تھا مزدلفہ پہنچ کر مغرب پڑھی پھر عشاء کی نماز پڑھی تو جس طرح ظہر کی نماز وقت پیمانی پڑھی مٹی اسی طرح یہاں عشاء کی نماز وقت پیمانی پڑھی لیکن مغرب کی نماز وقت کے بہت بعد پڑھی۔ اس لئے اس کا تذکرہ حضرت عبداللہ بن مسعود نے کیا کہ مغرب اپنے وقت سے ہٹا کر پڑھی اور آب کی کمی عادت نہیں مٹی کہ کوئی نماز بغیر کسی مجبوری کے قضاء کر کے پڑھیں۔ اس لئے اس دن جو دو باتیں خلاف عادت ہوئی تھیں ان کا تذکرہ حضرت عبداللہ بن مسعود نے اپنی اس حدیث میں کیا۔

ما رأیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم
صلی الفجر لغير مینقا تھا
الاصلا تین جمع بین
المغرب والعشاء وصلی
الفجر قبل مینقا تھا۔
میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیکھا کہ کبھی فجر کی نماز بے وقت پڑھی ہو مگر آپ نے مغرب عشاء جمع کر پڑھی اور مغرب کا وقت جاچکا تھا اور صبح کی نماز آپ جس وقت پڑھا کرتے تھے اس سے بہت اول وقت پیمانی۔

لیکن اس دن آنحضرت نے جو عصر کی نماز پڑھی تو نہ وقت ادا تھا نہ وقت قضا اس کا تذکرہ آپ نے نہیں کیا۔ (جو نماز وقت آنے پر پڑھی جائے تو وہ ادا ہوتی ہے) عزرات کے دن جس وقت پیمانی نے عصر کی نماز پڑھی اور دنوں میں عصر کی نماز کا وقت اس وقت نہیں آتا اور جب وقت نہیں آیا تو ہم یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ وقت گزر گیا۔ تو ہمارا یہ کہنا کہ نہ وہ وقت ادا تھا نہ وقت قضا بالکل صحیح ہے۔ یہ حج کا خاص حکم مطلقاً۔ اس لئے حضرت عبداللہ بن مسعود نے عادت

کے خلاف ہونا جہاں بیان کیا ہے۔ وہاں ان کا تذکرہ نہیں کیا۔ ابو بکر احمد بن اسحاق نے یہ کیسے سمجھ لیا کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ مہربل گئے ہو سکتا ہے کہ جن دو نمازوں کے وقت کے متعلق حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ اپنے وقت سے بدل گئیں وہ دو نمازیں عصر کی نماز عرفہ میں اور مغرب کی نماز مزدلفہ میں مراد مہربل کیونکہ یہی دو نمازیں اپنے وقت اصلی سے مہربل کرنا کی گئیں۔ فجر کی نماز مزدلفہ میں اپنے وقت ہی پر ادا کی گئی ہے وقت ادا نہیں کی گئی۔ یہ ضرور ہوا کہ عادتاً جس وقت ادا کی جاتی تھی اس سے بہت پہلے ادا کی گئی تو گویا یوں تھا۔

ماریت رسول اللہ صلی اللہ علیہ
ہیں دیکھا میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کہ
دس لمی صلاۃ بغير ميقاتها
وقت متعین کے سوا اور بے وقت نماز پڑھی ہو
الاصلاتین صلاۃ العصر
مگر دو نمازیں عصر کی نماز عرفہ میں اور مغرب کی
بعرفة والمغرب بمزدلفۃ۔
نماز مزدلفہ ہیں۔

کیونکہ یہی دو نمازیں درحقیقت اپنے اوقات پر ادا نہیں کی گئیں بلکہ وقت سے بہت پہلے ایک وقت کے بہت بعد ہاں فجر کی نماز کا تذکرہ کر دیا دومی نے ان دونوں نمازوں کے ساتھ عصر و مغرب کی نماز جو قبل از وقت اور بعد از وقت پڑھی گئی تھیں ان کے تذکرہ کے ساتھ صبح کی نماز کا بھی تذکرہ کر دیا۔ گو وہ نہ قبل از وقت تھی نہ بعد از وقت۔ صرف عادتاً جس وقت حضور اکرمؐ پڑھا کرتے تھے اس سے ضرور پہلے ادا کی گئی تھی۔ اس کی مثال حدیث میں ایک سے زیادہ ہیں۔ جیسے کہ مسلم کی حدیث "ترغیب فی کرامات من" سے کتاب و سنت مراد ہے اس کے بعد آپ نے اہل بیتؑ کا ذکر کیا تو بعض راویوں نے خیال کر لیا کہ "امرین" سے

اس مقالے کے پانچویں حصے کے شروع میں یہ حدیث جتنے صحابیوں سے روایت ہوئی ہے ان کو جمع کر دیا گیا ہے۔

مراد کتاب و اہل بیت ہیں۔ اس قسم کا اختصار اور حدیثوں میں بھی پایا جاتا ہے جیسے زیند عبد القیس کی حدیث جس میں چار باتوں کے حکم کا تذکرہ کیا ہے اور بائیں پانچ مذکور ہیں۔ علماء کہتے ہیں کہ ایک ایسا بالذکر کا تذکرہ کیا اور تین بائیں ذکر نہیں کیں۔ اس ایک بات کی تفصیل میں پانچ باتیں ہیں۔

(۵) ایک اور نسیان کا تذکرہ کیا ہے کہ سورۃ والیل میں ”وما خلق الذکر والانس“ کے بجائے ابن مسعودؓ کی روایت ہے کہ ”وما خلق الذکر والانس“ پڑھتے تھے حالانکہ دنیا جانتا ہے کہ اس کا نام اختلاف قراوت ہے مہل چوک سے اس کا تعلق نہیں۔ بخاری شریف ص ۱۰۱ پر ہے کہ حضرت ابو برداء نے علقمہ سے سوال کیا کہ تم کیا پڑھتے ہو جب علقمہ نے ”والذکر والانس“ پڑھا تو ابو برداء نے فرمایا ہے۔

ان سمعت النبی صلی اللہ علیہ
وسلم هكذا الذکر والانس
واللہ لا انا جہم۔

میں نے سنا ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس طریقے سے
پڑھتے تھے مگر لوگ چاہتے ہیں میں پڑھوں
وما خلق الذکر والانس خدا کی قسم میں ان کا

بات نہیں مانوں گا۔

واللہ لقد اقراٰ نینہا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم من فیہ

خدا کی قسم محمد کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے دو بار اس طریقے سے پڑھا یا ہے

الحی فی۔

الجوہر النقی ج ۲ ص ۸۲ پر ابن جنی کی المحاسب سے نقل کیا گیا ہے وللذکر
والانس صرف عبد اللہ بن مسعودؓ کی قراوت نہیں ہے بلکہ سیدنا حضرت علیؓ اور
حضرت عبد اللہ بن عباسؓ نے بھی یہی پڑھا ہے۔ ان میں سے کسی کے متعلق ”نسی“

نہیں فرمایا گیا تو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے متعلق کیوں کہا جائے کہ وہ مجہول گئے
حافظ ابو بکر احمد بن اسحاقؒ کو یہ خیال نہیں ہوا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے
قرآن کے متعلق خاص طور پر ارشاد فرمایا۔

عن عبد اللہ بن عمرو بن
ابی العاصؓ سمعت رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم استقرأوا
القرآن من اربعة من عبد اللہ
بن مسعودؓ (خبر ابد) و سالم
مولی الجذیفہ والی بن کعب
ومعاذ بن جبلؓ

عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ
سے سنا کہ آپ نے حکم دیا کہ ان چار آدمیوں
سے قرآن شریف پڑھو۔ (۱) عبداللہ
بن مسعودؓ (۲) سالم مولی ابی حذیفہؓ۔
(۳) ابی بن کعبؓ۔
(۴) معاذ بن جبلؓ۔

ومعاذ بن جبلؓ

اس ارشاد میں سب سے پہلا نام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ
بن مسعودؓ کا لیا ہے۔ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرو بن العاصؓ کی حدیثیں ہیں۔

من سترہ ان یقرأ القرآن غضا
فلیقرأ علی قرأتہ ابن ام عبد
من احب ان یقرأ القرآن غضا
فلیقرأ علی قرأتہ ابن ام عبدؓ

جو اس بات سے خوش ہوتا ہے کہ ترقی تازہ قرآن شریف پڑھے
وہ عبداللہ بن مسعودؓ کی قرأت پڑھے،
جو چاہتا ہے کہ ترقی تازہ قرآن شریف پڑھے وہ عبداللہ
بن مسعودؓ کی قرأت پڑھے۔

(۶) ایک الزام عبداللہ بن مسعودؓ پر یہ ہے کہ ”سنی ما اتفق العلماء علی نسخهہ کالتطبیق“
اس مسئلہ کی پہلی تفصیل پیش کی جاتی ہے پھر اس الزام کی کیا حیثیت ہے وہ خود بخود ناظرین
پر واضح ہو جائے گی مسلم شریف میں جہاں یہ عنوان قائم کیا گیا ہے ”باب النذب

علی وضع الاییدی علی الرکب - وہاں یہ حدیث ہے -

عن علقمة والاسود انهما دخلا
 علی عبد اللہ فقال علی من خلفکم!
 فقالا نعم فقام بینہما وجعل
 احدہما عن یمینہ والآخر عن
 شمالہ ثم رکعنا فوضعنا
 ایذا علی رکبنا فضرب ایمنینا ثم
 طبق بین یدینہ ثم جعلہما
 بین یخدیه فلما صلی قال
 ہکذا فعل رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم وفی روایۃ کأذی النظر
 اختلاف اصابع رسول اللہ صلی
 علیہ وسلم

حضرت عبداللہ بن مسعود نے رکوع میں جا کر اپنے دونوں ہاتھوں سے اپنے
 دونوں گھٹنے نہیں پکڑے بلکہ اپنے دونوں ہاتھوں کو لاکر اپنے دونوں گھٹنوں کے بیچ
 میں رکھا۔ یہ حضرت عبداللہ بن مسعود کا واقعہ آپ کی ساری عمر میں ایک مرتبہ پیش آیا
 اس ایک مرتبہ کے واقعہ سے یہ قیاس قائم کرنا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود ہاتھوں سے
 دونوں گھٹنوں کو پکڑنے کی سنت سے ناواقف تھے یا اس کو بھول گئے کسی طریقہ
 سے صحیح نہیں ہو سکتا حضرت عبداللہ بن مسعود کے علاوہ حضرت سیدنا علیؑ بھی
 اس کے قائل تھے۔ ابن ابی شیبہ عاصم ابن حمزہ حضرت علیؑ سے نقل کرتے ہیں۔

قال فان شئت قلت هكذا
يعور وضعت يدك على كتفك
وان شئت طبقت .
اگر تم چاہو ایسے کرو اگر تم چاہو تطہین کرو
اپنے دونوں ہاتھ اپنے دونوں گھٹنوں کے
بیچ میں رکھو۔

حافظ ابن حجر اس روایت کی سند کو حسن بتلاتے ہیں یعنی حافظ ابن حجر کی
تحقیق کا حاصل یہ ہے کہ نماز میں دو دونوں باتوں کا اختیار ہے کہ رکوع میں ہاتھوں
سے دونوں گھٹنوں پر یا تطہین کرے یہی رائے عبداللہ بن مسعود کے متعلق کیوں
نہیں قائم کی جاتی کہ وہ بھی رکوع میں تطہین کے جائز ہونے کے قائل تھے اور
جواز بتلانے کے لئے ایک مرتبہ عمل کر کے تطہین بھی بتلا دی۔ کیا قنوت و
تشہد میں الفاظ کا اختلاف نہیں ہے؟ اذان و اقامت میں اختلاف نہیں
ایک قسم کے الفاظ یا ایک طریقے کی روایت کرنے والے کے متعلق یہ نہیں کہا
جاتا کہ وہ دوسرے طریق اقامت، اذان اور تشہد سے ناواقف تھا یا اسے
مبہول کیا تھا۔

مختلف مسلوں میں دو روایتیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل ہوئی ہیں
وہاں ایک مسلمان کو اختیار ہے کہ جس سنت کو چاہے اختیار کرے اس لئے
حافظ ابن حجر جو سیدنا علیؑ کے روایت تطہین کے بارے میں یہی فیصلہ کرتے ہیں۔
وهذا التأويل هو المتعين . اور یہی تاویل متعین ہے۔

کیونکہ حافظ ابن حجر تطہین رکھتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کو دن میں سترہ بار فرض نمازوں میں اور اس سے زیادہ دوہر کی
نمازوں میں دیکھا کرتے تھے کہ رکوع میں اپنے ہاتھوں سے گھٹنوں کو پکڑتے تھے

پھر انہوں نے حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمرؓ کو بھی یہی کرتے دیکھا پھر یہ کیسے خیال کیا جاسکتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اس کو مہجول گئے تھے اور ان کے کسی رفیق نے ان کو یاد دلایا کہ تطبیق کے علاوہ یہ بھی سنت ہے۔ اب یہ سوال علامہ ابو بکر احمد بن اسحاقؒ سے بے موقع نہ ہوگا کہ ہم ان سے دریافت کریں کہ صحابیوں میں بہت سے ایسے ہیں جنہوں نے ایسی روایت کی ہے کہ وہ روایت دوسرے صحابی سے مروی نہیں ہے۔ تو کیا کسی عالم نے یا محدث نے یہ کہا کہ وہ مہجول گئے ہم یہاں ایک ایسا واقعہ نقل کرتے ہیں جو تطبیق کے مسئلے سے بڑھی مماثلت رکھتا ہے۔ امام ترمذی لکھتے ہیں۔

جميع ما في هذا الكتاب هو معمول
به وبه اخذ اهل العلم ما خلا
حدیثی عن ابن عباس ان النبی
صلی اللہ علیہ وسلم جمع بین الظهر
والعصر بالمدينة والمغرب والعشاء
من غیر خوف ولا سفر ولا مطر
وحدیث النبی صلی اللہ علیہ وسلم
انہ تال اذا شرب الخمر
فاجلدوه فان عاد فی الرابعة
فاقتلوا۔

اس کتاب کی سبکی سب حدیثوں پر امت کا
عمل ہے و معمول یہاں ہیں ابجز دو حدیثوں کے ایک
عبداللہ بن عباسؓ کی حدیث کہ آپ نے مدینہ میں ظہر اور
عصر اور مغرب اور عشاء میں دو دو نمازوں کو جمع
کر کے پڑھا۔ مدینہ میں جمع بین الصلوٰتین کیا،
حالانکہ سفر نہیں تھا، خوف نہیں تھا اور بارش بھی
نہیں تھی۔ یعنی کوئی جمع کرنے کا عذر نہیں تھا،
اور دوسری حدیث جس میں حضور اقدسؐ نے فرمایا کہ
جو شراب پیے اس کو کوڑے لگاؤ۔ پہلی بار دوسری
تیسری بار اور چوتھی بار پیے تو اس کو جان

باردور

پہلی روایت میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے کتاب الصلوٰۃ ص ۲۶ باب
الجمع بین الصلاۃین میں ہے، اور دوسری روایت باب الحدود ص ۷۲ میں ہے
تو کیا اس بنا پر کسی نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے متعلق یہ کہا کہ وہ بھول گئے یا
حضرت معاویہؓ کے متعلق یہ کہا کہ وہ بھول گئے۔ عجب بات ہے کہ حضرت عبداللہ
بن مسعودؓ پر آسانی سے الزام لگا دیا گیا۔

۷۔ ایک الزام حضرت عبداللہ بن مسعودؓ پر یہ ہے کہ ”سنی قیام الاثنین
خلف الامام کہ جب دو مقتدی ہوں تو امام کہاں کھڑا ہو۔ امام آگے ہو دو
مقتدی پیچھے ہوں جس طریقے سے دو سے زیادہ مقتدیوں کی صورت میں
امام آگے ہوتا ہے اور سب مقتدی پیچھے ہوتے ہیں یا امام سج میں ہو اور ایک
مقتدی بائیں ہو اور ایک دائیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اس مسئلہ کو بھول گئے کہ
امام کو آگے ہونا چاہیے اور مقتدیوں کو پیچھے اور وہ بھی اس صورت میں امام کا درمیان
ہیں کھڑا ہونا ہی صحیح خیال کرتے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اپنے اس طرح
نماز ادا کرنے کا واقعہ بیان کرتے ہیں یہ درحقیقت بھول نہیں ہے اور نہ ہی جہالت
بلکہ اس مسئلہ کی ایک رائے شکل کے سوا دوسری جائزہ شکل کا جو انہیں علم تھا وہ علم بھی
آپ نے اپنے شاگردوں کو پہنچایا اور آپ نے اس کی اپنے عمل سے اپنے شاگردوں
کو تعلیم دی حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے بہترین زمانے میں کسی مسلمان کے لئے
شاذ و نادر ہی یہ صورت پیش آتی ہوگی کہ جماعت سے وہ نماز نہ پڑھ سکے یا صرف
دو مقتدیوں کے ساتھ نماز پڑھنے کا موقع ملے۔ اگر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے
کسی وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طریقے سے نماز پڑھتے دیکھ لیا تو کیا
تعجب ہے کیونکہ جس قدر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی خدمت میں حاضر باشی کا التزام تھا کسی دوسرے صحابی کی نسبت یہ التزام ہم

حدیث کے ذخیرہ میں نہیں پاتے۔

حضرت اسود بن یزید اپنا جو واقعہ بیان کرتے ہیں کہ وہ اور ان کے چچا علقمہؓ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے پاس دوپہر کے وقت گئے اور ظہر کی نماز اٹھنے کے ساتھ اس طرح سے ادا کی کہ ایک گودا منی طرف کھڑا کیا اور دوسرے گودا منی طرف اور بعد فراغ نمازیہ فرمایا کہ اسی طرح حضورؐ بیٹھا کرتے تھے جبکہ امام کو ملا کہ تین مصلی ہوتے تھے۔ اس واقعہ سے صراحتاً یہ نہیں معلوم ہوتا کہ اسود اور علقمہؓ دونوں آپ کے بالکل برابر تھے بلکہ حدیث کے الفاظ سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ دونوں کے امام آگے تھے اور دونوں آپ کے پیچھے تھے۔ ہاں وہ دونوں اس طریقہ سے پیچھے تھے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بچوں بیچ میں تھے گو آگے تھے ہو سکتا تھا کہ راوی نے الفاظ ادا کرنے میں احتیاط نہ کیا ہو۔ ابن سیرینؒ امام کے وسط میں کھڑے ہونے کی وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ عبداللہ بن مسعودؓ کا قیام مسجد میں تنگ جگہ پر تھا جہاں مقتدی پیچھے کھڑے نہیں ہو سکتے تھے۔ اس مسئلہ کی ایک شکل یہ ہے کہ امام کو اس وقت بیچ میں کھڑا ہونا چاہیے جبکہ مقتدیوں میں ایک بچہ ہو اور ایک بڑا ہوا۔ جیسا کہ حضرت انسؓ کی روایت سے پتہ چلتا ہے۔

انسؓ نے روایت کی ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی اور ہمارے خاندان کا ایک چھوٹا بچہ اور تھا اور حضرت ام سلیمؓ ہمارے پیچھے تھیں۔

روایۃ انسؓ صلایت خلف
النبی صلی اللہ علیہ وسلم
لانا یتیم لنا وام سلیم خلفنا۔

مشکوٰۃ احمد ج ۱ ص ۲۵۹ ابواب اذا کانوا ثلثہ کیف یقفون ص ۹۷ نمبر ۶۱

ابتداء میں پوری حدیث گزر چکی۔ ۲۵ سنن بیہقی ج ۳ ص ۹۹ ص ۱۸۱۔

علامہ ابن قیم البدائع میں لکھتے ہیں۔

هو السنة الدائمة المستمرة اور یہی مستقل سنت ہے جب دونوں مقتدیوں
اذا كان احد المأمومين صبيًا میں سے ایک مقتدی نابالغ ہو۔
ابن قیم لڑکے کے صف میں بڑوں کے ساتھ کھڑے ہونے کی ممانعت کے
بیان میں لکھتے ہیں۔

فالامام فخير بان يقف في وسطها الرجل عن يمينه
والصبي عن يساره وبين ان يقفا جميعا عن يمينه
ان كانت الصلاة فرضا وان كانت نافلة جازان
يقفا خلفه يرض عليه فقال اذا كان رجل غلام لم يدرك
في صلاة الفريضة فليقم الرجل وسطهم بينهما كما
فعل ابن مسعود في الفريضة

امام کو اختیار ہے کہ بیچ میں کھڑا ہو اور دیگر آدمی دہنے طرف اور بچہ بائیں طرف اور یہ بھی اختیار ہے کہ دونوں کے دونوں دہنے طرف کھڑے ہوں اگر فرض نماز ہے۔ اور اگر نفل ہے تو جائز ہے کہ دونوں بیچے کھڑے ہوں اس کی تصحیح کی ہے اور کہا ہے کہ جب ایک آدمی ہو اور ایک نابالغ لڑکا اور فرض نماز میں امام دونوں کے بیچ میں کھڑا ہو جیسا کہ عبداللہ بن مسعود فرض نماز میں بیچ میں کھڑے ہوئے تھے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قرآن و حدیث سے فقہ کا تعلق

فقہاء کے کام میں فقہ کی ضرورت کی اہمیت

اس کے رہنما اصول کیا ہونے چاہئیں

اب اس مقالہ کا پانچواں حصہ شروع ہوتا ہے جو مقالہ کا اہم جزو ہے مختلف فقہی مسائل کے بارے میں آپ کے فقہی اقوال جو پہلے گزرے وہ بصیرت دینی کی نظر یا کسی اور سلسلے میں تھے۔ یہاں آپ کے بیان کردہ مسائل اور فتوے فقہی ترتیب سے جمع کئے گئے ہیں جتنا استیعاب ہو سکا اس کی کوشش کی گئی ہے۔

(الف) اس سلسلے میں پہلا سوال تو یہ ہے کہ صاحب فتویٰ صحابی تو ایک سو تیس ہیں ان میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی فقہ کو ریسرچ کا موضوع بنانے کے لئے کیوں منتخب کیا گیا؟

یہ سچ ہے کہ لیل تو ایک سو تیس صحابی صاحب فتویٰ ہیں لیکن ان میں سے سات بزرگوں کے متعلق حافظ ابن حجر عسقلانی مقدمہ اصحابہ میں اور ابن قیم اعلام الموقعین میں لکھتے ہیں کہ سات صحابہ کے فتوؤں کی تعداد زیادہ ہے اور ان سات میں سے حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ خصوصیت کے ساتھ

ہستیاں ہیں جن کے ذمہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہی میں فتویٰ کی خدمت سپرد کر دی گئی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ تشریف لائے تو ان کی عمریں خوب سوچ بوجھ کی تھیں۔ رزم ہو یا بزم ہر ایک میں تینوں شریک ہوتے تھے۔ قرآن اور سنت کے علم میں بھی یہ حضرات ایک دوسرے کے لگ بھگ تھے۔ ان سے جو مسائل و فتوے نقل کئے گئے ہیں ان کی تعداد زیادہ ہے اور کیا عجب ہے ان تینوں میں حضرت عبداللہ بن مسعود ہی کے فتوے سب سے زیادہ ہوں۔ لیکن ان تینوں سے جو کم عمر صحابہ ان کے بعد رہ گئے تھے ان کے فتوؤں کی کثرت کا دعویٰ کیا جاسکتا ہے مگر خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں مدت تک جو حضرات فتوے کا کام کرتے رہے وہ یہی تین ہیں جو ۲۲ سالہ میں اور اس کے بعد بھی زندہ رہے اس لئے ابتدا میں یہ اندازہ قائم کیا گیا کہ آپ کے مسائل زیادہ ملیں گے۔ آپ کی فقہ اگر جمع کی جائے تو صحابہ کے زمانہ کی فقہ کا کام زیادہ سے زیادہ سامنے آجائے گا۔ اس لئے حضرت عبداللہ بن مسعود کی فقہ کو ریسرچ کا موضوع بنایا گیا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود کی فقہ کو جمع کرنے میں بہت سی کتابوں کو پڑھا گیا صرف اہم کتابوں کا اور جن سے فقہ مرتب کرنے میں کام لیا گیا ان کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔ سب سے پہلے ہدایہ کو پڑھا گیا۔ حضرت امام شافعی کی کتاب الامم پڑھی گئی۔ یعنی فقہ میں امام سرخسی کی مبسوط کی تیس جلدوں اور شافعی محدثین میں محدث سہفی کی السنن الکبریٰ کی دس جلدوں اور حنبلی فقہاء میں ابن قدامہ کی المغنی اور الشرح الکبیر کی

۱۔ یہ امام ابوالقاسم عمر بن الحسین الخرقی کے فقہی متن کی شرح ہے شارح علامہ مرفق الدین ابو محمد عبداللہ بن احمد بن محمد بن قدامہ بن شیبہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پائی ان کے بھتیجے علامہ شمس الدین ابوالفرج عبدالرحمن ابن ابی عمر محمد بن احمد ابن قدامہ نے فقہ حنبلی کے ایک مشہور متن المقنع کی شرح کی اپنے چچا کی کتاب، کتاب المغنی سے بہت استفادہ کیا۔ بعض چیزیں اضافہ بھی کی ہیں ان کی وفات ۳۶۸ھ یعنی پتے چچا کے باسٹھ سال بعد ۳۰۶ھ

بارہ بارہ جلدوں میں سے مسائل و فتوے جمع کئے گئے ہیں۔ مصنف ابن ابی شیبہ اور
 اور مصنف عبدالرزاق سے بھی مواد حاصل کیا گیا۔ یزدی فقہا کی کتاب البحر الرضائی
 فقہ علماء الامصار کی پانچ جلدوں سے بھی مواد حاصل کیا گیا۔ ابواب فقہ پر آپ کے
 اقوال اور فتووں کے مرتب کرنے میں کتب مندرجہ ذیل کو کافی پایا گیا۔ کثرت سے
 ان ہی کتابوں میں سے مواد مہیا ہو گیا ہے اس کے علاوہ باقی کتابوں کے تذکرہ
 سے بھی فہرست کو طویل نہیں بنایا گیا جو مسئلے ان کتابوں میں تھے دوسری کتابوں
 سے بھی ان کو نقل کیا جاتا تو بے فائدہ ضخامت بڑھتی۔ مصنف عبدالرزاق اور
 مصنف ابن ابی شیبہ کے نسخے قلمی تھے۔ ان سے مواد بالاستیعاب جمع کرنا مشکل رہا۔
 صحاح ستہ پیش نظر ہیں بعض مسائل میں سنن ترمذی اور حدیث کی دوسری کتابوں کا
 حوالہ بھی آپ کو ملے گا۔ مختلف مکاتب فکر کی فقہ کی کتابوں پر جو اہل علم حضرات وسیع
 نظر رکھتے ہیں وہ اس مختصر فہرست کی قدر کریں گے۔ اس مقالہ میں صرف حضرت
 عبداللہ بن مسعود کے بتائے ہوئے مسائل اور فتوے جمع کئے گئے ہیں۔ یہ دعویٰ نہیں
 کیا جا سکتا کہ آپ کے تمام مسائل کا استیعاب ہو گیا ہے اور آپ کا کوئی مسئلہ
 چھوٹے نہیں پایا۔ مصنف عبدالرزاق، مصنف ابن ابی شیبہ، کی طباعت کی
 طرف کچھ بلند سمیت حدیث کا ذوق رکھنے والے سنت کے شیدائی سیرتیم افریقہ
 کے حضرات متوجہ ہیں۔ میرے والد صاحب نے فرمایا کہ ان علم دوست حضرات
 کی بے دریغ دیادلی سے میرے علم میں ہندوستان تین بڑے پیش بہا علمی
 کام ہو رہے ہیں جن میں سے سب سے بلند و مفید تر کام وہ ہے جو حضرت
 مولانا ابوالمآثر محمد حبیب الرحمن الاعظمی انجام دے رہے ہیں۔ یہ ہے مصنف
 عبدالرزاق کی تصحیح کا کام۔ مصنف عبدالرزاق کی تصحیح و طباعت کا کام متعدد
 پہلوؤں سے بہت بلند ہے۔

(۱) ایک تو ایسے بڑے محدث کی کتاب کا کام ہے جو صحاح ستہ کے مصنفین کے شیوخ اور اساتذہ میں سے ہیں۔

(۲) مذہب حنفی کے ماخذ سے جو حضرات ناواقف ہیں اور جن کو اس مذہب کے متعلق غلط فہمی ہے کہ مذہب حنفی صرف قیاسات کے مجموعہ کا نام ہے، اس میں سنت سے بڑی بے نیازی برپا کی گئی ہے مصنف کی تصحیح اور اشاعت کا کام جس طریقہ سے ہو رہا ہے اس سے اس ناواقفیت کا پردہ چاک ہو جائے گا۔

(۳) جس طریقہ سے اس مصنف کو حنفیہ ایک مستند کتاب جانتے ہیں دوسرے مختلف فقہی مکاتب خیال کے حضرات بھی اس کو مستند ہی سمجھتے ہیں۔ اس طریقہ سے طریقہ کی علمی متفقہ معیاری کتاب کی اشاعت باہمی غلط فہمیوں کو دور کر کے اتحاد کی راہ کھولے گی۔ اس کام کے عربی زبان میں ہونے کی وجہ سے یہ کام بین الاقوامی و عالمگیر حیثیت کا بھی حامل ہے، یہ بات بھی اس کام کی وقعت کو بلند قرار دیتی ہے۔

(۴) یہ کام مولانا ابوالماتر محمد مجیب الرحمن صاحب الاعظمیٰ انجام دے رہے ہیں اس کام کا آپ کے ہاتھ میں ہونا اس کے معیاری ہونے کا ضامن ہے یہ بیش قیمت علمی

سہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہندوستان میں من حدیث پر کام کرنے والے کم نہیں ہیں ہاں اس فن میں جن حضرات کی تالیف و تصنیف کی اشاعت ہو چکی ہے ان کی کتابوں کے پڑھنے سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ مولانا ممدوح کو اس فن میں جو وسیع درک اور وقت نظر حاصل ہے وہ ان کو دوسرے حدیث پر کام کرنے والوں سے ممتاز بناتی ہے اس فن میں مولانا کی تحریریں جو سامنے آئی ہیں وہ مولانا کو اگلے محدثین کے شاگرد بنا کر بھانے کا مستحق قرار دیتی ہیں اس زمانے کے مصر کے ایک بڑے محدث احمد محمد شاکر نے مسند امام احمد کی جو تصحیح کی ہے اور اس پر جو حاشیے لکھے ہیں ان کی تصحیح اور حاشیوں پر جو مولانا نے تنقید کی ہے وہ حدیث محمد شاکر نے بڑی شکر گزاری کے ساتھ چھاپی ہے مولانا کی تصنیفیں محدثانہ شان کی ہیں۔ محدثین کے اصول پر کونسی سند محبت بنتی ہے۔ اور کس نوعیت کا کثرت طرق حدیث کو قوت پہنچاتا ہے اور کس حدیث میں کون سی غامض علت ہے جو تادرج صحت ہے اس سے مولانا ایک محدث کی خوب واقف ہیں۔

سرمایہ طبع ہو کر آجائے تو فقہ ابن مسعود پر نظر ثانی اور تکمیل میرا دینی اور علمی فریضہ ہوگا اور بڑی خوش قسمتی بھی ان دونوں مصنفوں سے کامل استفادہ کے بعد فقہ ابن مسعود کو مکمل کہا جائے تو دعویٰ قریب قریب صحیح ہوگا۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ)

فقہ کے ہر مسئلہ میں کون سی حدیث محدثین کے اصول پر قابل حجت ہے حنفیہ کے مسلک کے خلاف جن حدیثوں سے دلیل پیش کی جاتی ہے ان پر محدثین کے اصول سے کیا تنقید ہو سکتی ہے چند خاص مسئلوں پر حنفیوں نے اچھے سے اچھا لکھا ہے۔ فقہ حنفی کی پوری تنقیح اس شان سے ہو تو اس کی ابتداء علامہ شوقی نیموی عظیم آبادی نے اپنی کتاب آثار السنن میں کی تھی یہ کام کتاب الصلوٰۃ تک ہو چکا تھا کہ حضرت علامہ کے انتقال کی وجہ سے آگے نہ بڑھ سکا۔ حنفیہ سے جن فقہاء محدثین کو اختلاف ہے اور یہ حضرات اپنے مسلک کی تائید میں جو حدیثیں پیش کرتے ہیں خود محدثین کے اصول پر کیا تنقید ہو سکتی ہیں اس طرز سے استدلال اور تنقید کی ابتداء علامہ شوقی نیموی ہی نے اپنی کتاب آثار السنن اور دوسری تصنیفات میں کی۔ ان کے بعد علامہ مفتی عبداللطیف صاحب رحمانی نے اپنی شرح ترمذی میں اسی طرز کی تنقید و استدلال کا ہر سائے میں التزام کیا اور جہاں حنفیہ کی حجت میں حدیثیں پیش کی ہیں اس میں بھی یہ بات پیش نظر رکھی ہے کہ وہ محدثین کے اصول پر قابل استناد ہوں اب اس طرز سے حدیثوں پر نظر رکھنے والی اور ان اصولوں کو نبانے والی ہستی مولانا سی کی سے ہندوستان میں اعظم گڑھ ہی میں دوسری ہستی مولانا عبدالرشید صاحب رحمانی کی ہے ان کی شرح مشکاۃ میں بھی فتح الباری کے التزامات بہت مل جاتے ہیں اللہ تعالیٰ کی دین ہے حنفی محدث اور سلفی محدث دونوں اعظم گڑھ ہی کی خاک سے اس وقت نمایاں ہوئے پاکستان سے مولانا یوسف صاحب نورمی کی شرح (معارف السنن) شائع ہوئی ہے اس سے بھی اس قسم کے درک حدیث کا پتہ چلتا ہے اور دوسری ہستی مولانا عبدالرشید صاحب نعرانی نے لپوری ثم الباکستانی کی ہے۔ کثیر اللہ ان شاء اللہ و مبارک اللہ فی علومہ ہمہ و ہمہ اہم اہم مولانا مصنف عبدالرزاق کی تصحیح میں جو کام انجام دے رہے ہیں ان کی اجمالی تہریروں

یہ کسی طرح مناسب نہ تھا کہ آپ کے ہم پایہ جو صحابہؓ ہیں ان کے فقہی اقوال کا موازنہ آپ کے فقہی اقوال سے اس طرح کیا جاتا ہے کہ ان میں سے کونسا بہتر ہے اور کونسا اس سے کم درجہ پر کیونکہ اس قسم کے موازنہ کے دو ہی اصول ہیں ایک یہ کہ اس موازنہ کا معیار عقل کو قرار دیا جائے دوسرے یہ کہ روایت کردہ حدیثوں کو اس کا معیار بنایا جائے ان دو قول معیار کے مطابق جو بحثیں پیدا ہوتی ہیں وہ بڑی طویل بحثیں بن جاتی ہیں پھر اگر ان کے فیصلے کئے جائیں تو یہ فیصلے بھی مدلل پیش کرنے ہوں گے مقالہ خود طویل ہو چکا ہے، اس کو طویل نہ کرنا مجھ ایسی ریسرچ اسکا کہ بہت بار ڈالنا ہو گا۔ کیونکہ اس کے لئے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے فتوؤں کی دلیلیں پھر ان کے مقابل دوسرے صحابہ کے فتوؤں کی دلیلیں، پھر ان میں سے ہر ایک فتوے کا جو فیصلہ کیا جائے اس کے وجوہ لکھنے ہوں گے۔

(ب) دوسری بحث جو دینیات کے ریسرچ اسکا کہ لئے بے حد اہم ہے وہ یہ کہ بعض مکاتب خیال کے حضرات وہ ہیں جو فقہ کو دینی علم ہی تسلیم کرنے سے

(بقیہ حاشیہ سابقہ) تلمیسخوں میں غلطیاں بہت ہوتی ہیں سند میں بھی اور متن میں بھی مولانا نے بڑی محنت

سے الفاظ اور اسما کی تصحیح کی اور حاشیہ میں امور ذیل انجام دیئے (۱) الفاظ مشککہ کی شرح دہم جہاں الفاظ

مشککہ کی شرح سے مطلب واضح نہ ہو سکا وہاں توضیح کے لیے حسب ضرورت چند سطریں بڑھائی گئیں (۲)

معنی یا سند پر کوئی شبہ ہے تو اس کا ازالہ کیا گیا ہے (۳) حنفیہ کے مسلک کی تائید کی جہاں ضرورت تھی وہ تائید

کی گئی اس طرح جہاں معترضین کے اعتراض تھے اس کے جواب دیئے گئے (۴) احادیث و آثار کی تخریج (۵)

ان راویوں کے حالات سے جو صحاح شہ کے رواۃ کے علاوہ ہیں (۶) یہ مولانا کا علمی احسان ساری علمی دنیا

پر ہے کہ حدیث کے کسی شارح و معنی نے اگر کوئی غلطی اپنی کتاب میں کی ہے اور وہ لفظ یہاں آگیا

ہے تو اس کی تصحیح کے ساتھ ساتھ اس غلطی پر تہنیتیہ فریاد می ہے (۷) مصنف ابن ابی شیبہ کا جس قدر

تلمیخی یا مطبوعہ نسخہ مولانا کے پاس ہے وہ لوہے کا لپوہ یا مصنف عبدالرزاق کے ذیل میں لے لیا

گیا ہے۔

انکار کرتے ہیں تو پہلے اس امر کی تفتیح کی جائے کہ ان کا نظریہ کس درجہ دروغ و اعتناء ہے۔ ان کا استدلال ہے کہ دین نام ہے اللہ تعالیٰ کی ان ہدایتوں کا جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو پہنچائی ہیں چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں فرمایا تھا۔

وقد شرت فيكم ما لن تضلوا
بعدها ان اعصمتموه كتب الله
وسلم تريف ابواب الحج، حديث جابر بن عبد
والجوداود، كتاب المناسك باب صفة حجة النبي
نسائي، ابن ماجه ابن ابي شيبة وابن الجارود
البيهقي في حديثه الطويل في حجة الوداع

میں نے تم میں وہ چیز چھوڑی ہے جس
کو تم اگر معنوبی سے تمام لوگ تو اس
کے بعد ہرگز نہ ہرگز گمراہ نہ ہو گئے وہ اللہ
کی کتاب ہے۔

یہ حدیث حضرت امام جعفر صادقؑ نے اپنے والد امام محمد باقرؑ کے ذریعہ حضرت جابر بن عبد اللہ سے روایت کی ہے حضرت جابر کی حدیث میں صرف کتاب اللہ ہی ہے اور اس کے اعصام کی تائید البتہ امام ترمذی اس حدیث یعنی حضرت امام جعفر صادقؑ نے اپنے والد حضرت امام محمد باقرؑ سے حضرت جابر بن عبد اللہ کی جو روایت کی ہے اس میں کتاب اللہ کے بعد وعترتی اہل بیتی کا اضافہ کر دیا ہے۔ ترمذی میں امام جعفر صادقؑ سے اس بیادتی کا روایت کرنے والا زید بن الحسن الانماطی ہے جو ضعیف اور ثکر الحدیث ہے۔ یاد رہے کہ ترمذی کی اس روایت میں وعترتی اہل بیتی ضرور ہے مگر عاقلین یا امرین یا اس جیسا کوئی لفظ نہیں ہے علامہ ابن تیمیہ نے نہاج السنہ جزو ۲ صفحہ ۱۰۴-۱۰۵ میں لکھا ہے وقد سئل عن احمد بن حنبل وضعفه وضعفه غیر واحد من اهل العلم وقالوا الرصیح۔ دوسری جگہ لکھا ہے وقد طعن غیر واحد من الحفاظ في هذه الزيادة وعترتی اهل بیتی وانهما لن يفترقا حتى يردا على الحوض وقال انهما ليست من الحديث۔ علامہ ابن تیمیہ کا یہ قول مسائل الامام احمد میں دیکھا جائے۔

قرآن کی تبلیغ کے ساتھ ساتھ قرآنی مطالب کی تفسیر و توضیح آپ کا منصب

رسالت تھا۔

وانزلنا الیك الذکر لتبین للناس
 ما نزل الیهم (سورہ نحل)
 ہم نے تو تم پر قرآن نازل کیا تاکہ ان کے لئے
 نازل شدہ قرآن کی آپ کو توضیح کریں۔
 اس تفسیر و توضیح کا نام حدیث و سنت ہے تو دین کے دو جزو بٹھریں۔ قرآن و سنت
 امام مالک فرماتے ہیں۔

یہ خیال نہ کیا جائے کہ یہ بات امام مالک نے بغیر سند فرمادی ہے کیونکہ جن علماء نے موطا کی شرح
 لکھی ہے انہوں نے صاف لکھ دیا ہے کہ امام مالک کے تمام بلاغات و بغیر سند بیان کی ہوئی روایتیں
 سب مرفوع ہیں بجز چار کے اور ان چار میں یہ نہیں ہے۔ اس بلاغ کے متعلق ابن عیینہ فرماتے ہیں ان بلاغہ
 صحیح ذرقانی شرح موطا جزو ۴ صفحہ ۲۲۶) علامہ ابن عبدالبر نے تجرید میں لکھا ہے۔ ہذا حدیث
 محفوظ مشہور عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم عند اهل العلم مشہورۃ یکاد
 یتغنی بہا عن الاسناد۔ (ذرقانی جزو ۲ کتاب القدرۃ) میں اس مرسل حدیث
 کی یہ سند ہے کہ کثیر بن عبداللہ بن عمرو بن عوف عن ابيه عن جده۔ اس سند سے حدیث مقل ہو گئی
 ابو نعیم اصفہانی نے تاریخ اصفہان جزو اول صفحہ ۱۰۳ میں یہ سند لکھی ہے۔ حد ثنا عبد اللہ
 بن محمد احمد بن الخطاب حد ثنا طالوت بن عباد حد ثنا مہنام بن
 سلیمان عن یزید الرقاسی عن انس بن مالک ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ
 وسلم قال ترکتمکم بعدی ما ان اخذتم من تصلوا۔ کتاب اللہ
 وسنة نبیکم۔ یہ مضمون حضرت عبداللہ بن عباس سے بھی مروی ہے عن ابن عباس
 ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطب الناس فی حجة الوداع الخ فذکر
 فیکم ما ان اعتمتم بجم فلن تصلوا کتاب اللہ وسنة نبیہ الحدیث
 دست رک ما کم کتاب العلم جزء ۱ ص ۹۳ (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضور نے فرمایا میں تمہارے ماہین دو چیزیں
 قال ترکت فیکم امرین لسن چھوڑ رہا ہوں جب تک ان پر عمل کرو گے
 لقلوا ما تمسکتہم بہما کتاب اللہ گمراہ نہ ہو گے یہ دونوں چیزیں کتاب اللہ
 رسنۃ نبیہ۔ اور سنت رسول ہیں۔

رموطاً باب النبی عن العقول فی القدر، تنویراً لحوالک جزء ۲ ص ۲ طبع دارالاجیاء الکتب العربیہ مصر

بقیہ حاشیہ سابقہ، السنن الکبریٰ للبیہقی باب آداب القاضی جزء ۱ ص ۱۱۴، کنز العمال الجزء الاول،
 الباب الثانی فی الاعتصام بالکتاب والسنت حدیث نمبر ۹۴۲ - ۹۹۵ حضرت ابوہریرہؓ نے بھی اسے
 روایت کیا ہے۔ عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انی قد ترکت
 فیکم شیئین لسن تضلوا بعدہما کتاب اللہ وسنتی ولسن یتفرقا حتی یرد اعلیٰ الخوض
 وسترک ما کم کتاب العلم جزء ۱ ص ۹۳ السنن الکبریٰ للبیہقی باب آداب القاضی جزء ۱ ص ۱۱۴
 کنز العمال الجزء الاول الباب الثانی فی الاعتصام بالکتاب والسنتۃ ۷۸۶ - ۷۸۷ - ۹۴۹ - ۹۵۶ - الترهیب
 والترہیب للمندری ج ۱ ص ۳۸

لطیفہ: حضرت ابوہریرہؓ کی جو حدیث صحیح الزوائد میں مسند بنیاز کے حوالے سے اہل بیت کے
 فضائل کے باب میں ہے سنتی کا لفظ کسی کاتب کی سہو نظری سے یا کسی راوی کی مساحت سے نسبی
 بن گیا ہے۔ اس لئے یہ حدیث فضائل اہل بیت کے باب میں داخل کر دی گئی۔ اس غلطی کی دلیل یہ ہے
 کہ اس روایت کے راوی صالح بن موسیٰ ہیں۔ علامہ ذہبی نے میزان الاعتدال میں ان کے تذکرہ میں اس
 روایت میں سنتی کا لفظ درج کیا ہے۔ اس کی تائید صحیح مسلم اور مسند ابن جنبل جزء ۴ ص ۳۶۶ - ۳۶۷
 میں زید بن ارقمؓ کی حدیث سے بھی ہوتی ہے جس میں قرآن کی اہمیت بتلائی گئی ہے البتہ ان دونوں
 کی اس روایت میں ثقلین کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ مگر صرف ایک ثقل کی ثقلین اور تصریح کی گئی ہے اور اختصاراً
 دوسرے ثقل کا کسی راوی نے تذکرہ نہیں کیا حدیثوں میں اس کی مثال عبدالقیس کے وفد کی حدیث میں ہے
 کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ”امرکم بالرجح“ فرمایا اور حدیث میں صرف ایک چیز کا بیان ہے۔

(باقی حاشیہ لکھے صفحہ پر)

نواب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ قرآن و سنت کے بعد پھر فقہ کی کیا ضرورت رہ جاتی ہے اس سوال کے وزن کا انکار نہیں کیا جاسکتا۔ لیکن ایک حقیقت جو آپ کے اور ہمارے سامنے ہے اس سے آنکھیں بند کر لینا بھی عقل سے بہت بعید بات ہے۔

(تقریباً حاشیہ سابقہ) باقی مین چیزوں کا بیان ہمیں اسی طرح ثقلین کی حدیث میں ایک ثقل کا ذکر ہے۔ دوسرے ثقل (دائرہ) کا ذکر یہ کیا۔ حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور حضرت انسؓ کی حدیثوں میں ہے کہ دوسرا حجر بیان ہوا جو وہ سنت ہے تو حدیث ثقلین میں جو دوسرا متروک ہو گیا ہے اس کو بھی سنت ہی سمجھنا قرین قیاس ہے اس کی تائید بکثرت آیات قرآنی سے ہوتی ہے۔ ثقلین کی حدیث ذیل میں درج ہے۔

عن زید بن ارقم قال قال قام فبنا رسول الله صلى الله عليه وسلم خطيبا بجماع
بيدعي خمابين مكة والمدينة فقال ما بعد ايها الناس انما بشر لو شئنا ان ياتيني
رسول رجبنا جيب ربي والى تارل فيكم ثقلين اولهما كتاب الله نبيه الهدى والنور
فخذوا بكتاب الله واستمسكوا بهم فحث على كتاب الله ورغب فيه ثم قال
واهل بيته اذكروا الله في اهل بيته - صحيح مسلم اور مسند امام احمد بن حنبل جلد ۴ ص ۳۶۶-۳۶۷
یہ مطالبہ کہ حضرت زید بن ارقمؓ کی حدیث میں ثقلین کے دوسرے ثقل کی تعیین حضرت زید بن ارقمؓ
کی خود اس روایت سے کیوں نہیں کی جاتی۔ اس میں اہل بیت کا تذکرہ موجود ہی ہے اور دوسری حدیثیں جو ہیں
ثقلین کو کھول بیان کیا گیا ہے ان میں سے بعض میں عترۃ کا لفظ موجود ہے تو متروک شدہ دوسرا ثقل
عترۃ کیوں نہ سمجھا جائے۔ تو غرض ہے کہ قرآن و سنت کے ترک و اعتصام کے معنی کھلے ہوئے ہیں
کہ ہم قرآن و سنت کے احکام کی پابندی کیساں طریقے سے کریں اگر اہل بیت یا عترت سے اعتصام
کو مانور برہان لیا جائے تو اولاً حدیث میں اضطراب ہوگا اور حدیث کا اضطراب حدیث کو ضعیف بناتا
ہے ثانیاً سنت سے اعتصام کی تائید قرآن سے ہوتی ہے اور عترت سے اعتصام کی تائید قرآن کے
بہنیں ہوتی ثالثاً اس اضطراب سے قطع نظر بھی کر لیں تو پھر عترۃ اور اہل بیت سے (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

قرآن میں بہت سی عبادتوں کے احکام ہیں بعض بعض عبادتوں کے ایک سے زیادہ اجزا بیان کئے گئے ہیں ان عبادتوں کے اجزاء کی ترتیب اور ان کی تمام کیفیتوں کا مفصل ذکر قرآن میں نہیں ہے بہت سے معاملات کے حکم آپ کو قرآن میں ملیں گے۔

دقیقہ حاشیہ سابقہ، اعتراف کے کیا معنی؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا وہ محل تلاش کرنا اور وہ معنی لینا جن پر عمل ہو سکے اس سے بہتر ہے کہ ایسا محل اختیار کریں جو کہ ناقابلِ فہم ہونے کی وجہ سے ناقابلِ عمل ہو۔

کیا عزت کے علم کو ہم اپنے مسائل کی دلیل بنائیں یا ان کے عمل کو اور ظاہر بات ہے کہ سنت کے دفتر میں جو بہر گیری و جامعیت ہے وہ عزت کے علم و عمل میں ہم کو نہیں مل سکتی ان عزت سے جو مسائل نقل کئے گئے ہیں یا ان کے عمل سے جو مسائل مستنبط ہوئے ہیں وہ بہت ٹھوٹے ہیں اور ان سے پورے دین کی تشریح نہیں ہو سکتی اور سنت تو ہمارے زندگی کے تمام اجتماعی و انفرادی احکام پر حاوی ہے یہ بات بھی نظر انداز کی جانے کے قابل نہیں ہو سکتی کہ اہل بیت تو قرآن اور عرب عام کی اصطلاح میں اہمات المؤمنین ہی ہیں جن کا دور حضرت ام سلمہؓ پر ختم ہو گیا ان کا انتقال ۱۱ھ میں ہوا اور اگر عترت کے معنی عشیرۃ کے لیے جائیں جیسا کہ مجمع الزوائد کی اس روایت میں عترت کے بجائے عشیرتی کا لفظ ہے تو کسی خاص صدی تک آپ کے اہل خاندان مراد ہوں گے یا قیامت تک یہ ظاہر ہے کہ آپ کے خاندان کا ہر فرد خواہ اسے دین کا علم ہو یا نہ ہو یا علم دین میں باہر نہ امتیاز رکھتا ہو یا نہ رکھتا ہو مراد نہیں ہو سکتا اور نہ قیامت تک جو آپ کی اولاد ہوتی رہے اس کا اعتراف ہم پر ضروری ہے لامحالہ آپ کی اولاد کے کچھ مخصوص افراد کو کسی دلیل کی بنیاد پر متعین کرنا ہو گا مگر اس تخصیص کی تو کوئی دلیل ہی نہیں ہے۔

اس طرح یہ مطالبہ بھی صحیح نہیں کہ حضرت زید بن ارقمؓ کی روایت جو صحیح مسلم اور منذ احمد بن حنبل کے علاوہ دوسری کتابوں میں ہے اور اس میں عترت کا لفظ بھی ہے یا حضرت ابوسعید خدریؓ کی روایت (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

اخلاقی ہدایتیں بھی قرآن میں کم نہیں ہیں بلکہ جو جو الہی کتابیں کہی جاتی ہیں ان سب سے زیادہ اخلاقی ہدایتیں قرآن میں ملیں گی۔ حدیث میں بھی یہ تمام باتیں آپ کے (بقیہ حاشیہ سابقہ) اس سے دوسرے نقل کی تعین عترۃ سے کی جائے کیونکہ وہ سب ضعیف روایتیں ہیں اور عقیدہ کے لئے روایت کا صحیح ہونا بھی کافی نہیں بلکہ متواتر ہونے کی شرط ہے اس سے کم درجہ کی روایت سے عقیدہ ثابت نہیں کیا جاسکتا۔

پھر اس پر بھی آپ غور کیجئے کہ یہ سب سوالات باقی روایتوں میں بھی مہول گے اور ایمان کی بات یہ ہے کہ ان کا کوئی تشفی بخش جواب نہیں اہل بیت کی جو تفسیر زید بن ارقم سے روایت کی گئی ہے کہ وہ نبی ہاشم مراد ہیں جن کے لئے زکوٰۃ جائزہ نہیں اس تفسیر سے بھی سوالات بالاسل نہیں ہوتے۔

کتاب اللہ کے ساتھ عترتی کا لفظ ذیل کی اور صحابہ کی روایتوں میں بھی ہے، بڑی تلاش سے چھ صحابہ کی روایتوں کا پتہ چلا ہے اگر یہ دعویٰ لکھا جائے کہ ان سے زیادہ صحابہ کی روایتیں کسی معتبر کتاب میں نہیں مل سکتیں تو اس کا رد کرنا ہرگز آسان نہیں۔ نمبر دار آپ روایتوں کے حالات پڑھیں۔
۱، حضرت جابر بن عبد اللہ ان کی جو حدیث نسائی اور ابن ماجہ میں ہے اس میں حجۃ الوداع کے خطبہ میں صرف کتاب اللہ ہے دیکھئے کنز العمال ج ۱۔ الکتاب الاول فی الایمان والا سلام الباب الثانی فی الاعظام بالکتاب والسنۃ، حدیث نمبر ۸۷۱، ۸۷۲، ۹۵۲، ترمذی میں وعترتی اہل بیتی کا اضافہ ہے اس کا داروہ دار زید بن الحسن الانماطی پر ہے۔ یہ منکر الحدیث ہے یعنی اس کی روایت قابل قبول نہیں یہ آپ پہلے پڑھ چکے ہیں۔

(۲، حضرت زید بن ارقم ترمذی) انی تارک فیکما ان تمسکتہ من قنولہ بعد احدہما اعظم من الاخر کتاب اللہ وعترتی اہل بیتی ولن بتفرقا حتی یورد علی الحوض وکنز العمال حدیث نمبر ۸۷۱، ۸۹۹ ان دونوں میں سے اس کی صراحت نہیں ہے کہ دو برابر عترتی ہے عترتی و اہل بیتی کا تذکرہ ضروری ہے جیسا کہ مسلم اور مسند احمد سے نقل کر چکی ہوں۔ حدیث نمبر ۸۹۹ میں صرف اہل بیتی آیا ہے: "عترتی"۔
(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

ملیں گی لیکن قرآن و سنت کے جو واضح احکام ہیں صرف ان ہی پر عمل کی اجازت
دیں اور باقی امور سے روک دیں تو پھر ہمارے لئے دو ہی صورتیں رہ جاتی
ہیں اور ان دونوں طرح کے طرز زندگی میں اسلام دوسرے مذہبوں سے

(بقیہ حاشیہ سابقہ) نہیں آیا۔ مسلم والی حدیث حضرت زید بن ارقمؓ کی حدیث ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۸ میں
کتاب اللہ و عترتی اہل بیتی کے الفاظ ہیں جب عترۃ سے مراد اہل بیت ہیں تو وہ ازواج النبی صلی اللہ علیہ
وسلم میں حدیث ۹۴۸ بالکل حضرت زید بن ارقمؓ کی حدیث کے مماثل ہے مستدرک حاکم میں جو زید بن ارقمؓ
کی حدیث ہے اس میں عترتی نہیں ہے۔ ترمذی و مجمع الزوائد میں جو زید بن ارقمؓ کی روایت ہے اس
میں والاخر عترتی کا لفظ ہے۔ انہما یتفرقا عنہما حتی یورداعلی الحوض مگر اس کے ادوی
حکیم ابن جبیر میں جن کو علامہ البتیجی نے ضعیف بتلایا ہے (ج ۹ ص ۱۶۲) حدیث نمبر ۹۵۲ میں
احد ہما اکبر من الاخر کا لفظ ہر دو ہوا ہے اور ظاہر بات ہے کہ کوئی چیز کتاب اللہ
سے بڑھ کر نہیں ہو سکتی یہ جملہ حدیث کو ضعیف قرار دینے کی بڑی دلیل ہے۔ ۸۷۲ میں اعظم
کا لفظ ہے۔

(۳) عن زید بن ثابتؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انی تارک نیکم
خلیفتین کتاب اللہ عزوجل و عترتی اہل بیتی۔ دیکھئے کنز العمال حدیث
۹۴۶، ۹۴۷، ۱۶۶۹ ان کی روایت مسند امام احمد بن حنبل میں بھی ہے اس کے راوی شریک
بن عبداللہ النخعی القاضی ہیں جو قاضی ہو جانے کے بعد کثیر الخطاء اور سیئ الخفظ ہو گئے تھے
یہ حدس بھی ہیں۔ انھوں نے سماع و تحدیث کی تصریح بھی نہیں کی اور پھر عقیدہ میں صحیح حدیث
بھی دلیل نہیں بنتی۔

(۴) عن البرسید خدریؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
انی تارک فیکم الثقلین احد ہما اکبر من الاخر کتاب اللہ و عترتی
اہل بیتی وانہما لن یتفرقا حتی یورداعلی الحوض۔ (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

امتیاز ختم ہو جاتا ہے وہ دو صورتیں یہ ہیں۔ ایک تو یہ کہ ہم معطل ہو کر زندگی گزاریں
زندگی کے بہت سے کاموں سے رہیں اور اس طرح کنارہ کش ہو جائیں اور اس طرح
انسانیت پر بار نہیں۔ ظاہر ہے کہ اسلام کی تعلیم یہ نہیں ہے۔ دوسری صورت
یہ کہ ہم مذہب سے بے نیاز ہو کر من مانی زندگی گزاریں جس کام اور جس طریقہ میں

رفیقہ حاشیہ سابقہ) رواہ البطانی مجمع الزوائد جزء ۹ ص ۱۶۲، دیکھئے کنز العمال حوالہ بالا حدیث نمبر

۹۲۲، ۹۲۵، ۹۵۰، ۹۵۳ ان کی جو روایت ترمذی و مسند احمد میں ہے اس کا دل و مدار عطیہ بن
سعد العوفی پر ہے۔ یہ شیعہ ہے اور شیعہ کی حدیث جو اس کے مذہب کی تائید میں مقبول نہیں کی
جاسکتی یہ مدلس بھی ہے اور بہت غلطی کرتا ہے۔ حضرت ابوسعید الخدری کی روایتوں کا ایک راوی
ابو اسیر السلائی ہے۔ اس کا حافظہ خراب ہے اور بہت غالی شیعہ ہے اور کثیر النواع بھی عطیہ سے اس کو
روایت کرتے ہیں وہ شیعہ ہے اور ضعیف الروایت بھی۔ عبدالملک بن ابی سلیمان العزری بھی اس کے
راوی ہیں۔ وہ بھی غلطی کرتے ہیں حدیث نمبر ۹۵۰ میں یہ جملہ بڑھا ہوا ہے احد ہما اکبر من
الآخر۔ حدیث نمبر ۱۶۵۹ کے الفاظ احد ہما افضل من الآخر ہیں کتاب اللہ سے بڑھ
کر کوئی چیز افضل نہیں ہو سکتی۔ سند کی کمزوری کے ساتھ ساتھ متن میں اس جملہ کا ہونا حدیث کو
ضعیف قرار دیتا ہے حضرت ابوسعید کی حدیث نمبر ۹۵۰ میں صرف کتاب اللہ ہے۔

(۵) حذیفہ بن اسید الغفاری۔ وانی سائکم من الثقلین فانظروا کیف تختلفونی
نیہما الثقل الاکبر کتاب اللہ عز وجل سب طرفہ بید اللہ عز وجل
و طرفہ باید یکم فاستمکوا بہ لا تضلوا ولا تبدلوا و عترتی اهل
بیتی۔ رواہ البطانی مجمع الزوائد ص ۱۶۲، ۱۶۵ دیکھو کنز العمال حدیث ۹۵۹ اس کا
راوی زید بن الحسن الانباطی ہے اس پر جرح نقل ہو چکی ہے۔

(۶) عن علی ابن ابی طالب قال قل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انی مقبوض
والی قد ترکت فیکم الثقلین یعنی کتاب اللہ و اهل بیتی و انکم من
تضلوا بعد ہما اس کے راوی ہیں الحارث جو ضعیف الروایت ہیں۔ باقی حاشیہ صفحہ ۲۵۷ پر

دنیا کا نفع یا حفظِ نفس پائیں اللہ تعالیٰ کی ہدایت سے بے نیاز ہو کر ان کو کر لیں۔
اس کے متعلق اللہ تعالیٰ کی ہدایت ہے بھی یا نہیں اس کی پر واہ نہ کرے یہ مگر
ہدایتیں موجود ہیں تو ان کی پائٹھالی سے ہمیں ذرہ برابر بھی مدد ملے نہ ہو۔

دوسرے مذاہب پر اسلام کے امتیاز کا جو دعویٰ کیا جاتا ہے کہ اس میں
زندگی کے ہر مرحلہ کی ایسی ہدایتیں ہیں کہ جن پر عمل پیرا ہو کر انسان دنیا کا کام لے
بڑھانے میں کارآمد ثابت ہو سکتا ہے۔ یہ دعویٰ غلط ہو جائے گا خواہ ان دو
صورتوں میں سے کوئی بھی صورت اختیار کی جائے۔ تو اب یہی ایک صورت
ہے کہ ہم اس حقیقت کو تسلیم کر لیں کہ قرآن و حدیث کے صریح احکام کے سوا
ان دونوں سے جو اصول و کلیات اخذ کئے گئے ہیں ان سے استنباط کئے گئے
کچھ احکام ایسے بھی ہیں کہ دشواری و مشکلات میں ان پر عمل پیرا ہو کر ہم اپنی زندگی
کے ہر قسم کے کام انجام دے سکتے ہیں ان اصول و کلیات سے مستنبط کئے ہوئے احکام
پر عمل بھی اللہ تعالیٰ کی ہدایت ہی پر عمل مانا جائے گا۔ ان پر عمل سے ہم اللہ تعالیٰ
نا فرمان نہیں ٹھیریں گے بلکہ شریعتِ الہیہ پر عمل کا ہم کو اجر ملے گا ان دو باتوں کی

(بقیہ حاشیہ سابقہ) دیکھئے مجمع الزوائد جلد ۹ ص ۱۶۳۔

ان چند روایتوں میں اس جملہ کا اضافہ ہے وانہما لسن یتقرقا حتی یوردوا علی الخوص
یہ قرآن کے ساتھ سنت ہو تو صحیح ہو سکتا ہے۔ لیکن قرآن کے ساتھ عمرۃ یا اہل بیت ہو تو اس جملہ کا
مطلب انسان کی عام فہم سے بالاتر ہو جاتا ہے۔ قرآن کا عمرۃ کے ساتھ یہ اجتماع کہاں کہاں
پایا جاتا رہا۔ اس واقعہ کا اگر ہم سے تاریخی طور پر سوال کیا جائے تو اس اجتماع کی نشاندہی نہیں
کی جاسکتی تو ہمارے پاس کوئی چارہ نہیں کہ ہم اپنے عجز کا اعتراف کریں اور کہہ دیں کہ قرآن
و عمرت کے اجتماع کے زمانے نہیں بتلائے جاسکتے۔

طرف توجہ فرمائی جائے۔ اگر آپ نے توجہ کی تو آپ پر علم کا عجز و فکر کا جو حق ہے وہ بھی ادا ہو گا اور ہمارے اس دعوے کی صحت بھی اپنی جگہ برقرار رہتی ہے کہ اسلام ہر موقع و محل پر نہ صرف رہنمائی کی صلاحیت رکھتا ہے بلکہ رہنمائی کرتا ہے۔ سب سے پہلے تو یہ بات قابل عجز ہے کہ قرآن و حدیث میں جو احکام ہیں اس میں شک نہیں کہ وہ شمار کر لیے گئے ہیں اور ظاہر ہے کہ محدود احکام ہی شمار کئے جا سکتے ہیں اگر قرآن و حدیث کے احکام کو غیر محدود کہا جائے تو پھر شمار میں نہیں آ سکتے، لیکن ہمارے علماء صاف صاف اس کا اقرار کرتے ہیں کہ وہ محدود ہیں ملا جیوں تفسیرات احمدیہ میں لکھتے ہیں کہ ان آیتوں کی گنتی کا شمار کر لیا گیا ہے جو بہ مشکل ڈیڑھ سو تک پہنچتا ہے جن سے احکام قرآن مستنبط ہوتے ہیں حدیثوں کا بھی یہی حال ہے کہ مشکل سے پانچ سو حدیثیں احکام کی ہیں۔ قرآن و حدیث میں کچھ اصول کلی بھی ہیں جن سے ہم بہت سے جزئیات یعنی خاص خاص واقعات کا حکم معلوم کر سکتے ہیں بہر حال ہم یہ سب تسلیم کرتے ہیں لیکن بڑی زبردستی کی بات ہوگی اگر ہم یہ دعویٰ کریں کہ ہر نئے واقعہ کا حکم قرآن و حدیث یا ان دونوں سے (جو کلیات مستنبط ہیں) ان تینوں میں سے کسی ایک میں ضرور مل جاتا ہے کیونکہ نئے نئے ان گنت واقعات پیدا ہو جاتے ہیں تو اب جس پیش آنے والے واقعہ کا حکم ہم معلوم کرنا چاہتے ہیں وہ حکم نہ قرآن و حدیث کے صریح احکام میں ملتا ہے نہ اصولی و کلی احکام میں، تو اب اس کے سوا کیا چارہ ہے کہ قرآن و حدیث میں جن باتوں کا حکم ہمیں بتایا گیا ہے ان کے ذریعہ سے اس نئے واقعہ کا حکم معلوم کرنے کی سعی کریں۔ شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں۔

وكانت الحوادث لا تقف الا حدود
لما يمكن ما نصت الواصل كما قبا
واقعات کسی درجہ پر ختم نہیں ہو جاتے اگلے علماء نے
جو فتوؤں کے جواب دیے ہیں وہ تمام نئے واقعات

لجميع الحوادث فانفعوالى
التخريج على انصوهم ثم جمع
الفتاوى والواقعات ثم ترجيح
بعض الاقوال والوجوه على البعض
الان حالات میں ہمارے لئے بس یہی صورت ہو سکتی ہے کہ ہر نیا واقعہ جو ہمارے سامنے
آئے ہم دیکھیں کہ وہ ان پرانے واقعات میں سے کس سے زیادہ قریب ہے اور اس نئے
واقعہ کے حالات ان پرانے واقعات میں سے کس سے زیادہ ملتے جلتے ہیں نیز یہ بھی
دیکھیں کہ ان دونوں واقعات میں سے کوئی امر مشترک نکلتا ہے یا نہیں یا جو فرق
ان دونوں واقعات کے حالات میں ایک دوسرے سے ہو اس کی تاثیر دیکھیں
کہ اس کے حکم پر کس درجہ تک ہو سکتی ہے۔ ان تمام باتوں پر پوری طرح غور کر کے جو حکم
لگائیں گے اس کا نام اجتہاد ہوگا۔ حضرت عمرؓ نے حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کو جو ہدایت
نامہ در احکام قضایا بھیجا تھا اس میں ایسے نئے واقعات کے متعلق لکھا ہے۔

الفهم الفهم فی ما یختلج فی
صدرک مما لم یبلغ فی
الکتاب والسنة اعرف الامثال والا
شباہ ثم قس الامور عند ذلک
فراعمد الی احبها الی اللہ و
اشبها بالحق فی ما تری الیہ

اس مسئلہ میں خوب اچھی طرح سوچ سمجھ سے کام لو
جس میں تم کو اطمینان نہ ہو اور قرآن و سنت سے
بھی کوئی حکم معلوم نہ ہو سکے تو اس طرح کے اور
ملنے جلتے واقعات پر خوب نظر ڈالو پھر اجتہاد سے
کام لو اور دیکھو کہ اللہ تعالیٰ کس حکم کو پسند کرے گا
اور حق سے قریب کیوں سا فتویٰ ہوگا۔

بید ناظر کے اس قول سے اجتہاد کی یہ حقیقت معلوم ہوئی کہ جس واقعہ کے حکم کا

قرآن و سنت میں پتہ نہ چلے صرف وہاں عقل سے کام لیا جائے عقل سے کام لینے کی کیا صورت ہو اس کی رہبری بھی حضرت عمر فاروقؓ نے اس طرح فرمائی کہ اس واقعہ سے ملتے جلتے واقعات کا پتہ چلایا جائے پھر دیکھا جائے کہ ان واقعات کے قرآن و سنت میں جو احکام ہیں ان میں سے اس واقعہ کے متعلق کونسا حکم حق سے قریب تر ہے اور اس موقع پر جس کا نفاذ اور اجراء اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا باعث رہے گا، تمنا فرمائی وہی ہو۔

الاسلام یجمع بین الدین
والشرعیۃ اما الدین فقد
استوفاه الله کلمه فی کتابه
الکریم ولم یجعل الناس
الی عقولهم فی شیء منه اما
الشرعیۃ فقد استوفی اصولها
ثم تولى للنظر الاجتهاد
فی تفصیلها

اسلام میں جو چیزیں ہیں ان میں ایک تو دین ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے قرآن میں پورا پورا بیان کر دیا اور اس میں انسانی عقل کو دخل دینے کی اجازت نہیں دی۔ دوسری چیز شریعت ہے اس کے اصول بیان کر دیئے تاکہ انسان سوچ بچار کر کے ان اصولوں کو پیش نظر رکھ کر اجتہاد کر سکے اللہ تعالیٰ نے شریعت میں لچک رکھی ہے کبھی حالات زمانہ تبدیل کیے طالب ہوتے ہیں اگر زمانہ کے تقاضے کو پورا کرنے کی لچک نہ رکھی جائے تو لوگوں کا دین پر قائم رہنا مشکل ہو جائیگا، اس کے لئے اجتہاد ضروری قرار پاتا ہے۔

دوسری بات جو عذر و حوض کی طالب ہے وہ یہ ہے کہ قرآن نے نماز کا حکم دیا اور سنت نے اس کی شکل معین کی اب دیکھنا یہ ہے کہ نماز میں ہم جو جو عمل کرتے ہیں کیا ان میں ہر ایک کا ایک ہی درجہ ہے؟ کیا نماز کا ہر جزو ایک ہی اہمیت کا حامل ہے۔ مختلف اوقات کی فرض نمازوں سے قبل و بعد سنت و نفل کی رکعتیں جو مختلف تعداد میں روایت کی گئی ہیں کیا سب ایک ہی درجہ کی ہیں؟ ظاہر ہے کہ کوئی یہ دعویٰ نہیں

کر سکتا۔

فقہانے پہی کام کیا ہے اور واضح کر دیا ہے کہ اس معین شکل میں کون کون سے حصے فرض ہیں اور کون سے واجب، کون سے سنت ہیں اور کون سے مستحب اور اکھنوں نے یہ بھی صراحت کر دی ہے کہ ان نفل کعتوں میں کس نفل کا کیا درجہ ہے۔ اسی طرح یہ بھی بتا دیا کہ کن باتوں سے ہماری نماز درست نہیں رہتی اور کن باتوں سے نماز کا ایسا نقص پیدا ہوتا ہے کہ جس کی تلافی کی شکل ہم کو سنت میں مل جاتی ہے اور کن باتوں سے نماز اپنے اعلیٰ درجہ سے گر جاتی ہے اور اس گرنے کے بھی کئی درجے ہیں ان میں سے بعض کے دور کرنے اور اس کی تلافی کرنے کی سوائے توبہ و استغفار کے اور کوئی صورت نہیں۔ یہ درجہ بندی فقہانہ اجتہاد پر سے کی ہے۔ بہت سی عبادات، معاملات اور اخلاق کی درجہ بندی فقہ ہی کی رہیں منت ہے۔

ایک مثال ہے کہ قرآن نے ہم کو بیع کی اجازت دی ہے سنت نے اس کے لئے ایجاب و قبول اور خاص طرز ادا کو ضروری قرار دیا ہے لیکن بیچنے والے اور خریداران میں سے ہر ایک کے لئے ایجاب و قبول کے الفاظ کا خود ان کی زبان سے ادا کرنا ضروری قرار نہیں دیا۔ اس طرح بیع کے معاملہ کی تکمیل کے لئے دو گواہ ضروری قرار نہیں دیئے، یعنی سنت سے اس کے کچھ اجزاء ضرور معلوم ہوئے لیکن کون سے اجزاء اس کے لئے بجز ضروری ہیں اور کون سے اجزاء کی اہمیت اس سے کم درجہ پر ہے اور کن اجزاء کی اہمیت اس سے بھی کم درجہ پر ہے، ان درجوں کا تفاوت ہم کو فقہ ہی سے معلوم ہوتا ہے۔

معاملات میں ایک معاشرتی معاملہ نکاح کا ہے بیع میں جس طرح ایجاب و قبول ضروری ہے، نکاح میں بھی ایجاب و قبول لازمی ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ

ایجاب و قبول کا متعاقب یا ان کے قائم مقام کی زبان سے ادا ہونا ضروری ہے۔ ان میں سے کوئی ایک بھی اگر اس کو نہ ادا کرے اور جب تک دو گواہ نہ ہوں تو نکاح منعقد نہ ہوگا حالانکہ بیع کی تکمیل کے لئے ایجاب و قبول کافی ہے اور بیع میں ایجاب و قبول کی علامتیں بھی اکثر موقع پر ایجاب و قبول کے قائم مقام بن جاتی ہیں۔ انعقاد بیع کے لئے دو گواہ تو کیا ایک گواہ بھی ضروری نہیں۔ یہ تمام باتیں فقہاء ہی طے کرتے ہیں اور بتاتے ہیں۔ اس قسم کی ہزاروں مثالیں نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج، بیع، شرا، رہن، ہبہ، نکاح اور عدت وغیرہ میں ملتی ہیں ان میں قرآن و حدیث کی خاص و عام ہدایتوں کے باوجود زندگی کے بہت سے مرحلے ہیں جن میں ہم کو ہدایت کی تشنگی اور حاجت باقی رہ جاتی ہے جس کو قرآن و سنت کی روشنی ہی میں فقہ نے دور کیا ہے۔ حدیث و قرآن کے صریح مسائل اور اجتہاد و استنباط والے مسائل کو فقہ ایک درجہ پر بھی نہیں رکھتی بلکہ قرآن و حدیث ماخوذ مسئلے اور اجتہاد سے مستنبط مسائل کے درجوں میں ایمان و عمل دونوں ہی کے لحاظ سے فرق کرتی ہے۔

عہد عباسی تک حدیث و سنت کے علاوہ اجتہاد سے	فی صدر العهد العباسی تمکت
جن مسائل کا حکم دیا جاتا تھا صرف اس کا نام فقہ ہوتا تھا	الاستنباط واستقرات امور
گو اب فقہ صرف اجتہادی مسائل کا نام نہ رہا بلکہ	وحمل لفظ الفقہ ینتہی بالتدیم
عملی احکام خواہ قرآن و سنت سے ماخوذ ہیں	الی ان یکون غیر مقصور علی المعنی
یا ان سے مستنبط کے ہوئے ہوں سب کا نام	الاصلی الی الاستنباط من الأدلۃ
فقہ ہو گیا۔	المتی لیس فی لفظاً

چنانچہ بعد میں یہ ہوا :-

والفقه ہونصوح القرآن
والسنة الطاهرة المتبعة وما
ارتضاہ کبار الصحابة فما رواہ
لہم غیرہم من الصحابة او ما
سمعواہم ذلیل من الفتوی
صادرة عن ارائہم بعد
الاجتہاد والبیحہ۔

فقہ قرآن و سنت کے واضح احکام ہے
صحابہ نے جو باتیں اختیار کی ہیں خواہ
دوسرے صحابہ ہی نے ان کو روایت کیا ہو
مختصر سے سے ان کی راہ سے کرتے
جو بحث و اجتہاد کے بعد انھوں نے دیے
یہ سب چیزیں فقہ میں داخل ہیں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ اس کے بندے خوشی خوشی اس
کی ہدایتوں کو قبول کر کے اپنی زندگی ان ہدایتوں کے مطابق بنائیں اسی لئے کثرت
سے انبیاء بھیجے اور کتابیں نازل کیں۔ اس سے آخر میں دل نشین پیرایہ والابڑی شریں
نبان میں قرآن اتارا۔ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک میں یہ خواہش تھی
شدت کے ساتھ تھی کہ اللہ کے بندے اس کے ورہ اجابت پر تھکیں، حریصی علیکم۔ اسی
لئے قرآن و حدیث میں ہدایتوں کے ساتھ ساتھ کچھ ایسی نفسیاتی غذا میں بھی مہیا کی گئی
ہیں جو انسان میں اللہ کی ہدایتوں پر عمل کا جذبہ اور شوق بھی پیدا کرتی ہیں اور جن سے
انسان دل کی رغبت سے ان ہدایتوں کا جو یا ہو جاتا ہے۔ جن کی طلب ہر مسلمان پر
فرض ہے مگر ہر شخص کو اتنی فرصت نہیں ملتی اور نہ ہر شخص کے عقل و فہم کی رسائی و بلندی
اتنی ہے کہ قرآن و حدیث کے بجز بکیراں سے وقت کے وقت اپنے کام کی ہدایتوں
کو چینے۔ علمائے امت نے امت پر یہ احسان فرمایا ہے کہ ان کے لئے عبادت
معاملات اور اخلاق کی جو ہدایتیں ہیں ان کو علیحدہ علیحدہ کر کے ایک جگہ کر دیا۔ پھر
باب و تقسیم سے ہر نوع کے مسائل جدا جدا جمع کر کے دئے پھر کس وقت کون سا

عمل اہمیت کے لحاظ سے کس درجہ پر ہے اس کی درجہ بندی اس طرح کر دی کہ اب ہم اپنی ضرورت کے مسائل بہ آسانی اپنے مھوڑے سے وقت میں معلوم کر سکتے ہیں۔ فقہائے اُمت نے خاص طور پر عبادات و معاملات کی یہ درجہ بندی اس لئے کر دی کہ ہمارے لئے یہ معلوم کرنا آسان ہو جائے کہ ہمیں کس وقت کس ہدایت پر عمل پیرا ہونا ہے۔ اور عمل کی اس درجہ بندی سے ہمارے لئے یہ آسان ہو گیا کہ معلوم کر لیں کہ یہ عمل ہم پر فرض ہے یا واجب یا سنت یا مستحب، اُممہوں نے ان کے موافق و شرائط کی نشاندہی بھی کر دی اور یہ بھی واضح کر دیا کہ کون کون سی باتیں اس عمل کی حسن و خوبی کو بڑھاتی ہیں اس طرح جو فن یہ سب کام انجام دیتا ہے اسی کا نام فقہ رکھا۔

۷

۱۰ فقہ کے معنی بھاڑنے اور کھولنے کے ہیں لہذا میں یہ لفظ بھاڑنے اور کھولنے کا نتیجہ بیان لینے اور سمجھ لینے کے معنی میں استعمال ہونے لگا۔ والفقه فی الاصل الفہم و اشتقاقہ من الشق والفتح (نہایہ ابن اثیر ج ۳ ص ۴۳۷) والفقه العلم بالشئ والفہم لہ۔ (لسان العرب ج ۱ ص ۴۱۸) فقہ درحقیقت دین کے احکام ہیں تاکہ پہنچے کا نام ہے اور یہ سعادت بعبیر قلب و تزکیہ نفس کے حاصل نہیں ہوتی۔ اجتہاد کی شرطوں کا بیان جہاں آ رہا ہے وہاں اس کی تفصیل ملاحظہ کریں۔

علامہ رشید رضا اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ ”ذہرت ہذا الفظة فی عشرین موضعا من القرآن سبعة عشر منها تدل علی ان المراد بہ نوع خاص من ذمۃ الفہم والتمعن فی العلم الذی یترتب علیہ الانتفاع بہ (ج ۲ ص ۲۲۱)“
 علامہ رشید رضا نے اس کی سند حکیم ترمذی سے نقل کی ہے۔ و ذکر حکیم الترمذی
 ہذا و استدلال بہ علی ان الفقه بالشئ و هو معرفة باطنہ والوصول
 (بقیہ حاشیہ امینہ صفحہ ۲۶۷)

اب ایک اہم سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر اہل علم اس کام کو انجام دیں تو یہ دینی کام
شمار ہو گا یا نہیں۔ اس فیصلے کے لئے چار باتوں پر غور کرنا ضروری ہے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ)

الی اعماقہ فمن لم يعرف الاظواء هو لاسیما فقیہا "الفقہ بالشیخ"
یعنی فقہ نام ہے کسی شے کی حقیقت کے علم کا اور اس شے کی گہرائیوں میں پہنچ جانے کا۔
جو اشیاء کی صرف اوپر کی باتوں کو جانتا ہے اسے فقہ نہیں کہیں گے۔

ان دونوں حضرات کا خیال اس لئے زیادہ مستند معلوم ہوتا ہے کہ لغت اور تفسیر کے
اہم علامہ راجب اصفہانی تحریر فرماتے ہیں۔ الفقہ هو التوصل الی علم غائب بعلم
شاہد فهو احضار من العلم۔ (المفردات ص ۲۹۱) "فقہ ظاہری علم سے باطن
کے علم تک پہنچنا ہے، وہ علم کی ایک خاص نوع ہے۔

اس لئے فقہاء نے فقیہ کی تعریف کی: الفقیہ من ینتق النظر۔ الفقیہ العالم
الذی ینتق الاحکام ویفتش عن حقائقها ویفتح ما استغلق منها۔
دعطاوی حاشیہ الدر المختار مقدمہ ص ۲۵ القاہ ۳۵۶ فقہ و ینتق النظر کو کہتے ہیں۔ فقہ
اس عالم کو کہتے ہیں جو احکام چن چن کہ بیان کرتا ہے پھر ان حقائق کی کھوج لگاتا ہے۔ اس
میں جو امر انہیں میں ان کو کھولتا ہے۔

اس تیسری منزل پر فقہ کے معنی کی ترقی کی نہیں بلکہ اس میں اضافہ ہوتا گیا بس فقہ اس
علم کا نام ہو گیا جس میں دقیقہ رسی ہو اور جس علم کا مقصد اس پر عمل کرنا ہو اور یہ بات علم دین
ہی پر صادق آسکتی ہے۔ وغلب علی الدین لیا دتہ و شرفہ و فضلہ علی سائر
الواع العلم (لسان العرب ص ۴۱۸) فقہ کثرت سے علم دین کو کہنے لگے کیونکہ دین کا علم
تمام علوم پر فضیلت و شرف رکھتا ہے بزرگی اس علم دین ہی کو حاصل ہے۔

وجعلہ العرف خاصا بعلم الشرعیة و تخصیصها بعلم الفرع منها

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

(۱) اجتہاد کسے کہتے ہیں (۲) کیا شریعت نے اجتہاد کی اجازت دی ہے (۳) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابہ کرامؓ کے عمل سے اجتہاد کے سلسلے میں کسی مسلک کا پتہ چلتا ہے (۴) کن مواقع پر اجتہاد کیا جا سکتا ہے۔

(بشیر حاشیہ سابقہ) (نہایتہ جزء ۲ ص ۲۳۷) عرف میں شریعت کے علم کا نام نفقہ ہو گیا۔ اس میں بھی جزئیات کے علم کو نفقہ کہا جانے لگا۔

در مختار میں بھی یہ مصنفوں ہے بجز الراقی میں نفقہ کے لغوی معنی کے بعد ہے۔ وهو الوقتی علی معان نصوص الشریعة و اشاراتھا و دلالاتھا و مضمراتھا و مقتضیاتھا و الفقیہ اسم للواقف علیہا (جزا ص ۶) ”نفقہ شریعت کے نصوص (قرآن و سنت) سے واقف ہونے کا نام ہے۔ پھر ان نصوص کے اشارات و مضمرات و مقتضیات سے واقفیت بھی نفقہ ہی میں شمار ہونے لگی اور جو ان باتوں سے واقف ہو اس کو نفیقہ کہنے لگے۔

ان عبارات بالا سے نفقہ کی جو حقیقت معلوم ہوئی اس میں قرآن و سنت سے کہاں منانات و غیرت ہے۔ علامہ سیوطی نے نفقہ کی حیثیت اس طرح سے منکشف کی ہے جس سے قرآن و حدیث کا تعلق واضح ہو جائے۔ آپ فرماتے ہیں ان الفقہ معقول من منقول قرآن و سنت کی باتوں کو اصولی طور پر بیان کر دینا نفقہ ہے (الاشباہ والنظائر جزء ۱ ص ۵)

اس میں شک نہیں کہ اس لفظ کے معنی مرور زمانہ سے بدلتے رہے جیسا کہ امام غزالی فرماتے ہیں۔

ان الناس تصرفوا فی اسم الفقہ
وخصوہ بعبہ الفتوی والوقوف
علی دلائلہا و علیہا و اسم الفقہ
فی العصر الاول کان مطلقا علی علم
الآخرة و معرفۃ دقائق النفوس
والاطلاع علی الآخرة و حقارۃ
الدنیا۔

علماء نے نفقہ کے معنی بدل دیے ہیں فتویٰ اور عین
بنیادوں اور اسباب کی بناء پر فتوے دیے جاتے
ہیں ان سب کو نفقہ کہا جانے لگا۔ پہلے زمانے میں
آخرت کے علم کا نام نفقہ تھا بنفس کی گہری تماشائی
کو پہچاننا اور (اس کا رخ) آخرت کی طرف پھیر کر
آخرت ہی کی طرف پوری طرح متوجہ ہونے اور
دنیا کو حقیر جاننے کو نفقہ کہتے تھے۔

(۱) اجتہاد کے متعلق بہت سی بحثیں ہو سکتی ہیں۔ کچھ نئے سوالات اٹھائے جاسکتے ہیں فقہ دینی علم ہے یا نہیں۔ اس کے فیصلے کے لئے صرف ان چار باتوں پر روشنی ڈالنی کافی ہے اس لئے مزید بحثوں سے صرف نظر کیا جاتا ہے۔

سنت پر عمل پیرا ہونے کا سب سے زیادہ دعویٰ دار ایک طبقہ بڑے شدت سے قیاس ہی کو ناجائز قرار دیتا ہے جس پر اجتہاد کی بنیاد ہے۔ اس لئے قرآن مجید سے اس کی اجازت کا جو پتہ چلتا ہے اس کا ذکر کیا جاتا ہے۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو بکر صدیقؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ کے اجتہاد کے واقعات پیش کئے جا رہے ہیں اس کے ساتھ ساتھ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور اس کی تائید میں دیگر صحابہ کا متفقہ عمل پیش کیا جا رہا ہے تاکہ سب سے زیادہ اتباع سنت میں امتیاز کا دعویٰ دار طبقہ اس سنت کو رد کرنے کی بجائے مستحق عمل سمجھنے میں تامل نہ کرے اصل اتباع روح و شریعت کو سمجھ کے شریعت پر عمل کرنا ہے اور جہاں صریحاً کوئی حکم شریعت میں نہ ملے تو پھر جو حکم دینی اصول کے اتباع میں روح شریعت کے زیادہ قریب ہوگا۔ اس پر عمل کو دین سے خراج یا دین پر اضافہ نہیں کہہ سکتے فقہ کی تاریخ میں صحابہ کا عمل ملاحظہ فرمائیے۔

بينا انهم كانوا (المصاحبة) يعمدون
 الى الفتوى بالرأى ان لم يكن هناك
 عندهم في الحادثة نص من القرآن
 والسنة والرأى عندهما ما كان للعمل
 بما يروونه مصلحة واقرب للروح الشرع
 الاسلامي من غير نظر الى ان يكون هناك
 ہم بیان کر چکے ہیں کہ صحابہ اجتہاد و قیاس
 سے اس موقع پر فتویٰ دیتے تھے جہاں نص
 قرآن و سنت ان کو نہ ملے ہاں! وہ عمل طے
 کرتے تھے جس میں مصلحت ہوتی تھی اور
 اس کا حکم دیتے تھے پھر وہ نہیں دیکھتے تھے

اصل معین للحادثة اولاً میوں۔
کہ قرآن و سنت میں اس کا کوئی حکم ہے یا نہیں۔

حضرات صحابہ کرام کا اس پر اجماع ہے اصول فقہ کا متفقہ فیصلہ ہے۔

وجملة القول ان التشريع في عهد النبي
صلى الله عليه وسلم كان يقوم كما بيئنا
اففاً على الوحي من الكتاب والسنة
وعلى الرأي من النبي صلى الله عليه وسلم
ومن اهل النظر والاجتهاد ومن اففاً
بدون تدقيق في تخريد الرأي
وتفصيل وجوه بدون تنازع
والاستفاق بينهم۔
حضرت اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں شریعت
کا مدار وحی (کتاب و سنت) پر تھا اور
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے
صحابہ میں جو اہل نظر و اجتہاد کے قابل تھے
ان کی رائے پر مدار تھا رائے کے معنی کی کوئی
حد بندی نہ تھی اور نہ رائے کے طریقوں
کی تفصیل تھی اور اس بارے میں کوئی
اختلاف تک نہ تھا۔

ومضى عهد النبي صلى الله عليه وسلم
وجاء بعده العهد الخلفاء الراشدين
من سنة ۶۳۲ الى ۶۶۰ وقد اتفق
الصحابة في هذا العهد على استعانة
القياس في الوقائع التي لا نص فيها
من غير تكبير من احد منهم۔
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ گزر گیا
پھر خلفائے راشدین کا عہد ۶۳۲ء سے ۶۶۰ء
تک گزر گیا اور بالالفاق ان سب زمانوں
میں قیاس سے ان تمام مسئلوں میں کام لیا جاتا
رہا جن مسئلوں میں قرآن و سنت کی کوئی
ہدایت نہ تھی۔

(۱) اجتہاد کیا ہے اسے پہلے معلوم کیجئے۔
علامہ ابو الحسن علی بن علی بن محمد بن سالم الثعلبی الملقب بربیع الدین
الاکدی (المتوفی ۶۳۱ھ) کہتے ہیں۔

لہ تاریخ التشریح الاسلامی شیخ محمد خضریٰ

اما الاجتهاد وفہر في اللغة عبادة من استفرغ
 الوسع في تحقيق امر من الامور مستلزما للكلفة
 والمشقة ولهذا يقال: اجتهد فلان في حمل
 حجر البزازة ولا يقال اجتهد فلان في حمل
 خردلة ووافي اصطلاح الاصولييين فيخصر
 باستفراغ الوسع في طلب الظن بشئ من الاحكام
 الشرعية على وجه يحق من النفس العجز
 عن المزيد فيه۔

نعت میں اجتہاد کسی کام میں اتنی طاقت
 خرچ کرنے کو کہتے ہیں کہ اس سے زیادہ
 خرچ کرنا بس میں نہ ہو، جس میں انسان
 کلفت و مشقت محسوس کرے چنانچہ کہا جاتا
 ہے کہ کپڑے بچنے والے کی گھڑی اٹھانے میں
 نلال نے محنت اٹھائی نہیں کہا جاتا ہے کہ
 نلال نے رائی کے اٹھانے میں محنت
 اٹھائی۔

شیخ محی الدین ابن عربی نے اس نقطہ نظر کا پتہ چلا یا جس نقطہ نظر کی بناء پر ایک
 طبقہ کو قیاس و اجتہاد کے نام سے وحشت مورتی ہے اور آپ نے اجتہاد کے متعلق
 جو غلط فہمی ہو سکتی تھی اس کا ازالہ ان الفاظ میں کر دیا ہے۔

اعلم ان الاجتهاد ما هو؟ ان مجرد
 حکما؟ هذا غلط۔ انما الاجتهاد
 الشروع في طلب الدليل من كتاب
 وسنة او اجماع او فهم شرعي الى
 اثبات حكم في تلك المسئلة بذات
 الدليل الذي اجتهدت في تحصيله
 والعلم به في زعمك هذا هو
 الاجتهاد۔

تم سمجھتے ہو اجتہاد کیا ہے؟ کیا کوئی نیا حکم دینا ہے؟
 یہ غلط ہے اجتہاد کسی واقعہ کی یا حکم کی جستجو کا نام
 ہے خواہ اس کی دلیل قرآن میں یا سنت میں یا
 اجماع میں ہو قرآن و حدیث کے لفظ و جملہ سے
 کوئی دلیل سمجھ میں آجائے تو ہم اس واقعہ کیلئے
 وہ حکم بیان کر دیں جسے ہم نے اجتہاد کے بعد حاصل
 کیا ہے؟ یا ہمیں اپنے خیال میں اس کا علم ہو ہو
 اجتہاد کی یہی حقیقت ہے۔

(۲) کیا شریعت نے اس کی اجازت دی ہے؟

تعرض ہے اجتہاد کی اجازت قرآن سے بھی ہے قاضی آمدی کتاب الاحکام میں لکھتے ہیں۔

قل الله تعالى وشاورهم في الامر
 (۱) والمشاورۃ انما تكون
 فيما يحكم فيه بطريق
 الاجتهاد لا فيما يحكم فيه
 بطريق الوحی۔

اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے "معاملات میں مشورہ کرؤ"
 تو مشورہ ان ہی معاملات میں ہو سکتا ہے
 جس میں قرآن کا حکم نہ ہو انسانی معاملات میں آزادی
 سے ہر شخص رائے دے سکتا ہے جس معاملہ میں وحی
 اس میں مشورہ کا کیا موقع ہے؟

اور اجتہاد کی دلیلین حدیثوں سے تو بے شمار ہیں ان میں سے چند ذکر کی جاتی ہیں
 سب سے پہلے خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اجتہادات پیش ہیں قاضی آمدی کی
 الاحکام ہی سے یہ تمام واقعات نقل کئے جاتے ہیں۔

وروی الشعبي - انه كان رسول الله
 صلی اللہ علیہ وسلم یقضی القضاة
 وینزل القرآن بعد ذلك بغير ما كان
 قضی به فیزل ما قضی به والتحكيم بغير
 القرآن لا یكون الاجتهاد۔

(۱) امام شعبی روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ
 علیہ وسلم آپ فیصلہ فرمادیتے تھے اور اس کے بعد
 قرآن کا حکم اس کے خلاف نازل ہوتا تھا تو آپ
 اپنا فیصلہ ترک فرمادیتے تھے یقیناً پہلا فیصلہ
 اجتہاد ہی سے ہوتا ہے۔

وروی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ایضا انه
 قال فی مکتة لا یجتلا خلاها ولا یعضد
 شجرها فقال العباس الایضاً نقل
 علیہ السلام الایضاً عنہ وروی عنہ ان
 الوحی لم یزل علیہ فی تلافی الحالۃ فکان
 الاستثناء بالاجتهاد۔

(۲) مکتہ کی حرمت بخلا تے ہوئے فرمایا کہ اس کا کاٹنا
 نہ کاٹا جائے اس کا درخت بھی نہ اگھا جائے
 حضرت عباس نے درخواست کی کہ ازخرو مستثنیٰ
 فرمائیجئے تو آپ نے اس حکم سے ازخرو کو مستثنیٰ فرمایا
 تو یہ استثناء اجتہاد ہی سے تھا۔

کیونکہ اس سلسلہ میں کہیں نہیں تبلا یا گیا کہ وحی نازل ہوئی۔

والضمان وروى عنه عليه السلام انه قال العلماء (۳) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد العلماء ورتبة
ورتبة الاقبیاء وذل السيد علی انه كان
متعبدا بالاجتهاد والا لما كان علماء
امة وارثة لذلك عنده وهو خلاف الخبر

وما اخرج به وقوع الاجتهاد
من النبي صلى الله عليه وسلم انه لما سئل
الجارية الختامية وقالت يا رسول الله
صلى الله عليه وسلم ان ابى ادعتك فريضه
الحج شيخا زمانا لا يستطيع ان يحج
شيخا زمانا لا يستطيع ان يحج ان
حجته عنه أينفعه ذلك؟ فقال
لها ارايت لو كان على ابي دين
فقضيته اكان ينفعه ذلك؟ قالت نعم
قال فدين الله احق بالقضاء ووجه
الاحتجاج به بانه الحق دين الله بين
الادمي في وجوب القضاء ونفعه
ونفعه وهو عين القياس

(۴) قبیلہ عثم کی ایک بی بی نے دریافت کیا کہ میرا
باپ بہت بوجھا ہوا ہے حج نہیں کر سکتا
اگر میں اس کی طرف سے حج کر لوں تو اس کا
قرض ادا ہو جائے گا، آپ نے اس سے پوچھا کہ
تیرے باپ پر اگر قرض ہو تو اس کو ادا کرے تو
ادا ہو گا کہ نہیں اس نے کہا کہ ضرور ادا ہو جائیگا
تو آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کا قرض بھی ضرور ادا
ہوگا یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ
کے قرض کو آدمی کے قرض پر قیاس کیا اور
جب آدمی کے قرض پر قیاس کیا اور جب
آدمی کے قرض ادا کرنے میں نیابت جائزہ و فائدہ
مند ہے تو آپ کا قرض اگر نائب ادا کرے گا
تو کیا وہ ادا کی جائے و فائدہ مند نہ
ہوگی۔؟

والیضاً ماروی عنہ علیہ السلام
انہ قال لادم سلمہ وقد
سئلت عن قبلة الصائم
هل اخبرته الى اقبل وانا
صائم؟ وانا ذكر ذلك
تنبها على قیاس غیرہ
علیہ۔

وہ حضرت ام سلمہ سے کسی نے پوچھا کہ شہرِ رزہ میں
بیوی کا پیارے تو روزہ خراب تو نہ ہوگا حضرت ام سلمہ
نے فرمایا خراب نہ ہوگا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے
تذکرہ کیا تو آپ نے فرمایا کہ تم نے اس کو بتایا کہ میں روزہ
کی حالت میں پیار کرتا ہوں یا نہیں انہوں نے کہا کہ
میں نے بتلایا تو آپ کا یہ سوال اس وجہ سے تھا کہ
سائل کو قیاس کرنے میں آسانی ہو۔

والیضاً ماروی عنہ علیہ السلام
انہ علیٰ کثیر من الاحکام والتعلیل
موجب لاتباع العلة ایما كانت
وذلك هو نفس القیاس۔

(۶) آپ نے بہت سے احکام کے وجہ
واسباب پر روشنی ڈالی ہے تو علت کی وجہ
سے پہلا حکم دوسری جگہ جاری کرنے کا نام
قیاس ہے۔

ومن ذلك قوله علیہ السلام
كنت نهيتكم لحوم الاضای
لا حبل الدرافة
فادخروها۔

(۷) آپ نے خود فرمایا کہ تر بانی کا گوشت تین دن
سے زائد رکھنے کی ممانعت تو مخطوہ گرائی کی وجہ سے
کی تھی اب وہ حالت نہیں ہے اب اجازت
ہے کھاؤ اور ذخیرہ بھی کر لو۔

وقوله نهيتكم عن زیارة
القبور الا ضروراً فانها تذککم
بالآخرة۔

وہ تمہیں قبروں پر جانے سے روک دیا تھا اب
اس لیے اجازت دی جاتی ہے کہ آخرت
کی زندگی یاد آجائے۔

ومنها قوله لما سئل عن
بيع الرطب بالتمر ایفتی
الرطب اذا يبس؟ قالوا

(۹) تم کھجوروں کو خشک کھجوروں کے بدلے بیچنے کے
بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے پوچھا کہ سوکھنے کے بعد
وزن کم ہو جاتا ہے لوگوں نے کہا ضرور کم ہو جاتا ہے

تو پھر آپ نے اس تباہ کن کو ناجائز قرار دیا۔
 (۱۰) ایک شخص کو احرام کی حالت میں اونٹنی سے
 رعد دیا تھا آپ نے اس کے کفن کے کپڑوں کو
 خوشبو دینے سے منع فرمایا، خوشبو اس کے
 نزدیک کرنے سے بھی روک دیا تاکہ وہ قیامت
 کے دن تلبیہ کہتا ہوا اٹھے۔

(۱۱) احد کے شہداء کے دفن کے متعلق آپ نے
 حکم دیا کہ ان کو اپنے زخموں اور خون سمیت کفن
 پہنایا جائے تاکہ قیامت میں جب وہ جمع ہوں
 تو ان کی رگوں سے جو خون بہے گا اس کا رنگ
 لازمی طور پر ضرور خون کا ہوگا اور خوشبو
 مشک کی ہوگی۔

(۱۲) بٹی کے منہ ڈالے ہوئے پانی کے متعلق
 فرمایا کہ اس کا سھوٹا ناپاک نہیں وہ تو ہر وقت
 تمہارے پاس آنے والا جانور ہے۔

(۱۳) نیند سے جو بیدار ہوا سے منع کیا گیا کہ بغیر تین
 بار ہاتھ دھوئے پانی کے برتن میں ہاتھ نہ
 ڈالے کیونکہ معلوم نہیں کہ رات میں ہاتھ کہاں
 کہاں رہا۔

(۱۴) فرمایا شکار کیا ہوا جانور پانی میں گر کر
 مرجلے تو اسے نہ کھاؤ ہو سکتا ہے کہ پانی

نعم: قال فلاذن۔

ومنها قوله في حق محرم
 وقصته به ناقة الرحيم
 راسه ولا تقربوه طيبا
 فانها يحشر يوم القيامة
 مليا۔

ومنها قوله في حق شهداء
 احد زملوهم بكلوهم
 ودمائهم يحشرون يوم
 القيامة وادراجهم تشخب
 دما واللون لون الدم والريح
 ريح المسك۔

ومنها قوله في الهرة انها
 ليست بنجسة انها من
 الطوائن عليكم والطوائن،

وقوله اذا استيقظ احدكم
 من نوم الليل فلا يغمس يده
 في الاناء حتى يغسلها ثلاثة
 فانه لا يدري اين بابت يده۔

وقوله في الصيد فان
 وقع في الماء فلا تاكل

منه لعل الماء أعان على قتله

کو بھی اس کے قتل میں دخل ہو۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ۔

والیضا قوله انا اتقى بينكم بالراى
 نيم الم ينزل فيه وحى والرأى انما
 هو تشبيه شىء بشىء وذلك هو
 القياس الى غير ذلك من الاحبار
 المختلف لفظها المتحد معناها
 النازل جملتها منزلة التواتر وان
 كان احادها احادا

(۱۵) میں تم لوگوں میں اپنی رائے سے فیصلہ
 کرتا ہوں اور رائے کے معنی یہی ہیں کہ ایک
 چیز کو دوسرے بہ قیاس کیا جائے اور حکم لگایا
 جائے اس قسم کی متعدد حدیثیں ہیں۔ ان
 سب کا مطلب ایک ہی ہے اور یہ سب
 مل کر تواتر کی حد تک پہنچ جاتی ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اجتہاد کی مثالوں میں ذیل کے واقعات سے اضافہ
 کیجئے یہ مثالیں حدیث سے اجتہاد کے اجازت کی دلیل ہیں۔

واستدل ايضا على وقوع القياس
 من النبي صلى الله عليه وسلم بما يأتى
 قوله لرحل سألته حين قال:
 فى صنع احدكم صدقة
 فقال أيقضى اجدا ناشهوته ويؤجر
 عليها - فقال ارأيت لو
 وضعها فى حرام اكان عليه
 وزر - فقال نعم اتا لفظ ذلك
 اذا وضعها فى حلال كان لها اجرا

(۱۶) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم جو اپنی
 شہوت پوری کرتے اس میں تو اب سے صحابہ نے
 پوچھا ہم اپنی شہوت کو پورا کریں اور تو اب ملے کیسے
 ہوگا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر کوئی
 شخص ناجائز جگہ اپنی خواہش پوری کرتا ہے تو کیا اس
 گناہ نہ ہوگا؟ صحابہ نے کہا یقیناً گناہ ہوگا آپ نے
 جواب دیا کہ جب حلال جگہ اپنی خواہش پوری
 کرے گا تو یقیناً ثواب ملے گا۔

وقال من انكروا الذی جاء تبیه امرأۃ اسود هل لك من الابل؟ قال نعم، قال فما الواثقا. قال حمر، قال فهل فيها من اوراق؟ لونه كلون الرماد، قال نعم فقال من اين؟ قال لعله نزعہ عرق۔ فقال وهذا العله نزعہ عرق۔

(۱۷) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص سے، جس کی بیوی کے سیاہ رنگ کا لڑکا پیدا ہوا تھا اور اس وجہ سے اس نے اپنا بیٹا تسلیم کرنے سے انکار کر دیا تھا، پوچھا کہ تمہارے پاس اونٹ ہیں اس نے کہا "ہیں" آپ نے دریافت کیا کس رنگ کے ہیں؟ اس نے کہا سرخ رنگ کے ہیں "آپ نے فرمایا کہ ان میں کوئی بھورے رنگ کا بھی ہے جس کا رنگ بالکل راکھ کے رنگ کا سا ہو اور اجی

نے جواب دیا کہ ہے تو آپ نے دریافت کیا کہ سرخ اونٹوں میں بھورے رنگ کہاں سے آیا اس نے کہا شاید کسی رگ نے اس رنگ کو کھینچ لیا ہو۔ آپ نے فرمایا کہ تیرے یہاں بھی کسی رگ نے اس کا رنگ کھینچ لیا ہوگا۔

وقال لعمر وقد قبل امرأۃ وهو صائم ما رايت لو تمضفت بماء۔

(۱۸) حضرت عمرؓ نے بیوی کا بوسہ روزہ میں لے لیا۔ آپ گھبراتے کہ شاید روزہ جاتا رہا، آپ نے فرمایا کہ اگر تم کلی کر دو۔ دمنہ میں پانی لینے

سے روزہ نہیں جاتا اسی طرح اگر کسی عضو کا حصہ منہ میں لیا جائے تو اس سے بھی روزہ نہ جائے گا۔ گو نامہ بخش ولذت وہ کیوں نہ ہو

وقال یحرم من الرضاع ما یحرم من النسب، وهذا الاحادیث ثابتة فی رواہین الاسلام وقد وقع منه صلی اللہ علیہ وسلم تیاثقا

(۱۹) دو درجہ سے وہ رشتے حرام ہیں جو نسب سے حرام ہیں یہ سب حدیثیں اسلام کے دفتر میں ثابت ہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت سے قیاس ثابت ہیں الناصح المحتسب

کثیر و حق و صنف التامع العنبلی نے آپ کے قیامت کو ایک جزو میں جمع
جزا فی اقیسہ۔
کر دیا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں صحابہؓ نے جو اجتہاد کیا اس میں سب سے
پہلے حضرت عمرؓ کے وہ واقعات جن میں وحی ان کی رائے کے مطابق نازل ہوئی حضور
اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی حضرت عمرؓ کی رائے سن کر یہ نہیں فرمایا کہ نبی کے موجود
ہوتے ہوئے تمہارا اجتہاد غلط عمل ہے یا تم وحی الہی کے منتظر ہو۔ ہاں بعض موصو
پہا اپنے اجتہاد کو ترجیح دے کر اس پر عمل فرمایا یہ بالکل صحیح تھا کیونکہ ہر مجتہد اجتہاد
کے فیصلہ پر عمل کرنے کا کلف ہے لیکن وحی الہی کا ان کے اجتہاد کے مطابق نازل ہونا
اس کی بہت بڑی دلیل ہے کہ حضرت عمرؓ کا یہ عمل (اجتہاد) بالکل حق (صحیح عمل) تھا
اسی طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے چند صحابہؓ کو احزاب میں بنو قریظہ
روانہ فرمایا اور حکم دیا کہ نماز عصر بنو قریظہ میں پڑھنا۔

وقد اجتهد الصحابة في زمن
النبي صلی اللہ علیہ وسلم في كثير من
الاحكام لم يعنفهم كما امرهم
يوم الاحزاب ان يصلوا العصر
في بني قريظة فاجتهد بعضهم
فضلاها في الطريق وقل لم يرونا
الناحين وانما اريد سرعة النهوض
فنظروا الى المعنى واجتهدوا اخرون
صحابہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بہت سے
احکام میں اجتہاد فرمایا جیسے کہ یم احزاب کے
موقعہ پر فرمایا کہ جاؤ عصر کی نماز بنو قریظہ میں پڑھنا
بعض صحابہ نے غور و فکر سے معنی کا لحاظ کر کے کہ
حکم کا مقصد علیہ پیچل ہے نماز راستہ میں پڑھنی
اور بعض صحابہ نے الفاظ کے ظاہر پر عمل فرمایا۔
اور بنی قریظہ میں پہنچ کر رات کو نماز عصر
پڑھی یہی حضرت اہل ظواہر میں ہیں اور وہ

وَأَخْرَجُوا إِلَى ابْنِ قَرْظِطَةَ فَنَصَلُوها حضرت اصحاب المعنى والقياس ہیں۔
 لَيْلًا نَظَرُوا إِلَى اللَّفْظِ وَهُوَ كَأَنَّ سَفَاةَ أَهْلِ الظَّاهِرِ وَأَوَّلًا لِقَاءِ سَلَفِ
 اصحاب المعنى والقياس۔

نصب الراية میں علامہ زلیعی نے قیاس واجتهاد کے متعلق روایتیں بڑی کثرت سے
 جمع کر دی ہیں ان میں سب سے زیادہ مفصل حضرت معاذ بن جبلؓ کی حدیث ہے۔

۱۔ حضرت معاذ بن جبلؓ کی اس حدیث پر کچھ گفتگو کی جاتی ہے مگر اس میں کوئی بات ایسی نہیں ہے کہ
 جس سے اس حدیث کا قابل حجت ہونا ذرا بھی محذوش ثابت کیا جاسکے۔ اس پوری گفتگو کے
 حصے علیحدہ علیحدہ ہم بیان کرتے ہیں، ساتھ ہی ساتھ جواب بھی ملاحظہ ہو۔

اس روایت میں الحارث ابن عمرو الثقفی نے حضرت معاذؓ کے خصوصی دوستوں سے آنحضرت
 صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت معاذؓ کی گفتگو نقل کی ہے الحارث ابن عمرو نے ان اصحاب معاذؓ کا نام نہیں
 بتلایا تو اعتراض ہو سکتا ہے کہ اس روایت کا راوی بھول ہے اور بھول کی روایت قابل حجت نہیں
 اس اعتراض کی پرکاش کے برابر بھی وقعت نہیں۔

راوی بھول وہ راوی ہے جو اپنے استاد کا تعارف نہ کرے جس طرح تعارف استاد کا
 نام لے دینے سے ہوتا ہے اس سے زیادہ بہتر تعارف کا طریقہ یہ ہے کہ روایت کے حجت
 قرار پانے میں راوی کے جن اوصاف کو دخل ہے استاد کے ان اوصاف کا ذکر کر دیا جائے جیسا کہ
 اس روایت میں حارث بن عمرو الثقفی نے کیا "عن رجال من اصحاب معاذ بن جبل من
 اهل حمص" روایت کرنے والے ملک شام کے شہر حمص کے رہنے والے ہیں (۲) حضرت
 معاذ سے خصوصیت رکھتے ہیں (۳) تعداد میں زیادہ ہیں۔ تعارف کی یہ تمام باتیں محض استاد کے
 کے نام لے دینے سے کہیں بڑھ کر ہیں۔ حضرت معاذؓ علم تقویٰ میں بھی صحابہ کی جماعت میں شہرت
 رکھتے تھے۔ اور علم کے ذریعہ فیض رسانی بھی وہ اپنی زندگی کے اخیر وقت تک کرتے رہے۔ ایسی
 حالت میں ان سے خصوصیت رکھنے والے اہل علم و متقی حضرات ہی ہو سکتے ہیں صرف ایک یا
 (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

قد اخرج ابوداؤد والترمذی والدارمی . ابوداؤد، ترمذی اور دارمی نے معاذ بن جبل
 عن معاذ بن جبل بالفاظ مختلفة أنه
 لما بعثه النبي صلى الله عليه وسلم
 الى اليمن سأله النبي عليه السلام
 قائلاً له كيف تعضى؟ قال يقض
 بما في كتاب الله قال فان لم يكن
 في كتاب الله قال انبىة رسول الله
 قل فان لم يكن في سنة رسول الله
 قال فان لم يكن في سنة رسول الله قال اجتهد رأيي ولا اقول رسول
 صلى الله عليه وسلم الحمد الذي وفق رسول رسول الله لما يرضاه
 رسول الله -

(ابوداؤد، باب اجتهاد الراي في القضاء كتاب القضاء)

دقیعاشیہ صفحہ گذشتہ راویوں کے نام لینے سے جو تعارف ہوتا اور اس سے روایت کی جہالت
 دور ہوتی جس سے وہ اور قابل محبت بنتی۔ اس سے کہیں زیادہ بہتر اس طریقہ روایت سے جو تعارف
 ہوا ہے وہ فقہ راوی کے محض نام لے دینے کے تعارف سے بہت بڑھ کر ہے۔

مال اگر کوئی راوی صرف حدیثی رجل یا حدیثی انسان کہدے تو ایسی روایت ضرور مجہول ہوگی
 امام مالک نے تسامتہ کی روایت میں کہا اخبرنی رجال من کبراء قومہ تو اس روایت کی
 سند کو مجہول نہیں کہا جاتا۔ اس طریقہ سے امام بخاری نے عروۃ الباری کی حدیث میں سمعت الحمی
 یحمدون عن عروۃ کہا تو کسی محدث نے بھی اس روایت کو مجہول نہیں قرار دیا، مگر اس طریقہ سے
 عن رجال من اصحاب معاذ بن ابي حمص کہنے سے روایت کو مجہول کہا جاسکتا ہے؛ صحیح بخاری میں
 امام زہری نے "وصلى على جنازة قدام قيراط" والی حدیث صرف حدیث ابن عمران ابا
 هريرة يقول من تبع جنازة كبر لقل کی ہے اور اس روایت میں من اصحاب معاذ

(۳) دیکھنا یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات صحابہ کرامؓ کا اجتہاد کے معاملہ میں کیا مسلک رہا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں جہاں اجتہاد (بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) کہہ کر ان کے علم و تقویٰ کی طرف اشارہ کیا گیا بلکہ "من اہل حصص" کہہ کر مزید تعارف کرایا گیا۔ تو اس طریقہ سے تو یہ روایت مجہول نہیں قرار پاسکتی بلکہ معروف روایت قرار دی جاسکتی ہے چنانچہ ابو بکر ابن العربی عارضۃ الاخوانی و شرح ترمذی میں لکھتے ہیں۔

وانما یدخل فی المجهولات اذا كان واحداً ولا يكون الرجل صاحباً حتى يكون له به اختصاص فكيف قد زيد تعريفاً بهما ان اضيف الى بلد۔

علامہ ابو بکر رازی نے اصول فقہ میں لکھا ہے۔

فان قيل انما رواه عن قوم مجهولين من اصحاب معاذ قيل له لا يفكره ذلك لان اضافة ذلك الى رجال من اصحاب معاذ توجب تأكيد لا يتم لا يسيرون اليه بانهم من اصحابه الا وهم ثقاة مقبول الرواية، من جهة اخرى ان هذا الخبر قد تلقاه الناس بالقبول واستفاض واشتهر عندهم من غير نكير من احد منهم على رواية واروله۔

ابن قدامة محدث حنبلی لکھتے ہیں :-

انه حديث مشهور في كتب اهل العلم ورواه اهل العلم في هذه الحديث مشهور ہے۔

سعيد بن منصور والامام احمد وغيرهما و تلقاه العلماء بالقبول وجاء من اصحابه ما يوافق (المغني كتاب القضاء ج ۱۱ ص ۳۶۱)

خطیب بغدادی اپنی کتاب "الفقیہ والمتفقہ" میں لکھتے ہیں۔

وقول الحارث بن عمرو (عن الناس من اصحاب معاذ) سيدنا علمي
(باقی حاشیہ: اگلے صفحہ پر)

فرمایا اس کی چند مثالیں آپ کی نظروں سے گذریں۔ غزوہ بدر کے قیدیوں کے متعلق آپ نے صحابہ سے مشورہ کیا کہ ان کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے مشورہ کے بعد آپ نے اپنے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) مشہورۃ الحدیث و کثرتہ رواۃ و متن عرف فضل معاذ و زہدہ و الظاہر من حال اصحابہ الدین و الثقتہ و الزہد و الصلاح۔

حارث بن عمرو کا عن رجال من اصحاب معاذ بغیر کسی کا نام لئے ہوئے کہدینا اس حدیث سے ہے کہ یہ حدیث بہت مشہور ہے۔ یہاں تک کہ امت نے اس کی تلقین بالقبول کر لی ہے چنانچہ علامہ ابوبکر ابن العربی لکھتے ہیں۔

اختلاف الناس فی هذا الحدیث
فمنہم من قال انه لا یصح علی
مصطلحہم ومنہم من قال
هو صحیح، والذی ادین بہ القول
بصحۃ فانہ حدیث مشہور و یرویہ شعبۃ بن الحجاج رواہ عنہ
جماعۃ من الفقہاء و الاممۃ۔

(اور شعبہ جس حدیث کو روایت کر دیں وہ تنقید سے بالا ہو جاتی ہے) اور شعبہ سے اس حدیث کو فقہاء اور ائمہ کی ایک جماعت نے روایت کیا ہے۔

ابن زنجویہ اپنی تاریخ میں امام بخاری سے نقل کرتے ہیں کہ علی بن الجعد کی روایت میں شعبہ کے الفاظ ہیں۔

سمعت الحارث بن عمرو بن اخی المغیرۃ بن شعبۃ یحدث عن اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن معاذ بن جبلؓ

دمقالات الکوفی من تاریخ ابن ابی خنیمہ جامع بیان العلم از علامہ ابن عبدالبر (۲۵ ص ۵۰)

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

اجتہاد ہی سے مذہب لے کر ان کو چھوڑ دینے کا فیصلہ کیا۔

حضرت عمرو بن العاصؓ اور عقبہ بن عامر الجہنی کا وہ واقعہ ہے کہ جس میں آپ نے ان دو لوگوں کو حکم دیا کہ مدعی، مدعی علیہ میں فیصلہ کرو۔ اگر تم نے صحیح فیصلہ کیا تو دس گونا گواں ملے گا۔

(بقیہ حاشیہ گذشتہ)

حضرت معاذؓ کے علم و تقدس کی شہرت کی وجہ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت سے صحابہ نے بھی ان سے فیض اٹھایا۔ اصحاب معاذؓ سے اگر تابعین ہی مراد ہیں تو حجت تک ان تابعین پر کوئی اعتراض ثابت نہ ہو وہ خود حجت ہیں اور اگر وہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں تو ان کا حجت ہونا اور زیادہ یقینی ہے۔ اسی طرح «الفقیہ والمتفقہ» میں خطیب بغدادی نے لکھا ہے کہ عبادة بن نسی نے اس کو عبد الرحمن بن غنم سے اور اھنول نے حضرت معاذؓ سے روایت کیا ہے۔ اس کے بعد خطیب بغدادی لکھتے ہیں۔

وهذا اسنادورجالہ معروفون
بالتقۃ علی ان اهل العلم قد
تقبلوا واحتجوا به فوقنا
بذالك صحته عند ہم۔

یہ منقول سند ہے اس کے راویوں پر اعتماد شک
و شبہ سے بالا ہے اہل علم نے اس کو قبول
کر لیا ہے اور اسے قابل حجت قرار دیا ہے
اس سے ہم اس کی صحت سے باخبر ہوئے۔

یہ سند علامہ شمس الحق صاحب نے عون المعبود میں ذکر کی ہے عبد الرحمن بن غنم کے متعلق

نعمی کا بیان ہے۔ ہوقد یمادرك ام لا؟

عبد الرحمن بن غنم زیادہ عمر کے ہیں اس بات کا کچھ پتہ نہ چلا کہ اھنول نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پایا یا نہیں، امام احمد فرماتے ہیں ادرك ولم یسمع ابو حاتم کہتے ہیں جاہلی لیسیت
لہ صحبۃ ابن عبد البر بھی کہتے ہیں کان فی عہد النبی صلی اللہ علیہ وسلم ولم یرہ۔ ابو ہریرہ
کو رأس التابعین میں شمار کرتے ہیں اھنول نے بہت سے صحابہؓ سے روایت کی ہے۔ ابو الدرداء
سے بھی روایت ہے حافظ ابن حجر تہذیب التہذیب میں لکھتے ہیں کہ وہ حضرت معاذؓ کے ساتھ ان کے

(باقی حاشیہ لگے صفحہ پر)

اگر تم دونوں نے غلطی کی پھر بھی اجتہاد کا اجر ملے گا۔ علامہ ابن عبد البر مالکی لکھتے ہیں۔

دلیقہ حاشیہ گذشتہ مقال کے وقت تک رہے تو اب ان دونوں طریقوں سے یہ حدیث مرفوعہ متصل صحیح ہو گئی اور حدیث کے حجت ہونے کے لئے یہی شرطیں ہیں اب اس حدیث کے انقطاع کے اعتراض کے جواب کی کوئی ضرورت باقی نہ رہی اس حدیث پر یہ دوسرا اعتراض بخارہ بھی رد ہو گیا۔

(۶) اس حدیث پر دوسرا اعتراض الحارث بن عمرو الثقفی کے مجہول ہونے کے مندرجہ پر ہے حالانکہ وہ اپنی شخصیت کے لحاظ سے مجہول نہیں کیونکہ شعبہ بن الحجاج کہتے ہیں کہ وہ المغیرہ ابن شعبہ بختیجے ہیں وہ تو نہ اپنی شخصیت سے مجہول ہیں اور نہ راوی حدیث ہونے کی حیثیت سے مجہول ہیں کیونکہ وہ البرغوان الثقفی (متوفی ۱۱۶ھ) کے استاد ہیں۔ اس لئے وہ یقیناً کبار تابعین میں سے تھے۔ جس طرح صحابہ کرام کے سب عادل ہیں اسی طرح کبار تابعین کے متعلق محققین کا فیصلہ یہ ہے کہ جب تک ان پر کوئی مؤثر جرح نہ ہو وہ مقبول روایت ہوں گے۔ جب تک تابعین پر جرح مؤثر نہ ہو ان کی بھی روایتیں مقبول ہیں خیر القریب قرنی ثم الذین یلوئہم ثم الذین یلوئہم سے تابعین بھی مشہور اہم بالخیر ثابت ہوئے ہیں۔ ابن حبان نے ثقات میں اس کا تذکرہ کیا ہے عقلی ابو العرب ابن الجارود ان کو مجہول کہتے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی توثیق کا انھیں علم نہیں ہوا حالانکہ کبار تابعین کے لئے بالکل اس کی ضرورت نہیں خود ان کے طبقہ کے لوگ ان کی توثیق کریں ان کی روایت کے قبول کرنے اور ان کو عادل ثقہ بنانے کے لئے یہ بات کافی ہے کہ اس زمانہ کے بڑے بڑے محدثین میں سے کسی نے ان پر مؤثر جرح نہ کی ہو اور الحارث ابن عمرو پر کوئی جرح ہی نہیں کی گئی۔ بخاری کے بہت سے راوی ہیں کہ صراحتاً ان کی توثیق کسی سے نقل نہیں کی گئی لیکن چونکہ ان پر جرح بھی کسی سے نقل نہیں کی گئی اس لئے ان کو مقبول روایت مانا جاتا ہے۔ علامہ ذہبی نے میزان الاعتدال میں اس بات کی جگہ جگہ تصریح کی ہے۔

(باقی حاشیہ کے صفحہ پر)

وسن الرسول لولاته في الامصار ان
يجتهدوا في حجة لا يجدون
نصاً وجاء في القرآن نفسه باحكام
كلف بها المسلمون على ان يكون
سبلهم في طاعتها الاسترشاد بالعقل
الى القبلة كما سئل عن

كما في مسألة التوجه الى القبلة للبعيد عن الكعبة (جامع بيان العلم وفضله)

(باقی حاشیہ گذشتہ) (۳) تیسرا اعتراض اس حدیث پر یہ ہے کہ ابو عیون محمد بن عبید اللہ الثقفی
اکیلے اس کو الحارث ابن عمرو الثقفی سے روایت کرتے ہیں کوئی دوسرا ان کا ہم لڑا نہیں ہے۔ اس پر
اصول گفتگو تو یہ ہے کہ روایت میں غیر مجروح راوی کا منقول ہونا اس حدیث کو مردود نہیں کرتا انفرادی
کی وجہ سے روایت کا مردود ہونا اہل سنت کا مذہب ہے اور نہ اہل حق کا اصولی۔

ابو عیون محمد بن عبید اللہ الثقفی کا درجہ اس لئے بلند ہے کہ وہ صحیحین کے راوی ہیں ان کے شاگردوں
میں عمش، امام ابو حنیفہ، سفیان ثوری، ابواسحاق الشیبانی، مسعودی، شعبہ وغیرہ ایسے ایسے بڑے
لوگ ہیں اور ابو عیون سے اس حدیث کی روایت کرنے میں ابواسحاق الشیبانی ہیں ملاحظہ ہو مسلم
ابو داؤد کتاب القضاء، ابواسحاق سے روایت کرنے والے ابو معاویہ الضریری ہیں اور ان سے روایت
کرنے والے سعید ابن منصور اور ابن ابی شیبہ ہیں۔

ابو عیون سے اس کو روایت کرنے والے شعبہ ابن حجاج بھی ہیں ملاحظہ ہو تاریخ ابن ابی خنیفہ
شعبہ ابن حجاج کے متعلق آپ کو معلوم ہے کہ وہ روایت میں بہت محتاج ہیں اور جو راوی ان کے
سلسلہ روایت میں آجائے وہ یقیناً ثقہ ہے وہ بھول نہیں ہو سکتا۔ شعبہ سے اس روایت کے
راوی بڑے بڑے محدثین ہیں (۱) یحییٰ بن سعید القطان، (۲) عثمان ابن عمرو العبیدی (۳) محمد ابن
جعفر، (۴) عبد الرحمن ابن ہمدانی (۵) عبد اللہ ابن مبارک (۶) علی ابن الجعد، (۷) ابو داؤد
ملاحظہ ہو علی ابن جعد کی روایت تاریخ ابن ابی خنیفہ میں ہے شعبہ کا ابو عیون اور الحارث بن عمر
الثقفی سے روایت کر لینا دو نزل کی روایت کو تمام اعتراضات سے پاک بنا دیتا ہے۔ ۱۲
(اقتباس از مقالات کوثری نیل الفرقدین حضرت علامہ نور شاہ کشمیری، رحمۃ اللہ

باختلاف لیسر)

یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اجتہاد کے چند واقعات درج کر کے گئے ہیں
 علماء نے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اجتہاد پر مستقل کتابیں لکھی ہیں۔ علامہ ابن
 تیمیہؒ نے بھی اعلام الموقعین میں بہت سی مثالیں دی ہیں۔ سب چند بڑے بڑے
 صحابہؓ کے واقعات لکھ کر بیان ختم کیا جاتا ہے۔ ان میں سب سے پہلے حضرت ابو بکر
 صدیقؓ کے اجتہاد کی مثالیں ملاحظہ کیجئے۔

(۱) جس قبیلہ نے عہد صدیقی میں زکوٰۃ ادا کرنے سے انکار کیا ان سے جہاد کا فیصلہ
 آپ نے اپنے اجتہاد سے فرمایا تھا۔ اور جس قبیلہ نے زکوٰۃ دینے سے انکار نہیں کیا
 بلکہ یہ کہا کہ زکوٰۃ نہ ہم امیر المؤمنین کو خود لاکر دیں گے اور نہ ان کے مقرر کردہ عامل کو
 دیں گے بلکہ اپنے صواب دید سے خود خرچ کریں گے تو آپ نے اپنے اجتہاد
 سے ان سے بھی جہاد کا حکم دیا۔ گو اس معاملہ پر جب گفتگو ہوئی تو شروع میں صحابہؓ
 نے آپ سے اختلاف کیا۔ خود حضرت عمرؓ نے کہا کیف نقاتل من قال لا اله الا
 بعد میں تمام صحابہؓ نے حضرت ابو بکر صدیقؓ کے اس اجتہاد کو تسلیم کر لیا۔

(۲) اپنے بعد خلیفہ مقرر کرنے میں حضرت ابو بکر صدیقؓ نے یہ اجتہاد کیا کہ رسول
 اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ اپنے بعد حضرت عمرؓ کو بنایا اور آپ نے لوگوں سے
 حضرت عمرؓ کے خلیفہ بنائے جانے کا عہد لیا۔ اسے سب نے تسلیم کیا۔

(۳) آپ نے اپنے اجتہاد سے رادی کا چٹنا حصہ مقرر فرمایا اور صحابہؓ نے
 اسے تسلیم کیا۔

یہ تین واقعات ہیں جو خلیفہ اول کے بیان کر دیئے گئے یوں بھی آپ کا یہ
 دستور العمل تھا۔

كان ابو بكر اذا مثل عن شيء حضرت ابو بكرؓ سے جب کوئی مسئلہ پوچھا جاتا
 اوجابوا لا خصم في قضية من . یا کوئی مدعی یا مدعی علیہ کسی معاملہ میں

العصایا نظر اولاً الى القرات
فان وجد نیه حکم الراجعة
المطلوب معرفة حکم الله نیها تقی
به فان لم یجد لرجاء الی ما یعرفه
من احادیث الرسول فان وجد
طلبه قضی به فان لم یجد ما یرید
لا فی کتاب ولا فی السنة لرجاء الی الصحابة
فان وجد عند احد هم فی ذلك شیئا
عن الرسول قضی به وحمد الله... ولان
احیاء الامم جمع من یری من خیار الناس
واهل الرأي والعلم فاستشارهم ثم یقضی
بما یجتمعون علیه

العرض جن مسائل میں قرآن و حدیث کا حکم نہ ملتا تو آپ ایسی تمام صورتوں میں
اجتہاد فرماتے تھے اس کا خصوصیت سے علامہ ابن قیمؒ یوں ذکر کرتے ہیں۔

ان ابابکر نزلت به قضیة فلم یجد فی
کتاب الله منها اصلاً ولا فی السنة
اشراف اجتهد برأیه ثم قال هذا رأی
فلن یکن صواباً فمن الله وان یکن
خطأ فمنی واستغفر الله

کہ حضرت ابو بکرؓ کو ایک قضیہ پیش آیا اور اس کی اصل
انہیں قرآن اور سنت رسولؐ میں نہ ملی تب انہوں
نے اجتہاد سے کام لیا پھر فرمایا یہ میری رائے ہے
اگر ٹھیک ہے تو میں جانب اللہ سے اور اگر غلط ہے
تو میری خطا اجتہادی ہے۔ (پناہ بخدا)

سہ المدخل لدراسة الفقه الاسلامی۔ ڈاکٹر محمد یوسف موسی ص ۲۹

سہ اعلام الموقعین جزا ص ۱۹

حضرت ابو بکر صدیقؓ کے زمانہ میں صحابہؓ نے اجتہاد کیا اور حضرت ابو بکرؓ نے اس کو قبول فرمایا۔ ملاحظہ کیجئے۔

(۱) خلیفہ بنانے میں تمام صحابہؓ نے حضرت ابو بکر صدیقؓ کو اس لئے مقدم رکھا کہ دین کے سب سے بڑے کام میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکرؓ کو مقدم رکھنا پسند فرمایا تھا صحابہؓ نے نماز کی امامت کو امامت کبریٰ کی تیاس بنیاد بنایا۔

(۲) مصحف کی شکل میں پورا قرآن لکھنے و جمع کرنے کا حکم قرآن و سنت نہ تھا صحابہؓ نے اجتہاد ہی سے کام لے کر اس کام کو انجام دیا اور صحابہؓ نے اجتہاد ہی سے طے کیا کہ قرآن کی تمام سورتوں کی ترتیب بھی ایک ہو اور قراءت بھی ایک ہو۔

یہ مثالیں حضرات ابو بکر صدیقؓ کے اجتہاد کی ہیں اور اس کے ساتھ ہی تمام صحابہؓ کے اجتہاد کی بھی ہیں۔ حضرت عمرؓ کے واقعات تو معلوم ہی ہیں بلکہ یہ وصف تو آپؓ میں اور بھی بڑھا ہوا تھا۔ مدخل میں ہے۔

كان عمرًا مهران الصحابة في
استعمال الرأي واكثرهم توسعانيه
وذلك بفضل ما ادرت من نفاذ البصيرة
ودرجات العقل وجودة الرأي۔

حضرت عمر فاروقؓ کے اجتہاد کی چند مثالیں ملاحظہ ہوں۔

(۱) آپ نے شراب فروش کی دوکان ہی جلا ڈالی۔

(۲) آپ نے اس لہتی کو آگ لگا دی جس میں شراب کی خرید و فروخت ہوتی تھی۔

(۳) حضرت سعد بن وقاصؓ نے اپنے محل پر محافظ رکھا تو آپ نے اس میں آگ

لگانے کا حکم دیا۔ محمد بن مسلمہؓ کو بلایا اور حکم دیا کہ کوفہ جاؤ اور سعدؓ کے محل کو آگ

لگا کر سیدھے میرے پاس آ جاؤ اور کسی سے کچھ بات نہ کیو محمد بن مسلمہؓ کوفہ آئے ایک

تبلی سے لکڑی کا گٹھا خریدا اور اسے اٹھوا کر حضرت سعدؓ کے محل پر لگے۔ گٹھا

وہاں ڈال کر اس میں آگ لگوا دی۔ حضرت سعدؓ آئے اور پوچھا یہ کیا کر رہے ہو؟
 انہوں نے جواب میں فرمایا امیر المؤمنینؓ نے یہ خدمت میرے سپرد کی تھی۔ حضرت
 سعدؓ نے کچھ نہ کہا بلکہ ان کے لئے کچھ خرچ پیش کیا محمد بن مسلمہؓ نے وہ بھی قبول نہ
 کیا اور جب حضرت عمرؓ کے پاس واپس آئے تو آپ نے فرمایا کہ خرچ تم نے کیوں
 نہ لے لیا تو فرمایا کہ آپ کی اجازت درکار تھی۔

(۴) نصر بن حجاج نے جب اپنے قصیدہ میں عورتوں کی رغبت پیدا کرنے
 والی باتوں کا تذکرہ کیا عربی ادب میں اس کا نام تشبیب ہے، تو اس کا سر منڈوا کر
 اسے مدینہ سے نکلوا دیا۔

(۵) صبیح بن عسیل نے جب غیر ضروری عقیدوں سے متعلق سوالات کئے
 اس کے دماغ پر ضرب لگائی کیونکہ وہ سوالات اس کے دماغ ہی کی پیداوار تھے۔
 (۶) حفصہ اول سے ان کی نصف آمدنی بہ حق سرکار بطور جہانہ وصول کی کیونکہ
 ان کے عہد کے دقار کی وجہ سے انہیں وہ آمدنی حاصل ہوئی۔

(۷) ایک آدمی کو سات آدمیوں نے مل کر قتل کیا تو حضرت عمرؓ نے ایک آدمی کے
 کے بدلے سات آدمیوں کا قتل بڑا گراں گزرا، تو حضرت علیؓ نے ان سے پوچھا
 کہ ایک شخص کے مال چرانے میں اگر سات آدمی شریک ہوئے ہوں تو ان سات
 کے ہاتھ کاٹیں گے کہ نہیں؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا ضرور کاٹوں گا۔ یہ سن کر حضرت
 علیؓ نے فرمایا کہ جب ایک آدمی کے قتل میں سات آدمی شریک ہوئے ہوں تو
 وہ سات کے سات قصاص سے کس طرح بچ سکتے ہیں؟ چنانچہ حضرت عمرؓ نے
 ان ساتوں آدمیوں کے قتل کا حکم دیا۔ حضرت علیؓ نے یہ فیصلہ اپنے اجتہاد سے کیا
 تھا اور حضرت عمرؓ نے ان کے اجتہاد کو تسلیم کیا۔

وهذا تخريف على الزنادقة حضرت علیؓ کے اجتہاد کی ایک مثال یہ ہے کہ ان کا

الرافضة وهو يعلم سنة رسول الله
 صلى الله عليه وسلم في قتل
 الكافر، لكن لما رأى امرا
 عظيما جعل عقوبة من
 اعظم العقوبات ليزجر
 الناس من مثله ولذلك
 قال: لما رأيت الامرا
 منكرا اُججت نارى و
 دعوت قنبرا۔

نسیلہ تھا کہ رافضیوں میں سے جو مذہب میں
 ان کو جلا دیا جائے حالانکہ وہ خوب واقف
 تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کافر محارب کے
 صرت قتل پر اکتفا فرماتے تھے مگر جب رافضی
 آپ کے الہ ہونے کا چرچا کرنے لگے تو عجز
 کے لئے آپ نے اس سزا کو اپنے اجتہاد سے
 تجویز کیا بیچنا بچہ آپ نے فرمایا کہ جب معاملہ
 کو میں نے واقعہ بہت بڑا پایا تو میں نے
 اگل سلگوائی اور قنبر کو بلایا۔

حضرت علی نے تہمت لگانے والوں کی سزا پر قیاس کر کے نشہ پینے والوں کی
 سزا اسٹی کوڑے سے اجتہاد سے مقرر کی۔

پر ایسی جگہ جہاں قرآن و سنت کا حکم نہ ہو وہاں قیاس و اجتہاد کرنے کا حکم
 حضرت علیؑ نے دیا۔

حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ بھی حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ کی طرح قرآن و سنت
 کا حکم نہ ملنے کی صورت میں اجتہاد فرماتے تھے۔

حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ نے بیماری و تکلیف کی وجہ سے جو شخص تک
 نہ جاسکے اسے وہی حکم دیا جو دشمن کے سدراہ ہونے کا حکم ہے۔

قال محمد بن بلغنا عن عبد الله بن
 مسعود انه جعل المحصر بالوجع
 کہا محمد نے ہم کو پہنچایا ہے کہ عبداللہ ابن مسعودؓ
 کہتے تھے جو مرض سے روکا جائے اس کا وہی

عالم جمعوا بالعد ونسئل عن
رجل اعتمر فنهشته حية ندم
يستطع المصطفى فقال ابن
مسعود ^{رض} ليعف يهدى ويواعد
امحابة يومئذ من الايام فاذا انخرغنه
الهدى حل وكان غلبه عمره كما
عمرته ^ل

حکم ہے جو حکم دشمن کے سدراہ ہونے لگے
پھر ایک شخص کے متعلق آپ سے پوچھا گیا کہ
جس کو سانپ نے کاٹا تھا اور وہ دمکھانے
کے قابل نہ رہا۔ آپ نے فرمایا ہدی روانہ
کرے اور ساتھیوں سے دن مقرر کر لے
جب وہ ہدی اس کی سحر کریں وہ حلال ہو جائے
اور وہ اپنے عمرہ کے عوض میں پھر عمرہ کرے۔

گویا آپ نے فرمایا کہ یہ ضروری نہیں کہ دشمن ہی سدراہ ہو بلکہ جو بھی مجبوری پیش
آجائے کہ جس کی وجہ سے عمرہ یا حج کے ارکان ادا کرنے کی قدرت نہ رہے تو یہی کیا
جائے گا یہاں آپ نے دو اصول مشرکے (۱) کسی خاص موقع پر کوئی ہدایت ہو تو
یہ ہدایت اسی خاص موقع پر محدود نہ رہے گی (۲) غلٹ کا اتحاد حکم کے اتحاد پر مؤثر
ہوگا۔

جس طریقہ سے حضرت عمر نے اجتہاد کے اصول اپنے امراء کو لکھ کر بھیجے آپ نے
بھی اجتہاد کے اصول اپنے شاگردوں کو بتلائے یہ بالکل وہی اصول ہیں جو حضرت
ابوبکر صدیق کے عمل کے متعلق مؤرخین اور علماء نے لکھا ہے۔

عن عبد الرحمن بن يزيد قال اکتروا
على عبد الله ذات يوم فقال عبد الله
انه قد اتى علينا زمان ولسنا نقضى
عبد الرحمن بن يزيد سے روایت ہے کہ ایک روز
لوگوں نے عبد اللہ بن مسعود سے بہت باتیں
کیں انہوں نے کہا ایک ایسا زمانہ تھا کہ ہم کوئی

سہ موطا امام محمد ص ۲۰۳ باب المحصر ۳۰ غالب خیال یہ ہے کہ یہ بات آپ نے کوفہ میں اس وقت فرمائی جبکہ
آپ کوفہ کے قاضی بنا کر بھیجے گئے تھے کیونکہ مدینہ میں جس طرح دوسرے صحابہؓ نفا کا کام انجام دیتے تھے آپ بھی
مقدمات سن کر ان کا فیصلہ کرتے تھے آپ ایلے اس کام کے ذمہ دار نہ تھے مگر کوفہ میں یہ کام آپ کے
خصوصی فرائض میں داخل تھا۔

ولما هنالك ثمرات الله عز وجل
 قدر علينا ان بلغنا ما ترون ممن
 عرض له منكم قضاء بعد اليوم
 فليقتض بمانى كتاب الله فان
 جاءكم امر ليس فى كتاب الله
 فليقتض بما تضى به نبیه
 صلى الله عليه وسلم فان جاءكم
 امر ليس فى كتاب الله ولا تضى
 نبیه صلى الله عليه وسلم
 فليقتض بما تضى به الصالحون
 فان جاءكم امر ليس فى كتاب الله
 ولا تضى به نبیه صلى الله عليه
 وسلم ولا تضى به الصالحون
 فليجتهدوا رأیه ولا یقولوا
 اخاف انى اخطا فان الملال
 بیننا والحرام بیننا وبين
 ذلک مشبهات فدرع ما
 یریب الی ما یریب

حکم نہیں کرتے تھے نہ حکم کرنے کے لائق تھے،
 پھر اللہ جل جلالہ نے جو تمہاری قسمت میں لکھا تھا
 ہم اس مرتبہ کو پہنچے جس کو تم دیکھتے ہو اب آج کے
 روز سے جس شخص کو تم میں سے فیصلہ کرنے کی ضرورت
 آپڑے اسے چاہئے کہ حکم دیوے اللہ کی کتاب کے مطابق
 اگر وہ امر اللہ کی کتاب میں نہ ملے تو حکم دیوے
 اس کے پیغمبر کے فیصلوں کے مطابق اگر وہ امر اللہ
 کی کتاب میں بھی نہ ہو اور اس کے پیغمبروں کے فیصلوں
 میں بھی نہ ہو تو حکم دیوے نیک بخت لوگوں کے
 فیصلہ کے مطابق یعنی خلفائے راشدین اور صحابہ
 کرام کے موافق اگر وہ امر ایسا ہو جو نہ اللہ کی کتاب
 میں ملے نہ اس کے رسول کے حکموں میں اور نہ نیک
 لوگوں کے فیصلوں میں تو اپنی عقل سے کام لے
 اور یہ نہ کہے کہ میں ڈرتا ہوں میں ڈرتا ہوں
 اس لیے کہ حلال کھلا ہوا ہے اور حرام
 کھلا ہوا ہے دونوں اللہ کی کتاب اور اس کے
 رسول کی حدیث سے معلوم ہو سکتے ہیں، البتہ
 ان دونوں کے بیچ میں بعض امر ہیں جن میں شبہ
 ہے اور اس کو حلال کہہ سکتے ہیں نہ حرام، تو پھر ڈرو سے اس کام کو جو شک میں ڈالے تجھ کو اور اگر وہ
 کام جس میں شک نہ ہو وہ امام نسائی نے کہا یہ حدیث جدید ہے یعنی صحیح ہے

حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ نے اتنا اضافہ کیا ہے کہ اجتہاد سے جی نہ چرائے بلکہ اصول پیش نظر رکھ کر اجتہاد ضرور کرے۔

مسند احمد بن حنبلؓ میں آپ کا ایک اور اصول بھی روایت کیا گیا ہے جو انسانی کی اس روایت ہی کی دوسری شکل ہے دونوں کا حاصل ایک ہی ہے۔

ماری المسلمون حنا فہو عند اللہ حسن ومارا وہ سیاً فہو عند اللہ سستی حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کا حضرت عمرؓ کی تعظیم میں شغف بے حد برعاً ہوا تھا علماء کثرت سے اس کا تذکرہ کرتے ہیں چنانچہ اعلام الموقعین میں ہے۔
ہو اشہور من سار علی طریقۃ عمرؓ عند اللہ بن مسعودؓ

اس میں شک نہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ حضرت عمرؓ کی رائے کی بہت پیروی کرتے تھے لیکن ضرورت کے وقت اختلاف بھی فرماتے تھے۔ علماء میں آپ کی رائے زیادہ پسندیدہ سمجھی جاتی۔ علامہ ابن قیمؒ اعلام الموقعین میں لکھتے ہیں۔

عن ابراہیم انہ کان لا یعدل بقول عمرؓ و عند اللہ اذا اجتمعا و اذا اختلفا کان قول عبد اللہ اعجب لہ لانہ کان اللطف۔
ابراہیم نخعی حضرت عمرؓ و حضرت عبداللہؓ کے متفقہ قول ہی کو اختیار کرتے تھے ہاں اگر دونوں میں اختلاف ہوتا تو حضرت عبداللہؓ کے فتوے کی طرف مائل ہوتے کیونکہ حضرت عبداللہؓ بہت پسند تھے۔

جن مسائل کا حکم نہ ملے وہاں ان میں قیاس و اجتہاد چاروں فقہاء اللہ کا متفقہ عمل درآند رہا ہے اور ہر فقہی مسلک کے علماء عرب نے تکلف اس کو راستے چلے آ رہے ہیں چنانچہ علامہ شاطبی مالکی فرماتے ہیں۔

لہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا ابو بکرؓ، سیدنا عمرؓ اور سیدنا عثمانیؓ نے مقتدا انہیں جس طرح اجتہاد سے کام لیا تھا اسی طرح کوفہ میں ان ہی لوگوں کی راہ آپ نے اختیار کی سیدنا عمرؓ کے زمانے میں

(باقی ماستیہ اگلے صفحہ پر)

ولا يمكن ان ينقطع الاحتجاج
 حتى تنقطع التكليف وذلك عند
 قيام ساعة
 یہ ممکن نہیں کہ اجتہاد بند ہوگی اور یہ جب ہی
 ہوگا کہ ضرورتیں باقی نہ رہیں۔

زبان حاشیہ صفر گذشتہ جب مکوں کی فتوحات کا حویل سلسلہ شروع ہوا اور مختلف مذاہب کے
 لوگ ملتہ جوش سام جوتے تھے تو اس کے ساتھ ساتھ ان کی عادات و اخلاق ان کے ایمان و عقائد
 اور عقائد و عقائد کی بہت سی باتیں ان قوموں میں ہوتی رہیں۔ مردوں میں بھی اور عورتوں میں بھی
 تبدیلیاں آتی تھیں کہ عربوں کے ساتھ معاشرت و ملی قوم جب ان تملی یا فتنہ معاشرت و ملی قوموں کے
 ساتھ آئی تھی۔ اگرچہ عربوں کو فتنہ فتنیت حاصل تھی لیکن ان کی کثرت و تعداد بھی اپنا اثر دکھائے
 بغیر نہ رہ سکی اور عرب ان کی تہذیب، تمدن، معیشت اور معاشرت سے متاثر ہو کر غیر شعوری طور
 ان مستوح قوموں کی تہذیب و رسوم کو اختیار کرنے لگے اور ان بدنہی کی اثر پذیر می بڑھتی ہی رہی
 تو اس سے نئے نئے مسائل پیدا ہوئے۔ بہت سے ایسے واقعات و حوادث پیش آئے جن کا ہمد
 نبوی اور ہمد صدیقی بلکہ اس کے بعد زائد یہ نہیں بھی نام نشان تک نہ تھا۔ فقہ اسلام کی حدود
 بڑھتی گئیں اور اس کے احاطہ میں رعیت پیدا ہوتی گئیں اگر عذر و عزم سے شریعت کے مسائل
 پیش نظر رکھتے ہوئے ان کے لئے قابل عمل احکام کا استنباط نہ کیا جاتا تو اب جو کام شریعی پر
 عمل کرنا ان کے لئے ناممکن ہو جاتا، ان حالات میں اندیشہ تھا کہ دین سے گریز کی عادت ان کو
 آہستہ آہستہ دین سے خارج ہی کر دیتی۔ اس کے لئے محنت اور عزم و فکر اور ہمد دور بینی اور بے انتہا
 دور اندیشی کی ضرورت تھی جو دین کی خاطر حضرت عبداللہ ابن مسعود نے برداشت کی اور ان نئے
 مسائل کا حل پیش کیا تاکہ جو لوگ دین قبول کر چکے ہیں وہ دین سے نکل جانے کا خیال بھی دل میں
 نہ لائیں۔ یہ کھلی بات ہے کہ اس کے لئے حضرت عبداللہ ابن مسعود نے اجتہاد کی رفتار کو بہت
 بڑھا دیا۔ زیادہ صحیح بات یہ ہے کہ واقعات اس کثرت سے پیش آتے رہے کہ حضرت عبداللہ ابن مسعود
 (بانی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

ابن رشید نقیہ فلسفی مالکی فرماتے ہیں :-

والفصوص والافعال والاقترارات
متناہیة ومحال ان یقابل ما
لا یتناهی مما یتناهی
اقوال، افعال اور تضریر سب محدود
ہیں اور غیر محدود سے محدود کا مقابلہ کرنا
ناممکن ہے۔

ابن قدامہ حنبلیؒ لکھتے ہیں -

اذا حدثت حادثة نظرت فی کتاب اللہ
فان وجدتها ولا نظرت فی سنة
جب کوئی ضرورت پیش آئے تو کتاب اللہ میں
تلاش کرو وہاں نہ ملے تو سنتہ رسول میں یہاں

دہائی مائتہ گزشتہ) اجتہاد کرنے پر مجبور ہوتے رہے جس سے آپ کے اجتہاد و مسائل کا ذخیرہ بڑھتا ہی
گیا آپ کے دوسرے رفقاءے کار اور آپ کے شاگردوں نے اس محنت میں آپ کا ہاتھ بٹایا فقہ کا یہ بہت
بڑا ذخیرہ امت کے بہت کام آیا۔ اس وقت فقہ حنفی ہو یا فقہ حنبلی سب آپ کے ذخیرہ سے استفادہ
کرنے پر مجبور ہیں یہاں آپ کے مسائل جمع کر کے پیش کئے جا رہے ہیں آپ یا سانی موازنہ کر سکتے
ہیں کہ چاروں فقہ کے ذخیروں میں آپ کے اجتہاد کردہ فتاویٰ کتنی بڑھی تعداد میں موجود ہیں۔
ہاں! جو لوگ عراق میں بس گئے تھے انہوں نے بر بلا اس احسان کا اعتراف کیا کہ دوسرے
اکابر صحابہؓ سے ہم نے استفادہ حضرت سیدنا عبد اللہ ابن مسعودؓ کے ذریعہ کیا اور کوفہ میں اقامت
اختیار کرنے والے جن صحابہؓ سے براہ راست ہم نے استفادہ کیا ہے، جیسا کہ سیدنا علیؓ وغیرہ
ہیں۔ ان میں سب سے زیادہ استفادہ ہم نے حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ ہی سے کیا۔ ان فقہائے
کوفہ کے علوم کے وارث امام ابو حنیفہؒ اور ان کے شاگرد ہوئے اور کثرت سے علم کی اشاعت
آپ کے سلسلہ کے شاگردوں میں ہوئی دنیا کے بڑے بڑے ملکوں میں آپ کی فقہ کی اشاعت کا سلسلہ
پھیل گیا۔ اس سلسلہ کے تلامذہ نے بھی فقہ حنفی کے نام کو باقی رکھنے میں اپنی سعادت مند مقصود کی۔

رسول منان لم یجھن نظر فی القیاس بھی نہ ملے تو پھر قیاس کیسے ضرورت پڑی کرو۔

امام شافعی کے مشہور شاگرد امام مزنی فرماتے ہیں۔

الفقهاء من عمر رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے آج

علیہ وسلم لی یومنا ہذا اولہم جبراً استعملوا تک قہا تمام احکام میں قیاس سے کام

المقاییس فی الفقہ فی جمیع الاحکام لیتے رہے ہیں۔

قیاس واجتہاد اتنی ناگزیر دینی ضرورت ہے کہ اصحاب النظم ہر بھی اس کا انکار نہ

کر کے۔

ابن حزم فرماتے ہیں کہ صحابہ آنحضرت صلی اللہ علیہ

وسلم کے زمانہ میں بھی اپنی رائے سے فتوے دیتے

تھے اور آپ کو جب اس کی خبر ہو جاتی تھی تو آپ

صحیح حکم بتلانے والے کے صحیح ہونے کا اظہار

فرمادیا کرتے تھے اور جو غلطی کرتا تھا اس کی

غلطی پر متنبہ فرمادیا کرتے تھے۔ ابن حزم ظاہر

بھی کثرت سے صحابہ کی رائے سے حکم دینے کا اعتراف

کرتے ہیں یہ ہمارے لئے کافی ہے۔

ان کے بعد دوسرے سلفی عالم علامہ ابن قیمؒ کہتے ہیں :-

جس کو لوگوں کے فتوؤں سے واسطہ پڑتا

رہتا ہے وہ یقیناً جانتا ہے کہ نئے واقعات

کے لیے سابقہ احکام نہیں آتے خواہ وہ سابقہ

احکام کتنی ہی کثرت سے کیوں نہ ہوں۔

قال ابن حزم فتک طعان

الصحابۃ یقولون بأرائہم

بعصرہ علیہ السلام فیبلغہ

ذلک فیصیب المصیب یخطئ

ویکفینا من ابن حزم الظاہری

ان یعترف بوقوع الراۃ من الصحابہ

کثیراً۔

من لہ معاشرۃ یفتاوی الناس

یعلم ان المنقول وان اتسع غا

الاتساع فانہ لایفی بوقائع العالم

۱۔ المعنی جزا ۱ ص ۳۹۹ کتاب القضاء ۲۔ مختصر جامع بیان العلم ابن عبد البر ص ۱۳۳

۳۔ اعلام الموقعین جز ۷ ص ۲۷۵

اب تک اجتہاد کے متعلق جتنی باتیں آپ پڑھ چکے ہیں وہ اس کا کافی ثبوت ہیں کہ اجتہاد دین کی ایک ناگزیر ضرورت ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خلفائے راشدینؓ اور دوسرے صحابہؓ نے خود اجتہاد کیا۔ جہاں کسی صحابی نے اجتہاد نہیں کیا تو وہاں دوسرے صحابی کے اجتہاد کو بلاچوں و چراستلیم کیا؟ اجتہاد صرف خیال آرائی اور نکتہ آفرینی نہیں ہے بلکہ روح شریعت کو پیش نظر رکھ کر قرآن و سنت کے احکام پر ممکن حد تک نگاہ رکھتے ہوئے امت کی ضرورت کے وقت بالغ نظری سے دینی رہنمائی کا نام اجتہاد ہے۔ مجتہدان فرط و تفریط کے درمیان صراط مستقیم کو اچھی طرح پالیتا ہے۔ حکم شریعت کے منشا کے عذر میں اتنی گہرائی میں نہیں جاتا کہ عام فہم انسان اتنے عذر و خواہش سے الجھن میں گھر جائے یا تھک کر عذر و فکر ہی سے دست کش ہو جائے۔ شریعت کے حکم پر عمل کے لیے مجتہد نہ ایسے غلو کی اجازت دیتا ہے جس سے انسانی عام دسترس عاجز ہو یا وقت و وقت پر اس عمل کا کرنا اسے شاق گزرے نہ وہ شریعت کے حکم کی تعمیل میں کسی سہل انگاری سے کوئی ایسا طریقہ اختیار کرتا ہے کہ جس سے روح شریعت یا مال ہو جائے اور نہ وہ ایسی بے پروائی برتا ہے کہ اس کی سہل انگاری و بے پروائی سے عمل میں اتنی تاخیر ہو جائے کہ وہ عمل بعد از وقت قرار دیا جائے بلکہ وہ عمل کا ایسا طریقہ اختیار کرتا ہے کہ جس سے عمل کا مقصد فوت نہیں ہونے پاتا۔

اب اجتہاد کے چند اصول و شرائط لکھے جاتے ہیں تاکہ آپ کو مفید کرنے میں آسانی ہو کہ اجتہاد ایک دینی عمل ہے ان اصول و شرائط کی پابندی سے اجتہاد سے کسی شرعی حکم کی پائمانی نہیں بلکہ شریعت پر عمل کرنے کی راہ وسیع تر استوار اور مہوار ہو جائے۔

علماء کس کام کو اجتہاد سے تعبیر کرتے ہیں اور کس قسم کے اجتہاد کو وہ دین کی خدمت

قرار دیتے ہیں اس میں سب سے زیادہ اہم سیدنا عمرؓ کا وہ ہدایت نامہ ہے جو آپ نے حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کو روانہ کیا تھا۔ علماء نے اس کو پیش نظر رکھ کر اجتہاد کے متعلق جو بحثیں کی ہیں اس کی تفصیل تو بہت طویل ہے اور اس کا زیادہ حصہ ہماری بحث سے بے تعلق بھی ہے۔ اس لئے اس ہدایت نامہ سے صرف اجتہاد کے مسئلہ کے متعلق جو باتیں علماء نے سمجھی ہیں وہ پیش کی جاتی ہیں۔ ان بحثوں سے اس فیصلہ میں بڑی مدد ملے گی کہ قیاس اور اجتہاد دینی کام ہے۔

فالرأى الذى هو اساس الاجتهاد
فى ما لا نعرفه هو التفكير بطريق
التفكير الذى ارشد اليه الشرع
لانها اقرب الى الصواب
وابعد عن الزلل والهدف
الى المصالح العامة الحقيقية
وهذا هو الرأى المحمود۔

جس مسئلہ میں شریعت کا حکم صریح نہ ہو اس
میں قیاس سے کام لینا ہی اجتہاد کی بنیاد
ہے وہی اس فکر و اجتہاد کی بنیاد بنتی ہے
جو شریعت کی رہنمائی میں ہو۔ ایسی ہی رائے
خوب تر ہوتی ہے اور اس میں غلطی کا
امکان کم ہوتا ہے حقیقی مصلحتیں ایسی ہی ذکر کا
نتیجہ بنتی ہیں یہی رائے، رائے محمود ہے۔

اس کے بالمقابل وہ اجتہاد ہے جو دینی طریقہ پر نہ ہو اس کی شریعت میں اجازت
نہیں ہے۔

واما الرأى الى التفكير بعير الطرق
القد هداها الشرع فهذا انى
الغالب يكون تفكيراً بالهوى
وقريباً من الزلل وهذا
هو الرأى المنموم۔
ثم لا يجوز ان يكون الاجتهاد

جس طریقہ کی رہنمائی شریعت نے نہ کی
ہو اس طریقہ کے مطابق غور و فکر محض
ہو اور ہوس کے تقاضے سے ہوتی ہے
اور اس کا غلط طریقہ پر ہونا زیادہ
ممکن ہے ایسی رائے، رائے مذموم ہے۔
علامہ ابن خزمہ فرماتے ہیں کہ اس کی اجازت نہیں

مرسل خارجاً من ضبط الشرع
فیجب علی المجتہد ان
لا یبصر فی اجتہادہ عن ہذہ
الارکان^۱۔

کہ شریعت کے احکام سے بے نیاز ہو کر اجتہاد
کیا جائے مجتہد کے لئے ضروری ہے کہ وہ
اپنے اجتہاد میں شریعت کے احکام سے تجاوز
نہ کرے یعنی بے لگام نہ ہو جائے۔

ان الرائی المن موم هو كل
ما لا یكوت مشبہا
باصل^۲۔

یعنی رائے مذموم رہے کہ شریعت کے کسی حکم
کے منورے پر نہ ہو آخر میں علامہ مہر بیگنی نے
نزدادیا علی ہذا یجمل کل واجاع فی ذم الرائی

اگر اس سلسلہ کے چند اصول ذہن میں محفوظ رہیں تو غلطی کا امکان کم ہو جاتا
ہے اسلام کے احکام چار قسم کے ہیں (۱) وہ احکام جو ایسی نص صریح سے
ثابت ہوں جن کا ثبوت بھی قطعی ہے اور اس نص کی اپنے احکام پر ولایت
بھی قطعی ہے۔ ایسے تمام احکام کا اتباع ہر مسلمان پر لازم ہے اور کسی مسلمان
کو اس میں اجتہاد و رائے زنی کی اجازت نہیں جیسے کہ نماز کی ترکیب و فرضیت
مختلف اوقات کی فرض نمازوں کی تعداد، زکوٰۃ اور روزہ کی فرضیت و احکام حج
وغیرہ۔ ان کے لئے یہ اصول طے شدہ ہے۔

لامساع للاجتہاد فی موارد النص۔

(۲) وہ احکام جو نص سے تو ثابت ہوتے ہیں مگر نص کے معنی میں اختلافات
کی گنجائش ہے ان احکام میں اجتہاد کا موقع ہے لیکن اس اجتہاد کی حدود معین
ہیں اس نص کی مختلف پہلو سے جو جو باتیں سمجھی جاتی ہیں اسی دائرہ میں اختلافات

۱۔ اللؤلؤ والنخل جزء ۱ ص ۳۲۸

۲۔ السنن البکری جزء ۱۰ کتاب القضاء

ہو سکتا ہے نص کے مختلف پہلوؤں سے اجتہاد و متجاوز نہیں ہو سکتا مثال کے طور پر (۱) خرید و فروخت کرنے والے کے خیار کا مسئلہ ہے کہ خیار گفتگو کی حد تک باقی رہے گا یا مجلس کی حد تک دراز ہوگا۔ (ب) پورے سر کا مسح فرض ہے یا کچھ حصہ (ج) جانور ذبح کرنے والے نے عمداً بسم اللہ نہیں چھوڑی بلکہ بسم اللہ کہنا بھول گیا تو اس کا ذبیحہ حلال ہے یا حرام وغیرہ وغیرہ۔

(۳) تیسری قسم کے مسائل وہ ہیں جو نص کے نہیں ہیں نہ نص قطعی کے اور نہ نص ظنی کے مگر ایک زمانہ میں ان پر خلفاء یا ائمہ مجتہدین کا اجماع ہو چکا ہو مثلاً راہ وادی کو دراشت میں چھٹا حصہ۔ (ب) چچا کے ہوتے ہوئے پوتا محروم ہے (ج) مسلمان عورت کا نکاح غیر مسلم ہے باطل ہے۔ ان مسائل میں بھی اجتہاد کا کوئی موقع نہیں ہے نہ اس کی اجازت ہے۔

(۴) مسائل کی چوتھی قسم وہ ہے جن کے لئے نہ قطعی دلیل ہے نہ ظنی اور نہ کسی زمانہ میں ان مسائل کے متعلق مجتہدین کا اتفاق کسی خاص شکل میں ہوا۔ ان مسائل پر اجتہاد کے نقطہ نظر سے شریعت کے حدود میں بحث ہو سکتی ہے۔

لیکن فی زمانہ اجتہاد کا حق کسی فرد واحد کو نہیں دیا جاسکتا خواہ یہ فرد کتنی ہی اہلیت کا مالک کیوں نہ ہو کیونکہ آزادانہ طریق پر اگر اجتہاد کا حق دے دیا جائے تو دین کے مسائل میں کوئی نظم و ضبط باقی نہ رہے گا۔ بہت ممکن ہے کہ ہر شخص اپنی رائے جدا جدا قائم کرے اور اسی طرح امت میں انتشار پیدا ہو جائے اور انار کی پھیل جائے۔ یہ حق صرف ایک اہل علم جماعت کو دیا جاسکتا ہے لیکن اس کے لئے ضروری ہے کہ اس جماعت میں سب ایسے لوگ ہوں جن میں اجتہاد کی اہلیت ہو اس کے ساتھ یہ شرط بھی ہے کہ اجتہاد کے لئے ان مسائل کا انتخاب کیا جائے جن کا حکم شریعت میں صراحت سے نہیں ہے۔ طریقہ بھی وہی اختیار کیا جائے جس کی رہنمائی شریعت نے کی ہے۔

کیونکہ اس طریقہ کے اختیار کرنے سے ہم ہر قسم کی غلطی سے محفوظ رہ سکتے ہیں۔

اجتہاد کی اہلیت میں جن باتوں کا پایا جانا ضروری ہے وہ یہ ہیں۔

(۱) یہ کہ احکام قرآنی کا پورا علم ہو مثلاً نکاح کی شرائط کا علم، میاں بیوی کے جو اوصاف قرآن نے بتلائے ہیں ان کا پورا علم ہو اور میاں بیوی کے حقوق و ذمہ داریوں اور انعقاد نکاح و اخراج نکاح وغیرہ کے سلسلہ میں شریعت کے جو اصول ہیں ان پر اس کی گہری نظر ہو۔ اسی طرح وہ دراشت بیع کی تمام آیتوں کا پورا علم رکھتا ہے کہ وہ اس نتیجہ پر پہنچ سکے کہ ان سے کس درجہ کے احکام کا استنباط ہو رہا ہے۔ قرآن کے علم کے ساتھ قرآنی بصیرت و ایمانی فراست سے اہم شرط ہے اور یہ صرف عطیہ الہی ہے۔

(۲) اسی طرح سنت کا بھی بھرپور علم ہونا ضروری ہے وہ حدیث، صحیح، حسن اور ضعیف کا فرق معلوم کر سکے فن حدیث کی سند و متن کے متعلق جتنی ضروری باتیں ہیں

ان سے وہ آگاہ ہو۔

علم کے ان دو حتمیوں کے بعد سابقہ مجتہدین کی ان مسائل میں جو رائے رہی ہو ان سے اور ان کے دلیلوں سے وہ واقف ہو۔ ان تینوں کے بعد روح شریعت نظروں سے اوجھل نہ ہو یہ جب ہی ہو سکتا ہے کہ قیاس و اجتہاد کی حقیقت سے واقف ہو ان کے اصول و شرائط کیا ہیں ان کا اسے علم ہو، جو شخص اجتہاد میں قدم رکھتا ہے اس کے لئے ضروری ہے کہ عربی ادب پر لپری نظر ہو اور عربی آذ کے متعلق جتنے علوم ہیں ان میں کافی دسترس رکھتا ہو۔ عربی ادب کا اسے ذوق بھی ہوتا کہ سلیقہ زبان سے حکم کے درجے کو سمجھ سکے۔

دینی مسائل میں اجتہاد کرنے والے کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ اعلیٰ درجہ کا کردار رکھتا ہو و نبداری میں بھی مکمل ہو یعنی کبیرہ گناہوں سے محفوظ ہو کسی صغیرہ گناہ پر اس کو اصرار نہ ہو۔ حتیٰ کے اظہار اور حتیٰ کے نافذ کرنے میں وہ کسی کی پرواہ نہ کرتا

ہونہ کسی طاقت والے سے بچتا ہو اور نہ کسی کی دولت مندی سے متاثر ہو، صرف شریعت کے حقیقی مصالح اس کے پیش نظر ہوں۔ اس قسم کی اہلیت والے اثر اور ہی اس قابل ہو سکتے ہیں جن کی جماعت کو اجتہاد کا حق دیا جائے۔
حضرت امام حسن بصریؒ فقہ میں مندرجہ ذیل باتوں کا پایا جان ضروری قرار دیتے ہیں۔

(۱) دل میں دنیا کی حرص نہ ہو اس کی نشانی یہ ہے کہ فقیر دنیا کو کسی وقت اپنا مقصود و مطلوب نہ بنائے۔

(۲) آخرت کی بہتری کو مطلوب و مقصود بنا کر اس کی بہتری کے لئے اپنی طاقت اور وقت و فرصت کو صرف کرے۔

(۳) ہر بات میں احکام الہی کا پابند ہو خصوصیت سے مسلمانوں کی حق تلفی اور آبرو ریزی سے بچتا ہو۔

(۴) دین میں بعیرت قرآنی اور فرست ایمانی ہو۔

(۵) مسلمانوں کے فائدہ کے لئے اپنے ذاتی فائدہ کو قربان کرنے میں اسے تامل نہ ہو۔ امام غزالیؒ اس میں اتنا اضافہ کرتے ہیں۔

فقہ وہ ہے جو دنیا کے معاملات میں مخلوق کے نفع کو سمجھنے والا ہو۔
(فقہیہا فی مصالح المخلوق فی الدنیا)

آخر میں وہ باتیں تفصیل سے پیش کی جاتی ہیں جن سے بعض لوگ گمان کستے ہیں کہ قرآن نے ان باتوں سے روکا ہے ہم ان سب کو علیحدہ علیحدہ لکھ کر ان کے صحیح مفہوم کو واضح کرتے ہیں اس طرح جن احادیث و اقوال صحابہؓ سے اس قیاس کی ممانعت سمجھی جاتی ہے ان کو بھی نقل کر کے واضح مطلب بتاتے ہیں جن سے معلوم ہو جائے گا کہ فقہاء کو اجتہاد میں جن قیاسات سے واسطہ پڑتا ہے جس قیاس کو

وہ دینی ضرورت تبتلا تے ہیں۔ اس قیاس سے نہ قرآن میں روکا گیا ہے نہ سنت ہی میں اس کی ممانعت ہے۔ بلکہ شریعت نے اس کی مہمت افزائی کی ہے۔

لَا يَأْتِيَنَّ الَّذِينَ آمَنُوا تَقَدُّمًا مِّنَ الَّذِينَ كَفَرُوا سِوَىٰ مَا كَانَ حَافِظِينَ يَشْرُونَ الْإِيمَانَ وَالْوَالِدَاتُ أُولَٰئِكَ هِيَ الْفَوَاحِشُ عَلَىٰ غُلُقِ نَفْسٍ ذَاتِ الْحَيَاةِ وَالْمَوْتِ وَالْوَالِدَاتُ وَالْوَالِدَاتُ أُولَٰئِكَ هِيَ الْفَوَاحِشُ عَلَىٰ غُلُقِ نَفْسٍ ذَاتِ الْحَيَاةِ وَالْمَوْتِ

لیکن قیاس میں تو یہی ہوتا ہے کہ ہم اللہ اور اس کے رسول کا حکم جانتے نہیں اور آگے بڑھ کر ایک حکم لگا دیتے ہیں۔

اس آیت سے قیاس کی صریح ممانعت پر دلیل لانا صحیح نہیں ہے۔ یہ اعتراض اس خیال پر مبنی ہے کہ ہم فرض کر لیتے ہیں کہ کسی معاملہ کے متعلق اللہ یا رسول کا حکم موجود ہے اس کو چھوڑ کر دوسرا حکم قیاس سے لگایا گیا ہے یہ بات بالکل غلط ہے مسلمان پر ایک تہمت ہے جہاں حکم موجود ہوتا ہے وہاں کوئی مسلمان قیاس کرتا ہی نہیں۔ قیاس تو ان ہی مسائل میں کیا جاتا ہے کہ جہاں اللہ اور رسول کا حکم موجود نہیں ہوتا۔ پچھلی عبارتوں میں آپ پڑھ چکے ہیں "مالا یض فیہ" اور جہاں اللہ کی نص موجود ہو وہاں کون قیاس کرتا ہے قیاس سے اللہ اور اس کے رسول کا اتباع مقصود ہوتا ہے جو حکم ایک جگہ اللہ اور اس کے رسول کا اتباع مقصود ہوتا ہے جو حکم ایک جگہ اللہ اور اس کے رسول نے دیا ہے قیاس اس کی نشان دہی کرتا ہے کہ وہ حکم اس دوسری جگہ بھی جاری ہونا چاہیے۔ بلکہ اللہ اور رسول کا جو حکم پہلے سے معلوم ہے اس کو جن مواقع پر جاری ہونا چاہیے اور اب تک وہاں جاری نہیں ہوا ہے وہاں اب اجتہاد کے ذریعہ جاری کیا جاتا ہے۔ قیاس میں ایسا نہیں کیا جاتا کہ اللہ اور رسول نے جو حکم دیا ہے اس کی خلاف ورزی کی جائے۔

وَأَنَّ أَحْكَمَ بَيْنَكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ رَأْيُكُمْ

وَمَنْ لَّمْ يَحْكَمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ

هم الكافرون وهم الظالمون... نہیں کرتے وہ کافر، ظالم اور فاسق
وهم الفاسقون دہا: ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷ ہیں۔

ان آیتوں میں بھی وہی بحث ہے کہ جو شخص شرعی اجہتا و کو اختیار کرتا ہے تو
وہ ما انزل اللہ پر عمل پیرا ہوتا ہے قیاس سے واقعہ مسکوت عنہا کا حکم معلوم ہو جاتا
ہے تو وہ ما انزل اللہ کا حکم ہوا۔ وہ ما انزل اللہ کا فرمان بردار ہے وہ ما انزل اللہ
کا فرمان نہیں ان تینوں وعیدوں کا تعلق نافرمانوں سے ہے جس طرح سے
یہ آیت ہے تو یہ بھی قرآن ہی میں ہے۔

اِنَّا انزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ
بَيْنَ النَّاسِ بِمَا أَرَاكَ اللَّهُ (سورہ نساء)

ہم نے اناری ہے آپ کی طرف کتاب حق تاکہ آپ
لوگوں میں احکامات جاری کریں۔
(۴) اسی طرح ”ما فرطنا فی الكتاب من شیئی“ سے یہ استدلال ہے کہ ہر چیز کا حکم
قرآن میں موجود ہے صحیح نہیں۔ یہاں کتاب سے قرآن مراد نہیں بلکہ لوح محفوظ مراد
ہے کیونکہ پوری آیت یہ ہے۔

وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا طَائِرٍ يَطِيرُ بِجَنَاحَيْهِ إِلَّا مِمَّا
أَمَّا لَكُمْ مَا نَرِي فِي الْكِتَابِ مِنْ شَيْءٍ۔

(۵) اسی طرح ولا رطب ولا يابس الا في كتاب مبين۔ میں بھی کتاب سے مراد
قرآن نہیں ہے بلکہ لوح محفوظ ہی مراد ہے کیونکہ پوری آیت یوں ہے۔

وعنده مفاتيح الغيب لا يعلمها الا هو ويعلم ما في البر والبحر
وما تسقط من ورقته الا يعلمها ولا حية في ظلمات الارض
ولا رطب ولا يابس الا في كتاب مبين

ان دونوں آیتوں میں کتاب مبين سے مراد قرآن شریف نہیں ہے۔ بلکہ
(علم الہی) لوح محفوظ مراد ہے جس طریقہ سے وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللَّهِ

رزقہا و یعلم مستقرہا و مستودعہا کل فی کتاب مبین میں کتاب سے مراد لوح محفوظ ہے۔

۶) نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تَبْيَانًا لِّلشَّيْءِ كَامَطْلَبِ يَدِہِ
 کہ قرآن سے جو جو باتیں بھی سمجھی جاتی ہیں خواہ وہ (۱) صریح احکام ہے (۲) خواہ شریعت کے اصول کلی سے (۳) یا استنباط کے ان طریقوں سے جن کی طرف قرآن نے رہنمائی کی ہو ان سب کے مجموعہ کو محتویات قرآنی کہیں گے یعنی قرآن اپنے ان تمام محتویات کے ذریعہ بیان ہے اس کے صرف واضح احکام یا اس کے صرف اصول کلی ہی بیان ہوں اس کا دعویٰ قرآن میں نہیں ہے۔
 علامہ شاطبیؒ نے اس تفسیر کو واضح الفاظ میں ادا کر دیا ہے۔

ندمیتق للددین قاعدۃ یجتاج	خواہ انسان کے لئے ناگزیر ضروری امور
الیہائی الضروریات والمہاجیات	ہوں یا ان کے ضروریات میں سہولت پیدا
والتکمیلات الاوتد بیحنت	کرنے والی یا انسان کی ضروریات کی

۱) شریعت نے انسان کو اپنی ناگزیر ضرورتوں کے پورا کرنے کی صرف اجازت ہی نہ دی بلکہ انہیں پیدا پورا حق دیا ہے کہ وہ اپنی ضرورتیں پوری کریں بلکہ شریعت کی شفقت اس سے زیادہ وسیع ہے ناگزیر ضرورتوں میں جو باتیں آسانی پیدا کرتی ہیں اور ان سے اس میں مدد ملتی ہے اس نے ان کے اختیار کرنے کی بھی راہ کھولی دی ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ شفقت آپ ملاحظہ فرمائیں کہ انسان کے حسن و خوبی میں جو باتیں بدہیسی پیدا کرتی ہیں ان کو دور کرنے کا حکم دیا ہے اور انسانیت کا کمال جن کا متقاضی ہے شریعت نے نہ صرف ان اعمال کی اجازت دی ہے بلکہ ان کا حکم دیا ہے اور ان کا شوق اور ان کی رغبت دلائی ہے ناگزیر ضرورتیں وہ ہیں جو انسان کی زندگی گزارنے کے لئے لازمی ہیں
 (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

غلیقہ البیان نعم سبق تنزیل
 الجزئیات علی تلك کلیات
 تکمیل میں جن چیزوں سے حسن و خوبی پیدا
 ہوتی ہے (تکمیلات تحسینات) ان میں سے
 ہر ایک کا قاعدہ واضح طریقہ سے بیان کر دیا
 مگر لا الہ الا انتظر المجتہدین

دقیقہ ماشیہ صفحہ گذشتہ

یعنی ان میں سے کسی بات سے بے توہی ہوتی جائے یا اس میں سے کسی کا حق ادا نہ
 کیا جائے تو انسانیت کا نظم و ضبط قائم نہیں رہ سکتا بلکہ انسانیت انتشار کا شکار ہو جاتی ہے۔
 انسانی حاجتوں سے مراد یہ ہے کہ انسان کو اپنے طبعی و شرعی ذمہ داریوں کے عہد
 برآپنے اور ان کے انجام دینے سے بسا اوقات دشواریوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ تو جن
 باتوں سے طبعی و شرعی کاموں میں سہولت و آسانی ہو وہ بھی انسان کی حاجتوں ہی کی فہرست
 میں شریک کر لی گئی ہیں۔ مثلاً سفر میں زیادہ رکعتیں و شوار ہوتی ہیں تو سنت و نفل معاف
 ہو جاتی ہیں۔ چار رکعت والی نماز لگھف کر دی جاتی ہے۔ پانی کے استعمال میں دشواری
 ہو تو تیمم کی اجازت ہو جاتی ہے۔ پہلی باتوں کا نام ضروریات رکھ دیا ہے تو ان کا نام احتیاجات
 تجویز کر دیجئے۔

جو باتیں انسان کی بد سہتی و گندگی کو دور کر کے اعتدال پر لے آئیں اور اس میں پاکیزگی
 و طہارت و حسن و جمال پیدا کریں یا انسان کی شرافت و کمال کو بلند کر دیں ان کو فضائل و کمالات
 کا نام دیجئے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی شریعت کے احکام میں اپنے علم و وسیع اور حکمت نامہ سے ان
 سب باتوں کا پورا پورا لحاظ رکھا ہے مگر اس کی آزادی نہیں دی ہے کہ اگر کوئی شخص کسی
 چیز کو اپنی طرف سے ضروریات یا احتیاج یا شرافت قرار دے لے تو اس پر ہم خود اپنی طرف
 سے شریعت کے احکام سے بے پرواہ ہو کر جو چاہے کرنے لگیں۔ ذلالت مقتدی العزیز
 العلیحان باتوں کے فیصلے کے لئے بڑے علم و بڑے کردار کی ضرورت ہے۔

قاعدة الاجتهاد ايضا ثابتة
 في الكتاب والسنة فلا بد
 من اعمالها ولا يسع تركها واذا
 ثبت في الشريعة اشعريان نُعم
 مجال الاجتهاد ولا يوجد ذلك
 الا في ما لا يفرضه (الاعتمام)

گیا ہے ہاں خاص خاص واقعوں کو ان اصول
 کلی کے تحت میں مندرج کرنے کا کام رہ
 جاتا ہے یہ مجتہد کے سپرد ہے کیونکہ اجتہاد
 بھی کتاب و سنت سے ثابت ہے تو پھر
 اس سے کام لینا ہے اس کو ہم چھوڑ
 نہیں سکتے۔

(بقیہ ماضیہ گذشتہ)

انسان کی پانچ ضروریات ہیں (۱) دین (۲) نفس (۳) ذات انسانی (۴) نسب و عزت
 (۵) عقل اور (۶) مال۔ اللہ تعالیٰ نے ان پانچ چیزوں کا وجود و بقا انسان کے لئے ضروری
 بتایا ہے۔ ان میں سے اگر کسی ایک پر بھی حملہ کیا جائے تو انسان کی فطرت کا تقاضا ہے کہ
 وہ اس کی حفاظت کے لئے اپنے کو بھی خطرہ میں ڈال دے یہ کمال انسانیت ہے۔ اللہ تعالیٰ
 نے دین کے قیام و حفاظت کے لئے لا الہ الا اللہ کی دعوت اور اس پر استقامت
 اور صرف اکیلے اللہ تعالیٰ ہی کی الوہیت و ربوبیت اور حاکمیت و مالکیت پر ایمان لانا
 ضروری قرار دیا ان میں سے کسی بات میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو شریک کیا جائے
 تو اسے ناقابل معافی گناہ قرار دیا اسی طرح اس کے فرشتوں پر اس کی کتابوں پر اس کے
 رسولوں پر اور یوم آخرت پر ایمان کی تاکید فرمائی ہے دین ہی کی حفاظت کے لئے
 عبادتوں کے اصول بنائے اور پابندی لازمی قرار دی ہے جو کوئی بھی اپنے قول و عمل
 دین و شریعت کی توہین کرتا ہے اس کو مستحق سزا قرار دیا ہے۔

عقل صحیح و سالم رکھنے کے لئے اور عقل دماغ سے بچانے کے لئے ہر قسم کا نشہ حرام
 کیا خواہ وہ نشہ آور چیز سیال ہو یا غیر سیال۔ اسی طرح جو چیزیں انسان کو بے خود بناتی ہیں یا
 بے حس و بے ہوش کر دیتی ہیں اور ان کے استعمال کی کوئی ضرورت داعی نہ ہو ان کا استعمال

(باقی عاضیہ اگلے صفحہ پر)

(۷) اور آیت :-

وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ

اس چیز کے پیچھے نہ پڑو جس کا تمہیں

(پ ۱۵ - سورہ ۱۷ آیت ۳۶) علم نہ ہو۔

(باقی حاشیہ صفحہ گزشتہ)

مہی حرام ٹھہرا دیا گیا۔

کسب مال اور اس کے تحفظ کے لئے عمل اور جدوجہد کا حکم دے دیا گیا ہے دوسرے پر بار بننے کو اچھی نظر سے نہیں دیکھا جاتا۔ مال کے حاصل کرنے میں ناجائز ذریعوں کو اختیار کرنے سے روکا گیا ہے۔ مال کی حفاظت کے سلسلے میں جوہر کے لئے حد مقرر کی گئی ہے۔ فاضل کے لئے سزا تجزیہ فرمائی گئی ہے خود اپنا مال تلف کرنے کی اجازت نہیں دی گئی اگر کوئی دوسرے کا مال تلف کرے اس کی تلافی کے لئے بدل ضروری قرار دیا گیا ہے۔ اشیاء کے تبادلہ میں باہمی رضامندی ضروری قرار دی گئی عزت کے تحفظ کے لئے شادی بیاہ کی ترغیب دی۔ نکاح و طلاق کے قانون کے ساتھ اس میدانِ منعی کے جذبہ کی بے راہ رومی یعنی زنا اور ہر قسم کی بدکاری کی سزا میں مقرر کی گئی ہیں حتیٰ کہ پاکدامن عورتوں پر بہت لگانے کو بھی قابل سزا قرار دیا گیا اور اس کے ساتھ بے حیائی پھیلانے پر عذاب الیم کی دھمکی دی گئی ہے۔

(۷) احتیاجی امور وہ ہیں کہ جن سے انسانی زندگی کی راہیں آسان اور سہل تر ہو جاتی ہیں اور جن کے بغیر انسان طرح طرح کی دشواریوں میں مبتلا ہو جاتا ہے چنانچہ معاملات اور باہمی تبادلہ کے اصول و طریقے بنائے گئے ہیں۔ سفر و مرض خطا و سبب اور چروا گراہ کی حالت میں عبادتوں کے احکام سہل کئے گئے۔ سلم و عاریت، مزارعت و مساقاة کے احکام بتلائے ان سب کا مقصد باہمی معاملات میں آسانی اور سہولت بخشنا ہے اس لئے اجر مشترک کو خاص قرار دیا گیا، شکار جائز کیا گیا۔ اہل خاندان یا اہل پیشہ یا اہل محلہ پر دیت کی ذمہ داری عاید کی گئی ہے، عیال بغیر ذبح کے حلال کر دی گئی ہے۔ دوسری امتوں کے لئے لازمی تھا۔

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

تو یہ آیت عقیدہ کے متعلق یہ ہدایت دیتی ہے عملی احکام اس کے دائرہ حکم میں داخل نہیں اس طریقہ سے وہ تمام آیتیں جن میں ظن کی پیروی سے روکا گیا ہے جیسے "وَاتَّ النَّظْمُ بِالْإِثْمِ مِنَ الْحَقِّ ثَمِينًا" ان سب کا تعلق عقیدے سے ہے کیونکہ عقیدہ کی بنیاد علم ہوا کرتا ہے۔ رہے شریعت کے عملی احکام تو یہ متفق علیہ امر ہے کہ ظن پر ان کی بنیاد ہوتی ہے اگر عملی احکام کے لئے علم کو بنیاد بنایا جائے تو عمل کی بنیاد جن حدیثوں پر ہے وہ کثرت سے ایسی حدیثیں ہیں جن کو محدثین اپنی اصطلاح میں آحاد کہتے ہیں اس کے متعلق محدثین کا یہ فیصلہ

(باقی حاشیہ صفحہ گذشتہ)

کہ وہ خاص عبادت خانہ ہی میں عبادت ادا کریں عبادت گاہ سے باہر عبادت نہیں کی جاسکتی تھی۔ امت مسلمہ کے لئے نماز ادا کرنے کے لئے کوئی خاص جگہ یا مقام کی شرط نہیں ہے چنانچہ ہر اس خطہ زمین پر نماز ادا کرنے کی اجازت ہے جہاں کوئی سوک ٹوک مالک کی طرف سے نہ ہو اور ہر جگہ کی خاک پاک اور لائق تیمم ہے تیمم کے احکام کے بعد فرمایا مَآ يُرِيدُ اللَّهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِنْ خَرَجٍ وَلَكِنْ يُرِيدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكُمْ۔ حالت مرض سفر میں جب روزہ کی نفاذ کے احکام دیئے گئے تو ساتھ ہی فرمایا يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمْ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ (بقرہ ۲۳۷) اللہ تعالیٰ تمہارے لئے سہولت پیدا کرتا ہے تمہیں دشواریوں میں نہیں ڈالتا۔ نکاح کے احکام کے ساتھ فرمایا ہے۔ (نساء ۵) اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ تمہاری ذمہ داریوں کو ہلکا کرے کیونکہ انسان کمزور پیدا کیا گیا ہے۔

(۳) تہذیب و شائستگی کی جو باتیں ہیں ان میں غذا کی پاکیزگی بدن، لباس اور مکان کی صفائی چہرہ و مکان کی زینت اور فضل و کمال کی وہ تمام باتیں داخل ہیں جن سے انسان تہذیب و شائستگی سمجھا جاتا ہے۔

اس طرح صورت و شکل، وضع و لباس کی بدہیئت کو دور کرنا شائستگی میں داخل ہے

(باقی حاشیہ لگے صفحہ پر)

ہے کہ صحت تسلیم کرنے کے بعد ان سے جو علم حاصل ہوتا ہے وہ یقینی علم نہیں ہوتا اس کا درجہ علم ظنی سے لگے نہیں بڑھتا بلکہ قرآن کی ہر نص کی دلالت قطعی ہو ایسا بھی نہیں ہے۔ اگر عمل کے لئے یہی شرط لگادی جائے کہ وہ نص قطعی ثبوت ہو تو اعمال کا دائرہ بہت تنگ ہو جائے گا اور شریعت کے احکام بہت محدود ہو جائیں گے۔ جن قرآنی آیات کی تفسیر ابھی گزری اس کی تائید میں بعض صحابہ کرامؓ کے اقوال پیش کئے جاتے ہیں اور دعویٰ کیا جاتا ہے کہ ان میں رائے پر عمل پیرا ہونے کی ممانعت ہے اور رائے سے فتویٰ دینے پر ملامت ہے جیسے (۱) حضرت ابو بکرؓ کا فرمانا ائی سماء قنطرنی و ائی ارضی قلعنی اذا قلت فی کتاب اللہ برائی لفظ (اب) کے معنی کے متعلق ہے جس کا عمل سے کوئی تعلق نہیں۔

(۲) حضرت عمرؓ کا فرمانا۔

ایکم واصحاب الرأی فانهم اعداء السنن لعینتم
 الاحادیث ان یحافظوا نقلوا بالرأی وفضلوا
 واصلوا۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ)

معاشرہ میں اس سے انسان عزت سے دیکھا جاتا ہے اسی طرح مکارم اخلاق، محاسن آداب یہ تمام باتیں انسان کے جمال و کمال کا سبب بنتی ہیں۔ طہارت اور ستر عورت پر وہ کے احکام کا تعلق شائستگی ہی سے ہے معاملات میں میانہ روی خیر میں تنگ نظری اور اسراف و تبذیر میں اعتدال اسی سلسلے کی چیزیں ہیں جہاں میں بچوں عورتوں اور راہبوں کے قتل یا دشمن کے مشابہ کرنے کی ممانعت شائستگی ہی میں داخل ہے۔ ماخوذ از فضل اللہ الصمدی تو ضیح الآداب المفرد للامام البخاری۔

حضرت عمرؓ کا فرمانا ایا کم والمکایلة آپ سے پوچھا گیا وہاں مکایلتہ
 تو آپ نے فرمایا المقایسة۔

(۳) حضرت علیؓ کا فرمانا۔ لوکان الدین بالرأی لکان باطن الخف
 اولیٰ بالمسح من ظاہرہ۔

(۴) حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا فرمانا السنة سنة رسول الله صلی الله
 علیہ وسلم لا تجعلوا الرأی سنة ان ہی عبداللہ بن عمرؓ کا قول ان قوما
 یفتنون بآرائهم لو نزل القرآن لنزل بخلاف ما یفتنون۔

(۵) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے بہت سے قول جو ان کے مستدر شاگردوں
 نے نقل کئے ہیں یا ایک ہی دو قول ہیں جن کو ہر شاگرد نے مختلف تعبیروں سے
 ادا کیا ہے مثلاً۔ اذا قلتم فی دینکم بالقیاس احللتکم کثیرا مما حرمہ
 الله وحرمتکم کثیرا مما احلہ الله ان سب میں اس رائے کی ممانعت
 ہے کہ جس کے مقابل میں شریعت کا حکم موجود ہے۔

(۶) حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا فرمانا کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ
 علیہ وسلم سے فرمایا وان احکم بینہم بما انزل الله اور ان کے درمیان
 اللہ کے حکم کے مطابق فیصلہ کرو۔

یہ نہیں فرمایا کہ اپنی رائے سے فیصلہ کرو۔ اگر رائے سے فیصلہ کی اجازت
 ہوتی تو سب سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اجازت ہوتی تو
 عرض یہ ہے کہ قرآن ہی میں اِنَّا اَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ
 بَيْنَ النَّاسِ بِمَا آرَأَيْكَ اللهُ وَلَا تَكُنْ لِلْخَافِثِينَ خَمِيمًا
 (نساء پ ۱۶۶) جس میں رائے سے کام لینے کی طرف اشارہ ہے۔

(۷) ان ہی عبداللہ بن عمرؓ کا قول ہے۔ انهم والرأی علی الدین فانہ

منا تكلف وظن وان الظن لا يغني عن الحق شيئا.

یہ ان ہی مواقع کے لئے ہے جہاں کوئی اثر عمل پر نہیں پڑتا اور نہ انسان
مذرت و حاجت کے موقع پر کام کرنے سے پہلے کوئی ایک فیصلہ کرنے پر
مجبور ہے وہاں تکلف کا کیا سوال مآول تو ان تمام اقوال کی صحت تسلیم نہیں
حضرت عمرؓ کی طرف جو اقوال منسوب ہیں اس کے الفاظ اس زمانہ میں ان معنوں
میں استعمال نہیں ہوتے تھے جو بعد ازلے زمانہ میں مستعمل ہونے لگے اور اگر ان
سب اقوال کی نسبت ان صحابہؓ سے صحیح بھی تسلیم کی جائے پھر بھی یہ بات ضروری ہے کہ ان
اقوال سے وہ معنی لیے جائیں گے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ کے عمل کے خلاف نہ لیا
آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ حضرت عمرؓ حضرت علیؓ اور دیگر
صحابہؓ کو اس نے کثرت سے اجتہاد و قیاس سے کام لیا اگر ہر قیاس اور ہر اجتہاد
بڑا کام ہوتا تو یہ کبار صحابہؓ کیوں اجتہاد فرماتے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
حضرت معاذؓ کے جواب پر خشک کیوں بھیجے۔ خشک تو کسی بات پر سرود ہو کر بلکہ نہایت
مسود ہو کر ہی ادا کیا جاتا ہے یہ اس کا ثبوت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
حضرت معاذؓ کے اس جواب پر کہ "میں حتی الامکان اجتہاد میں پوری سعی صرف
کر دوں گا، خوش ہوئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اجتہاد کو نہایت پسندیدہ
امر قرار دیا۔ پس صحیح فیصلہ یہ ہے کہ قیاس کے متعلق جو آثار نقل کے گئے ہیں وہ صحیح
نہیں ہیں خصوصیت سے وہ آثار جس میں عہد صحابہؓ کے بعد کی اصطلاحیں پائی
جاتی ہیں اور جو آثار صحیح ہیں (۱) تو ان کا تعلق عمل سے نہیں۔ صحابہؓ غیر عملی باتوں
کو اتنی اہمیت ہی نہیں دیتے تھے کہ ان کے حل کے لئے قیاس اور اجتہاد کو نا ضروری
سمجھتے یا (۲) اس قیاس کی بڑائی کی گئی ہے جو شریعت کے خلاف ہے جیسے حضرت
علیؓ کا موزوں پر مسج کے متعلق فرمانا کہ حکم ہے کہ موزوں کے اوپر کے حصہ کو مسج

کیا جائے۔ قیاس چاہتا ہے کہ موزوں کے نیچے حصّے کا مسح کیا جائے تو شریعت کے خلاف جو بھی حکم ہو گا وہ قابل قبول نہیں ہو سکتا جس طریقہ سے شیطان نے آدم علیہ السلام کے سجدے کے حکم کے مقابلہ میں اللہ کے حکم کو غلط بتلایا اور اللہ تعالیٰ کے حکم کے مقابلہ میں اپنی رائے کے صحیح ہونے کا صرف دعویٰ ہی نہیں کیا بلکہ دلیل پیش کی کہ انسان مٹی سے پیدا ہوا ہے اور میں آگ سے اور اپنے قیاس و اجتہاد سے یہ دعویٰ کیا کہ آگ سے پیدا شدہ افضل ہے اللہ تعالیٰ کے حکم کو غلط بتلانا اور اپنی رائے کو اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں صحیح بتلانا قابل لعنت فعل ہے۔ اس طرح ہر وہ قیاس و اجتہاد غلط ہو گا جو اللہ تعالیٰ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کے مقابلہ میں ہو اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ سنتوں کے یاد کرنے سے وہ عاجز رہے۔ یہ قول اس کا ثبوت ہے کہ اس موقع پر سنت کے احکام موجود ہیں مگر وہ لوگ سنتوں کا علم حاصل نہیں کرتے ایسے لاعلم (جاہل) لوگوں کو دین میں قیاس کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔ ہاں جن لوگوں کو قرآن و حدیث کا کافی علم ہو اور مجتہدین کے مسائل سے واقفیت ہو اس کے ساتھ علوم عربیہ میں کافی دسترس ہو۔ علاوہ ازیں وہ تقویٰ، عبادت و کردار کے بلند معیار پر ہوں صرف ان ہی کو قیاس و اجتہاد کی اجازت دی جاسکتی ہے۔

اسی طرح حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے اقوال بتلاتے ہیں کہ جن موقعوں کے اللہ تعالیٰ جل شانہ، نے حلت و حرمت کے احکام نازل فرمادیے ہیں ان کے بارے میں تو قیاس یقیناً حرام ہے خلاصہ یہ کہ قرآن و سنت سے ثابت شدہ احکام سے بے پرواہ ہو کر جو رائے صرف طبعی ذہانت کی بجائے پر قائم کی جائے یا جن سے شریعت کے ثابت شدہ احکام بدل جائیں یا دنیا کے نفع یا تن آسانی

اور عمل کی سہولت کو پیش نظر رکھ کر پہلے رائے قائم کر لی جائے بعد میں تلاش کیا جائے کہ شریعت کی کس دلیل سے اس کو جائزہ قرار دیا جاسکتا ہے تو ایسی رائے کی بنیاد و نفاذ ہو اور یہ تصور کی جائے گی اور اس قسم کی رائیں نہ صرف ناجائز ہیں بلکہ لائق صد ہزار ملامت ہیں۔ یہ بھی تجربہ ہے کہ فردعی مسائل میں فقہاء کے اختلاف سے دین کا کوئی نقصان نہیں ہوتا کیونکہ فردعی مسائل میں گو ایک دوسرے سے اختلاف رائے رکھتے ہیں مگر بنیادی امور میں تمام ائمہ اہل سنت والجماعت متفق ہیں اور اس اختلاف کی بنیاد مصلحت کے اندازے کے اختلاف پر ہوتی ہے انسانی عقل کے تفاوت کی وجہ سے مصالح کا اندازہ لگانے میں فقہاء میں اتفاق ہونا مشکل ہے اس لئے ان میں اتفاق نہ ہو سکا اور وہ بھی جزئی مسائل میں جن سے بعض وقت اس اختلاف کی وجہ سے پریشان آدمی کو کچھ سہولت مل جاتی ہے تو یہ اختلاف باعث رحمت بن جانا ہے۔

لقد نفع الله بالاختلاف اصحاب النبي صلى الله عليه وسلم في اعمالهم

لا يعمل العامل يعمل رجالهم الا رأی انه في سعة منه ورأی ان خیرا

منه قد عمله (الواقعات ج ۳ ص ۵۱)

عبداللہ بن مسعود اور ان کی فقہ کا حصہ اول ختم ہوا۔ دوسرے حصہ میں حضرت

عبداللہ بن مسعود کے تمام مسائل فتاویٰ ہیں جو منتظر اشاعت ہیں۔



6920

ڈاکٹر حفیظہ رضی

عبداللہ بن مسعود اور ان کی فقہ

بسی و اہتمام

محمد اسلم

اُستاد شعبۂ تاریخ، پنجاب یونیورسٹی

ندوة المصنفین

سمن آباد ○ لاہور